معارفِ حضرت بہاء الدّین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ملتانی



ڈاکٹر طاہر رضا بخاری

محکمہ اوقاف و مذہبی امور پنجاب

معارفِ

حضرت بہاؤ الدّین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری



محکمہ اوقاف و مذہبی امور پنجاب
(ملتان زون)

نام کتاب : معارف حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ

مؤلف : ڈاکٹر طاہر رضا بخاری

ڈائریکٹر جنرل مذہبی امور اوقاف پنجاب

باہتمام : ضیاء المصطفیٰ، ایڈمنسٹریٹر اوقاف، ملتان زون

مشتاق احمد، ریسرچ فیلو، مرکز معارف اولیاء داتا دربار لاہور

ایڈیشن : اوّل (صفر المظفر ۱۴۳۹ھ/اکتوبر 2017ء)

تعداد : 1000

پتہ : دفتر زونل ایڈمنسٹریٹر اوقاف ملتان

محکمہ اوقاف و مذہبی امور پنجاب

حُسنِ ترتیب

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۔	حرفِ محبت: (ڈاکٹر طاہر رضا بخاری)	۵
۲۔	شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی، تبلیغی اور علمی و دینی خدمات (ڈاکٹر محمد حسین آزاد القادری)	۷
۳۔	شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کا طریقِ دعوت و تبلیغ اور اشاعتِ اسلام میں کردار (ڈاکٹر محمد سلطان شاہ)	۳۳
۴۔	حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی کے علمی اور روحانی اثرات۔۔۔ایک تحقیقی جائزہ (ڈاکٹر حافظ عبدالرحیم)	۶۵
۵۔	سماجی بہبود کے لیے حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کے کارہائے نمایاں (راجا رشید محمود)	۷۷
۶۔	برصغیر میں خلفائے شیخ الشیوخ سہروردی اور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کا عرفانی مقام (حسن نواز شاہ)	۸۹
۷۔	شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ ملتانی، ولی کامل۔۔۔ملتان کی پہچان (ڈاکٹر عبدالرشید رحمت)	۱۱۹
۸۔	حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ (ڈاکٹر روبینہ ترین)	۱۲۹
۹۔	حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی کے افکار کی روشنی میں دین و دنیا کی یکجائی کا تصور اور اس کے تقاضے (پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن عارف)	۱۳۷

	فارسی	
۱۰۔	شیخ عراقیؒ درمدح شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا رحمۃ اللّٰہ علیہ (دکتر محمد سلطان شاہ)	۱۴۹
	عربی	
۱۱۔	**بہاؤ الدین زکریا المولتانی (رحمۃ اللّٰہ علیہ** (الدکتورہ راحیلہ خالد قریشی)	۱۵۷
۱۲۔	**شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا الملتانیؒ وخدماتہ للحدیث النبوي الشریف** (الدکتور محمد سلطان شاہ (ضیاء المصطفیٰ قصوری)	۱۶۵
	انگریزی	
۱۳۔	***Baha-ud-Din Zakariyya Suhrawardi** (Allah's mercy be upon him)* *(Justice(R) Dr.Munir Ahmad Mughal)*	3
۱۴۔	***Bahauddin Zakariya: A great Sufi of 13th Century*** *(Prof. Dr. Muhammad Akram Rana)*	22
۱۵۔	***The Hindus, Sikhs and orientalists Eulogize the Great Saint of Multan*** *(Dr. Muhammad Sultan Shah)*	32

حرفِ محبّت:

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری
ڈائریکٹر جنرل مذہبی امور اوقاف پنجاب

ڈاکٹر الیگزینڈر کانن نے اپنی تصنیف "مخفی اَثرات" میں لکھا ہے کہ: "زمین کی طرح انسان کی شخصیت سے بھی مقناطیسی لہریں نکلتی ہیں۔ اگر یہ لہریں ایک ایسے آدمی سے خارج ہوں جس کے خیالات اور افعال واعمال پاکیزہ ہیں، تو دوسروں کے لیے رغبت اور کشش کا باعث ہوتی ہیں، جب کہ دوسری صورت میں نفرت کا موجب بنتی ہیں۔

روزمرہ کا مشاہدہ اس امر کا شاہد ہے کہ بعض لوگوں کی شخصیت میں اس بلا کی کشش ہوتی ہے کہ دُنیا پروانوں کی طرح ان کا طواف کرتی ہے۔ شخصیت میں مقناطیسیت، محبوبیت اور کشش صرف پاکیزہ عمل، روحانی رفعت، نافع علم اور بے ریا عبادت ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ الاسلام نے جب اپنی اولاد کو وادیٔ مکہ میں آباد کیا تو اس کے لیے تین چیزوں کی بطورِ خاص دعا کی تھی:

اوّل: اے بزرگ و برتر ربّ! میری اولاد کو اَثمار وفواکہ کی نعمت عطا کر۔

دوم: اسے شرک کی نجاست سے بچا۔

سوم: ان کی شخصیت میں وہ کشش پیدا کر کہ دُنیا کے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں۔

چونکہ یہ کشش عبادت کے بغیر ناممکن تھی، اس لیے اس دُعا میں دو دفعہ التجا کی کہ انہیں پابندِ صلوٰۃ بنا۔ اس مقناطیسی قوت کے عظیم مظہر انبیاءِ کرام کے بعد ہمارے وہ اولیاءِ عظام تھے، جن کے دَم سے ایران کے آتش کدوں، ہند کے بت خانوں اور مصر و رُوم کے کلیساؤں میں نوائے اذاں بلند ہوئی، کفر و شرک کی فصیلوں میں شگاف پڑ گئے اور ایک کائنات ان کے قدموں پہ جھک گئی۔ بقولِ اقبال:

نہ تاج و تخت میں ، نَے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

انہی قدسی صفت ہستیوں میں سے ایک، ہمارے ممدوح حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ابو محمد زکریا سہروردی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جنہوں نے دینِ اسلام کی ترویج کے لیے ملتان کے قدیم مندر "ہلادجی" کے سامنے مسندِ علم واِرشاد مزیّن کی۔ آپؒ کی پُرکشش شخصیت اور پُرنور چہرے کو دیکھ کر مقامی ہندو آبادی آپؒ کی طرف مائل ہوئی اور دیکھتے دیکھتے آپؒ کی ذات مرجع خلائق بن گئی۔

ملّت اور قوم کی اساس ہمیشہ اخلاقی اور رُوحانی بنیادوں پر مؤثر اور مضبوط ہوتی ہے۔ یہ اساس متزلزل ہو جائے تو معاشرتی انحطاط یقینی ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے اس حقیقت کا اِدراک کرتے

ہوئے، اپنی عظیم خانقاہ کو دو شعبوں میں تقسیم کیا: ایک شعبہ قرآن و سنت، حدیث و فقہ، اسلامی علوم و معارف اور تصوّف و اخلاق پر مبنی، جب کہ دوسرا اُس دور کے جدید علوم و فنون، ٹیکنالوجی اور لسانیات جیسے مضامین پر مشتمل تھا۔ "انوارِ غوثیہ" کے مصنف کے مطابق: خانقاہ میں آنے والوں کو سب سے پہلے علم کے زیور سے آراستہ کیا جاتا۔ قرآن و حدیث، شریعت و طریقت کے رموز، مجاہدہ و ریاضت، آدابِ تبلیغ، مختلف ممالک کی زبانیں، وہاں کی تہذیب و ثقافت، آدابِ معاشرت اور گفتگو کا سلیقہ سکھایا جاتا۔ فارغ التحصیل طلبہ کو ذہنی طور پر تیار کیا جاتا کہ آپؒ کو اسلام کی ترویج و اشاعت کا فریضہ فی سبیل اللہ سرانجام دینا ہے۔ اُنہیں اُن کی مرضی کے مطابق تبلیغ پر بھیجا جاتا۔ مبلغین کے وفود کی تشکیل میں بڑی احتیاط سے کام کیا۔ آپؒ میرِ کارواں کو زادِ راہ دیتے جو پانچ ہزار اشرفیوں پر مشتمل ہوتا۔

حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے آج سے ساڑھے سات سو سال قبل شریعت و طریقت اور وعظ و نصیحت کا جو اُسلوب اختیار کیا، تعلیم و تربیت اور تبلیغ دین کے لیے جو لائحۂ عمل مرتب کیا، مبلغین اور مصلحین کے لیے جس ضابطۂ اخلاق کو لازم ٹھہرایا، آج کی جدید دُنیا اور ہمارے معتبر اور مؤثر دینی حلقے، جملہ وسائل رکھنے کے باوجود اس کے عشرِ عشیر کو بھی نہیں پہنچ پا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہماری روایتی دینی تدریس اور قدیم خانقاہی نظام، عامۃ المسلمین کے لیے ان برکات کا باعث نہ ہے، جیسا کہ وہ ماضی میں ہوا کرتا تھا۔ مذہبی انتہا پسندی، مسلکی تشدد پرستی اور فقہی تنگ نظری ایسے عوامل کے خاتمہ کے لیے ضروری ہے کہ حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریاؒ ایسے صوفیاء کے نظامِ دعوت و تبلیغ کو اَپنایا جائے، کہ اسی سے انسانی بستیوں کو سکون اور اَمن و آشتی کی دولت میسر آئے گی۔ زیرِ نظر کتاب "معارف حضرت بهاء الدّین زکریا ملتانیؒ" انہی جذبوں اور ولولوں کی آبیاری اور علمبرداری کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے اپنی اس خصوصی کاوش کو شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے افکار، حیات و تعلیمات اور اسلوبِ دعوت و ارشاد سے مزّین کرنے کا شرف حاصل کیا جا رہا ہے۔ اس علمی مجموعہ کے لیے نامور اہلِ علم و صاحبانِ فکر و فن نے اپنے گراں قدر مقالات عطا کیے، جن میں وطنِ عزیز کی معروف دانشگاہوں کے نامور مسند نشین بھی شامل ہیں، جس پر محکمہ اوقاف و مذہبی امور پنجاب ان کا شکر گزار ہے۔ ان کے گراں قدر مقالات سے بھی جو چیز بطورِ خاص مترشح ہوئی ہے، وہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کا اسلوبِ تعلیم و تربیت اور منہاجِ تبلیغ ہے، جس کے فیضان نے برصغیر کے علاوہ جاوا، سماٹرا، انڈونیشیاء، فلپائن، خراسان اور چین تک کے علاقوں کو منوّر کیا۔ آپؒ کی خانقاہ سے ملحق "مدرسہ بہائیہ" اپنے علمی، تدریسی، تحقیقی معیار اور رُوحانی میلان کے سبب دُنیا میں ممتاز اور معتبر مقام کا حامل تھا۔ آج ہمارے معاشرتی اور دینی احوال۔۔۔ خانقاہ کے اسی حقیقی تصور کے متلاشی ہیں، جہاں صوفیاء کے آستانے تدریسی، تربیتی اور روحانی فیضان کو عام کیے ہوئے ہوں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبولیت سے معمور فرمائے اور ہمارے لیے خیر و برکت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

شیخ الاسلام حضرت بہاءُالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی، تبلیغی اور علمی ودینی خدمات

☆ڈاکٹر محمد حسین آزادالقادری

حضرت بہاء الدین زکریا علیہ الرحمۃ نسباً قریشی الاسدی، مسلکاً حنفی اور مشرباً سہروردی تھے۔(۱) 27 رمضان المبارک 566ھ، جمعہ کی شب بوقت صبح صادق ملتان کے نزدیکی قصبہ کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے۔ سو سال کی عمر پا کر بروز شنبہ ظہر اور عصر کے درمیان، 666ھ میں وفات پا کر اپنی خانقاہ، واقع ملتان میں مدفون ہوئے۔(۲) آپ کی ولادت ووفات کی تواریخ میں اگرچہ اختلاف پایا جاتا ہے تاہم مذکورہ تواریخ آپ کے خلیفہ خاص سیّد جلال الدین بخاریؒ سے بھی مروی ہیں اس لیے انہی تاریخوں کو درست تسلیم کیا جاتا ہے۔

ابتدائی تعلیم کوٹ کروڑ میں حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں سات قرأتوں کے ساتھ قرآن مجید حفظ کر لیا۔(۳) 577ھ میں والد محترم حضرت وجیہ الدین محمد غوثؒ وفات پا گئے۔ مقامی علماء سے اکتساب فیض حاصل کرنے کے بعد ملتان تشریف لائے۔ محلّہ کڑہ کے مولانا عبدالرشید کرمانی سے چند اسباق پڑھے۔(۴) مزید علم کے حصول کے لیے بلخ و بخارا اور خراسان کا سفر اختیار کیا۔ سات برس تک خراسان کے علماء سے علم حاصل کیا۔ اس کے بعد بخارا کی راہ لی، یہاں تک کہ چار سو چوالیس اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔(۵) بخارا میں آٹھ برس اس طرح گزارے کہ آپ کے ذوقِ علم اور اخلاقِ حمیدہ کو دیکھ کر اہل بخارا آپ کو ''بہاء الدین فرشتہ'' کے نام سے پکارنے لگے(۶)۔ بخارا میں علمِ نحو، علم الصّرف اور علمِ حدیث وتفسیر پر اس قدر توجہ دی کہ مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہوئے۔ یہاں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ روزانہ ستر مرد علماء اور فقہاء استفادہ کرتے(۷)۔ دن درس وتدریس میں گزرتا اور رات یادِ الٰہی میں بسر ہو جاتی۔ عبادت وریاضت اور درس وتدریس کے ساتھ ساتھ علمی کتب

☆ پرنسپل (ر) گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج،، ملتان

بھی جمع کرنا شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد 2000 تک پہنچ گئی۔ (۸)

بخارا کے بعد مکۃ المکرّمۃ تشریف لے گئے۔ مناسکِ حج ادا کیے اور پھر علم سیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ 5 برس مدینۃ النبی ﷺ میں بسر کیے۔ اس وقت کے محدث مولانا کمال الدین یمنی سے علم حدیث میں سندِ فضیلت حاصل کی (۹)۔ اس کے بعد بیت المقدس کی زیارت کے لیے چلے گئے اور وہاں سے بغداد کی راہ لی۔ بغداد پہنچ کر شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی صحبت اختیار کی۔ مولانا جمالی لکھتے ہیں کہ ایک رات عالمِ خواب میں دربارِ رسالت مآب ﷺ میں حاضری ہوئی اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے حضور حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کو دست بستہ حاضری میں موجود پایا۔ اسی مکان میں جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، ایک ڈوری پر خرقے لٹک رہے تھے۔ اس عالم میں آپ ﷺ نے حضرت بہاء الدین زکریاؒ کو اپنی طرف بلایا۔ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہِ رسالت ﷺ میں پیش کر دیا۔ آنحضور ﷺ نے ڈوری پر لٹکتے ہوئے خرقوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ یہ خرقہ شیخ بہاء الدین زکریاؒ کو پہنا دو۔ حضرت عمرؓ نے حکم کی تعمیل کی اور حضرت بہاء الدین زکریاؒ کا ہاتھ پکڑ کر آنحضور ﷺ کے قدمین شریفین میں ڈال دیا۔ شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریاؒ کو اس مشاہدہ کے بعد یقین ہو گیا کہ انہیں بارگاہِ شیخ الشیوخؒ سے خرقۂ خلافت ضرور عطا ہو گا۔ صبح نمودار ہوئی تو شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے آپ کو اپنے ہاں طلب فرمایا۔ آپ نے دیکھا کہ یہ وہی مکان اور ڈوری پر لٹکتے خرقے ہیں جو گذشتہ شب عالمِ خواب میں دیکھ چکے ہیں۔ شیخ الشیوخؒ اٹھے اور وہی خرقہ ڈوری سے اتار کر آپؒ کو عطا فرمایا جو کہ عالمِ خواب میں حضرت عمر فاروقؓ نے بحکمِ آنحضور ﷺ آپؒ کو پہنایا تھا۔ خرقہ عطا کرنے کے بعد فرمایا! ''میں فقط ان کے درمیان ایک واسطہ ہوں جیسا کہ گزشتہ شب آپ خود مشاہدہ کر چکے ہیں۔'' (۱۰)

حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ یہ نعمتِ عظمیٰ آپ نے صرف سترہ روز میں حاصل کی حالانکہ اور کئی درویش عرصہ دراز سے شیخ الشیوخؒ کی خدمت میں موجود تھے اور خرقۂ خلافت کے امیدوار تھے۔ وہ درویش حضرت بہاء الدین زکریاؒ کو خرقہ ملنے پر ناگواری محسوس کر رہے تھے کہ ہم ایک مدت سے خدمت میں موجود ہیں لیکن ایک ہندوستانی کو صرف سترہ روز میں خرقہ پہنا دیا گیا۔ یہ خبر جب حضرت شہاب الدین سہروردیؒ تک پہنچی تو آپؒ نے فرمایا:

''اے درویشو! تم سب گیلی لکڑیاں لائے تھے اور گیلی لکڑی آگ دیر سے پکڑتی ہے

جبکہ بہاء الدین زکریاؒ خشک لکڑیاں لایا تھا اور خشک لکڑی فوراً آگ پکڑتی ہے۔
تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' (۱۱)

سیّد اشرف جہانگیر سمنانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے ساتھ شیخ جلال الدین تبریزیؒ اور بابا فرید الدین گنج شکرؒ بھی شیخ الشیوخؒ کی خدمت میں بیعت کے حصول کے لیے حاضر ہوئے لیکن شیخ الشیوخ ؒ نے ان دونوں حضرات کو دوسری جگہ جانے کے لیے ارشاد فرمایا اور حضرت بہاء الدین زکریاؒ کو اپنی صحبت میں رہنے کی اجادت دی۔ ایک عرصہ تک آپ شیخ الشیوخؒ کی خدمت میں رہے اور خرقۂ خلافت پا کر بحکم شیخ الشیوخؒ ہندوستان روانہ ہوئے۔ (۱۲)

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے نزدیک آپ کو خلافت صرف تین دن میں عطا کر دی گئی تھی۔ فرماتے ہیں کہ جب آپ علوم معرفت اور کارِ عشق و محبت کی تکمیل کے بعد شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں پہنچے تو چوتھے روز آپ کو خرقہ، مصلہ، عصا اور نعلین عطا کر دی گئی اور ساتھ ہی فرمایا کہ ہم نے آپ کو ملتان کی ولایت عطا کر دی۔ حاضر درویش سب حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ اس ہندوستانی کو صرف تین روز میں ولایت کے درجے پر فائز کر دیا گیا جبکہ ہم اتنے سالوں سے خدمت میں موجود ہیں۔ یہ بات جب شیخ الشیوخؒ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: اے درویشو! بہاء الدین اپنا کام مکمل کر کے آیا تھا اور اپنے ساتھ خشک لکڑیاں لایا تھا جو تین روز میں ہی پھونک سے جل پڑیں۔ تمہارا ایندھن گیلا ہے اسے عشق کی آگ لگانے میں وقت لگے گا۔ (۱۳)

بابا فریدؒ کے نزدیک خرقہ پوشی بہت کٹھن مرحلہ ہے، یہ صرف جوانمردوں کا شیوہ ہے۔ اس کے حصول میں صرف وہی کامیاب ہوتا ہے جو شیخ کی تربیت میں سلوک کی منازل حوصلہ مندی سے طے کرتا ہے۔ خرقہ پوشی فقط اسی کو روا ہے جو ہر دو عالم سے سلسلۂ تعلقات منقطع کر لیتا ہے۔ خرقہ پوشی کے اصل حقدار مولانا بہاء الدین زکریاؒ تھے جنہوں نے علم حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل کیا اور پھر مجاہدہ و ریاضت کے مراحل طے کرنے کے بعد اپنی مراد کو پہنچے۔ (۱۴)

حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے درویشی کے 70 ہزار علوم طے کر لیے تھے اور ان تمام پر اپنے عمل کو حدِ کمال تک پہنچا دیا تھا۔ انہیں اتنی روحانی قوت حاصل ہو چکی تھی کہ اگر آسمان کی جانب نظر اٹھاتے تو عظمتِ عظیم بے حجاب مشاہدہ کرتے اور اگر زمین پر نظر کرتے تو تحت الثریٰ تک کی چیزیں دیکھ لیتے اور فرماتے کہ درویشی کا مرتبہ اس سے بھی بلند تر ہے۔ اگر اسے بیان کر دوں تو سننے والے کا زہرہ آب ہو جائے گا، یہ تو درویشی کا ادنیٰ درجہ ہے۔ (۱۵) خرقۂ خلافت سے سرفراز

ہونے کے بعد بحکم شیخ الشیوخ جانب ملتان روانہ ہوئے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ سیّد جلال الدین تبریزیؒ بھی ہمراہ چل پڑے لیکن خوارزم پہنچ کر راہیں جدا ہوگئیں۔ نیشا پور میں شیخ فرید الدین عطارؒ کی زیارت کی اور ان سے بہت زیادہ متأثر ہوئے۔ شیخ بہاء الدین زکریاؒ مختلف اسلامی ممالک کا سفر طے کرتے ہوئے صوبہ سرحد کے پہاڑوں پر پہنچے اور وہاں ایک مقام پر کچھ عرصہ کے لیے خلوت نشیں ہوئے۔ وہ پہاڑ آپ کے نام سے منسوب ہوکر ''کوہِ شیخ بہاء الدین'' کہلانے لگا اور امتداد زمانہ کے ساتھ یہ نام ''کوہِ بدیں'' مشہور ہوگیا۔ (۱۶)

داراشکوہ کہتے ہیں کہ بغداد سے مراجعت کے بعد آپ نے ملتان میں قیام فرمایا اور سالکین کی تربیت کے لیے ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ خانقاہ میں طالبانِ حق کو سلوک کی منازل طے کراتے اور طالبانِ علم کو علم سکھاتے۔ خانقاہ میں آنے والے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے۔ تھوڑے وقت میں آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور آپ کا حلقۂ ارادت وسیع ہوتا چلا گیا۔ (۱۷) اولیاء کرام، مشائخ عظام اور وقت کے متبحر علماء کرام آپ کی خانقاہ کا رخ کرنے لگے۔ سالکین تصوف آپ کی رہنمائی میں سلوک کی منازل طے کرنے لگے۔ ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریاؒ سالکین اور طالبانِ حق کے حلقہ میں ''سفید باز'' کے نام سے مشہور تھے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے اپنے آپ کو ان کے بازوؤں سے باندھ لیا، اس کی رسائی خدا تک ہوگئی۔ (۱۸) اصلاح وارشاد کے ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے ایک درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ یہ درسگاہ ''مدرسہ بہائیہ'' کے نام سے شہرت اختیار کر گئی۔ مدرسہ میں قرآن و حدیث اور صرف ونحو کے اسباق پڑھائے جاتے۔ روزگار کے حصول کے لیے فنی تعلیم بھی دی جاتی۔ جلد سازی اور خطاطی پر خاص توجہ دی جاتی۔ علامہ عتیق فکری کے بقول خط نستعلیق نے آپ کے عہد میں بہت عروج حاصل کیا کیونکہ محمد بلخی جیسے معروف خطاط مدرسہ بہائیہ میں طلباء کو خطاطی کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ (۱۹)

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ مریدین اور معتقدین کی اصلاح وتربیت فرماتے۔ ان کے نفوس کے تزکیہ کے لیے انہیں مجاہدہ وریاضت سے گزارتے اور جہالت و مادیت کو مٹانے کے لیے علم کو بطور ہتھیار استعمال کرتے۔ اسلام کی ترویج اور اشاعت کے لیے مبلغین و مصلحین تیار کرتے اور ان کی تربیت فرماتے۔ انہیں مختلف زبانوں کی تعلیم دیتے۔ آپ کی قائم کردہ اس درس گاہ میں براعظم ایشیاء کے کئی ممالک کے طلباء یہاں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یہ درسگاہ ایک ''اقامتی یونیورسٹی'' کا درجہ رکھتی تھی جہاں مختلف ممالک کے طلباء زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوتے تھے۔ فارغ التحصیل

طلباء کو خاص طور پر تربیت دی جاتی تا کہ وہ اپنے وطن واپس جا کر اسلام کی ترویج و اشاعت کا فریضہ احسن طریقے سے سرانجام دے سکیں۔ مبلغین کی تربیت کا ایک باقاعدہ شعبہ تھا جہاں مختلف ممالک کی زبانیں سکھائی جاتی تھیں تا کہ تبلیغ میں مشکل پیش نہ آئے۔ تبلیغی وفد عموماً چار یا پانچ افراد پر مشتمل ہوتا۔ ان وفود کے ہر فرد کو صبر و استقامت، حسنِ اخلاق اور تقویٰ و طہارت کی تعلیم دی جاتی۔ وہاں کے طرزِ معاشرت اور تہذیب و ثقافت سے آگاہ کیا جاتا۔ زبان سکھائی جاتی۔ زادِ راہ کے علاوہ تجارتی سامان بھی دیا جاتا۔ وفد میں شامل مبلغین اسلام کی اشاعت کے ساتھ تجارت بھی کرتے۔ ملتان کا سامانِ تجارت اس ملک میں فروخت کرتے جہاں جاتے اور وہاں کا اپنے ملک لے آتے۔ اس طرح اسلام کی ترویج و اشاعت بھی ہوتی اور روزگار کے وسائل بھی میسر آتے۔ تمام ممالک سے تبلیغی وفود اپنی مکمل رپورٹ تیار کرتے اور واپسی پر یہ رپورٹ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کو پیش کر دی جاتی۔ (۲۰)

آپ کے اس طرزِ تدریس اور طریقِ تبلیغ نے تھوڑے ہی عرصہ میں ''مدرسہ بہائیہ'' کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ برصغیر کے علاوہ جاوا، ساٹرا، انڈونیشیا، فلپائن، خراسان اور چین تک کے طلباء کے لیے ''مدرسہ بہائیہ'' پُرکشش بن گیا۔ اساتذہ کے لیے بہترین رہائش گاہیں تعمیر کی گئیں۔ طلباء کے لیے ہاسٹل بنایا گیا۔ اساتذہ اور طلباء کے قیام و طعام کا مکمل خرچہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ خود اٹھاتے۔ (۲۱) اس درسگاہ کا امتیازی پہلو یہ تھا کہ مبلغین کو تیر و تلوار، نیزہ بازی، گھڑ سواری اور تیراکی کی تعلیم بھی دی جاتی تھی تا کہ وہ ناگہانی صورت حال کا سامنا حوصلہ مندی سے کر سکیں۔ آپ کے منفرد حسنِ انتظام، طرزِ تبلیغ اور حسنِ تقریر کی بدولت خانقاہ مرجعِ خلائق بن گئی۔ مریدین و سالکین اور طلباء و طالبین کے علاوہ امراء و رؤسا اور عام و خاص ہجوم در ہجوم آنے لگے۔ آپ کی دریا دلی اور علمی فضیلت نے حکمرانِ وقت کے ایوانوں میں ہلچل مچا دی۔ ملتان کی خانقاہ میں آپ خود وعظ فرماتے اور باہر کے ممالک میں اپنے خلفاء کو بھیجتے۔ کاٹھیاوار، دکن، پنجاب اور دہلی میں ''مدرسہ بہائیہ'' کے ہزاروں فارغ التحصیل طلباء وعظ و ارشاد کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ (۲۲)

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ و نصیحت کا طریقہ کار یہ تھا کہ نماز ادا کرنے کے بعد مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہو کر تفسیر و حدیث پڑھاتے۔ اپنے اسباق کو برمحل اشعار اور حکایات سے دلچسپ بناتے۔ وعظ و نصیحت کے لیے مناسب وقت منتخب کرتے۔ جب شہر کے لوگ کام کاج سے فارغ ہو جاتے اور خانقاہ میں اکٹھے ہوتے تو آپ اس وقت سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتے اور برائی سے منع فرماتے، ان پر شفقت فرماتے، ان کے لیے خود دسترخوان بچھاتے اور کھانا ان

کے ساتھ کھاتے۔غریبوں، یتیموں، مسکینوں، ضرورت مندوں اور اقامتی طلباء کی ضروریات کو خاص طور پر پورا کرتے۔ان کے ساتھ بیٹھتے، ان کی مشکلات کو سنتے اور ان کا ازالہ فرماتے۔خانقاہ کا ہر سالک، ملتان کا ہر شہری اور مدرسہ کا ہر طالبعلم یہ سمجھتا کہ اس سے بڑھ کر ان کا مقرب اور ان کے ہاں معزز و محترم اور کوئی نہیں۔مجلس میں جو غیر حاضر ہوتا ان کے حال دریافت فرماتے۔اگر کوئی بیمار ہوتا تو بیمار پرسی کے لیے ان کے گھر تشریف لے جاتے۔تعلقات کا ہر لحاظ سے خیال رکھتے۔جس کے ساتھ تعلق ہوتا اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرماتے۔(۲۳)

جس عہد میں آپ نے وعظ وارشاد کا سلسلہ شروع کیا وہ باطنیہ اور قرامطہ کے عروج کا دور تھا۔ان کے عقائد اہلسنّت و جماعت کے خلاف تھے۔جو لوگ قرامطہ اور اسماعیلیہ عقائد کے خلاف تھے ان کا خون بہانا وہ حق سمجھتے تھے۔وہ ابتداء میں لوگوں کو اپنے عقائد کا حامی بناتے، اس کے بعد خفیہ طور پر افراتفری پھیلانے کی منصوبہ بندی کرتے، اس کے بعد حملہ کرتے اور اس علاقے، شہر یا ملک پر اپنا قبضہ قائم کرتے۔اپنے اسی منشور اور منصوبہ بندی سے کئی شہروں پر اپنا قبضہ جما چکے تھے۔مصر، عراق، شام سمیت ملتان شہر بھی ان کے تسلط میں تھا۔قرامطہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے سادات کو استعمال کرتے تھے۔جہاں سادات کے مقیم ہونے کا علم ہوتا وہاں پہنچ جاتے اور اپنی گردنیں اطاعت کے لیے جھکا دیتے۔سندھ اور ملتان میں چونکہ سادات کی کثیر تعداد سکونت پذیر تھی اس لیے قرامطہ نے سندھ اور ملتان کو بھی اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور اپنی خفیہ تبلیغ اور منصوبہ بندی سے ملتان میں اپنا اثر ورسوخ قائم کرلیا۔محمود غزنوی نے ان پر کئی حملے کیے لیکن ان کا زور نہ ٹوٹا، یہاں تک کہ 571ھ میں شہاب الدین غوری نے زوردار حملہ کر کے قرامطہ کی کمر توڑ ڈالی، تاہم قرامطہ کا مکمل طور پر صفایا نہ ہو سکا۔شہاب الدین غوری کے بعد سلطان قطب الدین ایبک اور سلطان شمس الدین التمش بھی قرامطہ سے برسرِ پیکار رہے لیکن قرامطہ نے اپنا وجود برقرار رکھا۔قطب الدین ایبک کے بعد ناصر الدین قباچہ نے ملتان پر قبضہ کرلیا۔ان دنوں حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی خانقاہ صوفیاء کرام اور مشائخِ عظام کی آماجگاہ اور علم وادب کا گہوارہ بنی ہوئی تھی۔اپنی علمی و دینی، تبلیغی وروحانی سرگرمیوں اور فیوض وبرکات کی وجہ سے برصغیر میں آپ کا دور ''خیر الاعصار'' کے نام سے شہرت پا چکا تھا۔(۲۴)

امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ ملتان اپنی علمی اور ادبی سرگرمیوں کی وجہ سے ''قبۃ الاسلام'' کہلاتا تھا اور عالمِ اسلام میں شہرت پا چکا تھا۔مختلف ممالک کے علماء ومشائخ وہاں موجود تھے۔(۲۵)

حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے اپنے وعظ وارشاد اور تبلیغ سے نہ صرف یہ کہ قرامطہ کے اثرات

اوران کے باطل عقائد کا زور توڑا بلکہ انہیں اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کر کے مبلغِ اسلام بنا دیا۔ جو کام محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی تلوار نہ کر سکی وہ کام آپ کی اثر آفرین تبلیغ نے کر دیا۔ آپ نے اپنی روحانی تعلیمات اور دلنشیں ارشادات سے لاکھوں انسانوں کو نئی ایمانی زندگی سے سرفراز کیا۔ آپ کا وجود سرزمینِ ملتان کے لیے بادِ بہاری کا ایک ایسا جھونکا ثابت ہوا جس نے اہالیانِ ملتان کے مردہ دلوں کو زندہ کر دیا۔ قرامطہ اور اسماعیلیہ فرقے کی تعلیمات کا اثر زائل کرنے کے لیے فقہ وتصوف کو بطور ہتھیار استعمال کیا۔ جہالت اور مادہ پرستی کا مقابلہ کرنے کے لیے علم وحکمت کا چراغ جلایا۔ اسلامی شعار اور نئی روایات کو زندہ کرنے کے لیے نظامِ خانقاہی کی حقیقی روح کو اجاگر کیا۔ نوفلاطونی فلسفوں اور باطنی تاویلات کا ردّ پیش کیا۔ اسلام کی حقیقی فکر کی حفاظت کے لیے مبلغین و مصلحین کی جماعتیں تشکیل دیں۔ مصادرِ دین اور حدیث وفقہ کی ترویج واشاعت کا باقاعدہ شعبہ قائم کیا۔ تشکیل والحاد اور شکوک و شبہات کی مسموم فضاء میں علمی طرزِ استدلال اپنا کر لوگوں کے مضطرب قلوب کو سکون واطمینان فراہم کیا۔ اضطرابِ عقائد کے اس دور میں ایسی روحانی فضاء قائم کی جس نے ایمان کی دبی ہوئی چنگاریوں کو شعلۂ جوالہ بنا دیا۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، بابا فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت سلطان سخی سرورؒ اور حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے اولیاء کرام کے ساتھ علمی ودینی مباحث اور تبلیغی واصلاحی مجالس منعقد کر کے اہالیانِ ملتان کے تنِ مردہ میں زندگی کی نئی روح پھونک دی۔ اپنی انہی مجالس اور تعلیمات کے ذریعے مخلوقِ خدا کو ضلالت وگمراہی کے پاتال سے نکالا۔ باطل کے خارجی حملوں اور سیاسی انتشار سے محفوظ رکھا۔ ایسے دشمنوں کو اسلام کی دولت سے مالا مال کیا جنہیں نیزہ وتلوار کی طاقت زیر نہ کر سکی۔ مولانا نور احمد خان لکھتے ہیں:

> ''شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے جب دیکھا کہ حاکم ملتان کی لاپرواہی کے سبب قرامطہ کی ملحدانہ تعلیمات غیر شعوری طور پر عوام کے قلب ودماغ پر چھار ہی ہیں تو انہوں نے قرامطہ کے اثر ونفوذ کو مٹانے اور نوعِ انسانی کو اسلام سے متعارف کرانے کا باقاعدہ منصوبہ تیار کیا۔ قرامطہ کے ساتھ ہندوؤں کو اسلام کی دعوت دی اور ان کے قدیم مندر ''پرہلاد جی'' کے سامنے مسندِ ارشاد بچھائی۔ جو ہندو پوجا کے لیے مندر آتے، آپ انہیں دعوتِ اسلام دیتے۔ آپ کی دعوت اور نورانی چہرے کا یہ اثر ہوتا کہ وہ بلاتامّل کلمۂ شہادت پڑھ کر حلقۂ اسلام میں داخل ہو جاتے اور کہتے کہ آپ منش نہیں بلکہ بھگوان کے اوتار ہیں، جو دھرم آپ کا ہے

وہی ہمارا ہوا''۔(۲۶)

ہندوؤں کے اس قدیم مندر کے سامنے اپنی خانقاہ قائم کر کے اشاعتِ اسلام کا آغاز کیا۔ خانقاہ کو دو شعبوں میں تقسیم کیا۔ایک شعبے میں مسندِ علم بچھائی۔قرآن وحدیث اور فقہ وتصوف کے شعبے کے ساتھ ٹیکنالوجی کا شعبہ بھی قائم کیا۔خانقاہ میں آنے والوں کو سب سے پہلے علم کے زیور سے آراستہ کرتے۔انہیں قرآن وحدیث، شریعت وطریقت اور تبلیغ کے آداب سکھاتے۔مختلف ممالک کی زبانوں کی تعلیم دیتے۔اس شعبہ میں علماء پیدا کرتے۔اس شعبے کے فارغ التحصیل علماء کو خانقاہ کے دوسرے شعبے میں تربیت دی جاتی۔انہیں مجاہدہ وریاضت اور آدابِ تبلیغ سکھائے جاتے۔مختلف ممالک کی زبانیں وہاں کی تہذیب وثقافت، آدابِ معاشرت اور گفتگو کا سلیقہ سکھایا جاتا۔آپ فارغ التحصیل طلباء کو ذہنی طور پر تیار کرتے کہ آپ کو اسلام کی ترویج واشاعت کا فریضہ فی سبیل اللہ سرانجام دینا ہے۔ انہیں ان کی مرضی کے مطابق تبلیغ پر بھیجتے۔جو مبلغ جس علاقے میں جانے کا ارادہ ظاہر کرتا اسے اس ملک کی روایت اور معاشرت کے ساتھ اس علاقے کی زبان کی تعلیم دیتے۔مبلّغین کے وفود کی تشکیل میں بڑی احتیاط سے کام لیتے۔میرِ کارواں کو زادِراہ دیتے جو پانچ ہزار اشرفیوں پر مشتمل ہوتا۔(۲۷)

خانقاہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے مبلغین سوداگروں کے لباس میں جاوا، سماٹرا، فلپائن اور چین کا سفر کرتے اور وہاں جا کر اپنا سامانِ تجارت فروخت کرتے۔وہاں کے لوگوں سے راہ ورسم پیدا کرتے اور پھر مناسب موقع دیکھ کر انہیں اسلام کی دعوت دیتے۔ان مبلغین کی دیانت داری، لین دین میں حسن اخلاق، گفتگو میں عاجزی وانکساری اور صاف گوئی سے لوگ متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے اور اسلام کو دین حق سمجھ کر قبول کر لیتے (۲۸)۔

حضرت بہاء الدین زکریاؒ دونوں شعبوں کی نگرانی خود فرماتے، طلباء واساتذہ کے قیام وطعام اور ان کے اخراجات خود برداشت کرتے۔اسباق اور اوقات خود مقرر فرماتے، نماز اور عبادت وریاضت کے اوقات خود مقرر فرماتے۔اسی طرح تبلیغ کے شعبہ کی نگرانی کرتے۔آپ سے پہلے حضرت سلطان سخی سرورؒ جو کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے براہِ راست شاگرد اور مرید تھے اسلام کی ترویج واشاعت میں ان کے خلفاء ومریدین کی جماعتیں سرگرم عمل تھیں لیکن وہ منظم نہ تھیں۔آپ نے ان تبلیغی جماعتوں کی سرپرستی فرماتے ہوئے انہیں منظم کیا۔دس دس میل کے فاصلے پر ان کے لیے سرائیں تعمیر کرائیں۔یہ تبلیغی وفود کشمیر، گوادر، راس کماری، بنگال اور ہندوستان کے دیگر حصوں میں جاتے اور واپسی پر ایک بڑی جماعت کی شکل میں توحید کی صدائیں بلند کرتے ہوئے شیخ الاسلامؒ کی

خانقاہ میں حاضر ہوتے اور اپنے تبلیغی سفر کی مکمل روداد بیان کرتے۔ اس جماعت کا قائد ''خلیفہ'' کہلاتا تھا۔ یہ تبلیغی وفود دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر اشاعتِ اسلام میں مصروف رہتے۔ کھانے پینے کے لیے زادِ راہ موجود ہوتا، رہائش کے لیے جہاں رات آ جاتی خیمہ نصب کر کے سو جاتے، دینِ حق کی تبلیغ کے علاوہ کوئی اور مقصد پیش نظر نہ ہوتا۔ جس شہر میں جاتے حکمرانوں سمیت عوام الناس کا احترام کرتے کیونکہ تبلیغ کے علاوہ ان کا کوئی سیاسی مقصد نہ ہوتا۔ جہاں جاتے اسلام کا چراغ جلاتے، کفر والحاد کے اندھیروں کو مٹاتے، جس ملک یا شہر میں حالات سازگار ہوتے وہاں مدارس قائم کرتے اور تربیت کے لیے خانقاہ کی بنیاد ڈالتے۔ ان مدارس میں بھی ملتان کے مرکزی مدرسہ بہائیہ کا نصاب پڑھایا جاتا۔ روحانی تربیت کے لیے روحانی مراکز قائم کیے گئے۔ ایسے مراکز ملتان کے علاوہ سندھ اور پنجاب کے دیگر تمام علاقوں میں موجود تھے۔ جب تبلیغی وفود ان علاقوں میں جاتے تو وہاں کے لوگ کام کاج سے فارغ ہو کر حلقۂ ذکر وفکر میں شریک ہو جاتے۔ بعض لوگ ان مراکز میں خلوت نشیں ہو کر تزکیۂ نفوس کرتے۔ تبلیغی جماعت کے ارکان ان مراکز میں سالکین کی تربیت کرتے۔ انہیں ذکر وفکر اور عبادت و ریاضت کا طریقہ بتاتے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

> ''حضرت بہاء الدین زکریاؒ اپنے عہد میں اولیاء کے سردار تھے۔ علوم ظاہری کے متبحر عالم اور علومِ باطنی یعنی مکاشفات و مشاہدات کے مقامات و احوال میں کامل تھے۔ ان کے ساتھ جمہور اولیاء اللہ کے سلاسل جڑے ہوئے تھے۔ لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتے، کفر سے ایمان، معصیت سے اطاعت اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف بلانے میں آپ کا منفرد مقام تھا۔'' (۲۹)

عبادت وریاضت اور رشد وہدایت میں کسبِ حلال کو بہت اہمیت دیتے۔ بیعت کرنے سے پہلے عقائد اور ذریعۂ معاش کے متعلق پوچھتے۔ مرید کو رزقِ حلال کی ترغیب دیتے۔ جب بھی کسی کو کچھ عطا فرماتے تو سنت کی اتباع کرتے ہوئے بغیر احساس دلائے عمدہ چیز عطا فرماتے۔ طلباء اور اساتذہ کا خاص خیال رکھتے۔ اپنے صاحبزادوں کے معلمین کا خاص خیال رکھتے۔ ان کو ضروریاتِ زندگی کے علاوہ سونے چاندی سے مالا مال کر دیتے۔ یہ جود وسخا ہر ایک کے لیے روا تھا۔ (۳۰)

آپ کامل یقین رکھتے تھے کہ رزقِ حلال کے بغیر نہ عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ ہی تبلیغ و ارشاد میں کوئی اثر پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے کسبِ حلال کو یقینی بنایا۔ اللہ نے آپ کو دین کے ساتھ دنیا سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ آپ نے اپنے ذاتی سرمایہ سے ملتان کے علاوہ پورے برصغیر میں تجارتی

مراکز قائم کیے۔ سکھر، بھکر اور منصورہ میں آپ کے بڑے بڑے ڈیپارٹمنٹل سٹور تھے۔ یہاں سے سامانِ تجارت آپ کے مبلّغین دوسرے ممالک میں لے جاتے۔ سندھ سے سامانِ تجارت بذریعہ سمندری راستے عراق، عرب اور مصر جاتا اور لاہور سے براستہ خشکی دہلی، ایران، افغانستان کی تجارتی منڈیوں میں پہنچتا۔ آپ کی زرعی اجناس بھی غیر ملکی منڈیوں میں جاتیں اور اس کا منافع غریبوں، یتیموں اور ضرورت مندوں پر خرچ ہوتا تھا۔ مسافروں کے لیے سرائیں اور بیماروں کے لیے ہسپتال کھولے جاتے۔ کوٹ کروڑ، لودھراں، درہن واہن کی زمینیں بڑی زرخیز تھیں۔ اس عہد میں دریائے ستلج عروج پر تھا اور آپ کی زمینوں پر سے گزرتا تھا۔ اس کے پانیوں نے آپ کی زرعی زمینوں کو زرخیز بنا دیا تھا اور زمین سونا اُگل رہی تھی۔ ان زمینوں کی آمدنی، مدرسہ بہائیہ اور تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ تجارتی مقاصد کے لیے بھی استعمال ہوتی تھی۔ (۳۱)

مولانا نور احمد فریدی نے شیخ الاسلامؒ کے مرید کے حوالے سے کسب حلال کے ضمن میں بڑی دلچسپ بات لکھی ہے کہ میں نے آپؒ کے ایک مرید کی تحریر کردہ کتاب ''کسب نامہ'' بزبان فارسی دیکھی، جس میں حجام، ترکھان، جولاہوں، دوکانداروں اور ان کے اوزاروں کا ذکر تھا۔ حجام کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا تھا۔ اس میں حجامت کے اوزاروں کا ذکر تھا کہ یہ کب، کہاں اور کس لیے اتارے گئے۔ اس کے بعد حجام کے لیے آداب اور چند دعائیں بیان کی گئی تھیں تا کہ وہ حجامت کرتے وقت بے ہودہ گفتگو کی بجائے وہ دعائیں پڑھتا رہے۔ استرا اٹھانے اور استعمال کرنے کی دعائیں مختلف تھیں۔ اسی طرح قینچی اٹھانے اور چلانے کی دعا اور تھی۔ اسی طرح دھوبی کے لیے دعائیں اور ہیں اور ان کے کپڑوں کو اٹھانے، کی دھونے، پھٹے پرانے کپڑے سینے اور خشک کرنے کی الگ الگ دعائیں ہیں۔ ساتھ ہی یہ وعید لکھی گئی ہے کہ اگر تم جان بوجھ کر کپڑا خراب دھوؤ گے یا پھاڑو گے تو روز قیامت تمہارا حشر یہودیوں کے ساتھ ہوگا۔ اسی طرح جولاہوں کے لیے ہدایات لکھی گئی ہیں۔ (۳۲)

''کسب نامہ'' اور ان دعاؤں پر غور کرنے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ یہ ''کسب نامہ'' درحقیقت ''ترغیب نامہ'' ہے جس میں شیخ الاسلامؒ نے کسب حلال کی طرف اپنے مریدین کو اس موثر انداز کے ساتھ راغب کیا ہے کہ حجام، دھوبی، دوکاندار اور جولاہا اپنے پیشے سے عار محسوس کرنے کی بجائے اسے عبادت سمجھ کر اپنائے۔ اپنی روزی بھی کمائے اور آخرت بھی سنوارے۔ یہی انداز آپؒ نے زندگی کے وابستہ دوسرے شعبہ میں اپنایا، یہاں تک کہ آپ کے گھر اور خانقاہ کے خدام کا ہاتھ کام میں اور اور دل و زبان یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ گھر میں کام کرنے والی عورتیں چکی پیسنا شروع کرتیں تو ان کا ہاتھ چکی چلانے میں ہوتا اور زبان پر کلام پاک ہوتا۔ ادھر کام ختم تو ادھر

قرآن مجید ختم ہوتا۔(۳۳)

سنت کے خلاف کوئی کام ہوتا دیکھ لیتے تو فوراً گرفت فرماتے۔ بابا فریدؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار بخارا کا ایک متبحر عالم دین آپ کی خانقاہ میں حاضر ہوا۔ اس نے اپنے سر پر دستار سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف باندھی ہوئی تھی۔ دستار کا ایک حصہ پیچھے لٹک رہا تھا اور ایک سرا سر کے اوپر ابھرا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب! آپ اپنے ساتھ دو سانپ لے آئے ہیں، یعنی ایک تو دستار کی چھور اور دوسرا بالوں کی چوٹی۔ مولوی صاحب نے اسی وقت اپنے سر کے بال منڈوا دیئے اور دستار سنتِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق باندھنے کی تجدید کی۔ اس کے بعد بابا فریدؒ نے فرمایا کہ شیخ بہاء الدین زکریاؒ نفس گیرار کھتے تھے یعنی وہ آنے والے کو دیکھ کر اس کی حقیقت حال تک پہنچ جاتے۔ ایک بار ایک عبادت گزار آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ اٹھو اور مجھے دو رکعت نماز نفل ادا کر کے دکھاؤ تا کہ میں دیکھ سکوں کہ تم عبادت میں سنت مصطفیٰ ﷺ کی اقتدا کرتے ہو یا نہیں۔ وہ شخص جس کا نام سلیمان تھا، اٹھا اور دو رکعت نماز نفل ادا کرنے لگا مگر وہ اپنے دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ سنت کے مطابق نہیں رکھ پا رہا تھا۔ آپ نے انہیں سنت کے مطابق نماز ادا کرنے کا طریقہ سمجھایا۔(۳۴)

سنتِ مصطفیٰ ﷺ کی پاسداری میں کبھی اپنے نفس کو آڑے نہ آنے دیتے۔ علماء و مشائخ کے ساتھ رواداری سے پیش آتے۔ جہاں اتباع سنت کا ذکر آتا، بلا تاخیر کر گزرتے۔ قاضی قطب الدین کاشانی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم دین تھے۔ ناصر الدین قباچہ انہیں خاص طور پر دہلی سے ملتان لایا تھا اور حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے قائم کردہ مدرسہ بہائیہ کے مقابلہ میں ایک عالی شان درس گاہ تعمیر کر کے دی، جہاں وہ درس دیتے اور امامت کراتے تھے۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کبھی کبھار صبح کی نماز ان کی امامت میں ادا کر لیتے تھے۔ ایک بار قاضی قطب الدین کاشانی نے آپ سے پوچھا کہ آپ دور سے آ کر میرے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں، اپنی خانقاہ میں کیوں نہیں پڑھ لیتے؟ آپ نے فرمایا کہ میں اس حدیث پر عمل کرتا ہوں:

"من صلی خلف عالم تقی فکانما خلف نبی مرسل."

"جس نے متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے نبی مرسل کے پیچھے نماز پڑھی"۔(۳۵)

شیخ الاسلامؒ نے اپنے اوقات کو مصروفیات کے مطابق تقسیم کر رکھا تھا۔ ہر کام ٹائم ٹیبل کے مطابق کرتے۔ مسندِ علم پر جلوہ افروز ہو کر تدریس کا فریضہ انجام دیتے۔ تبلیغی وفود مقرر کرتے اور

سالکین کو سلوک کی منازل طے کراتے۔ عوام الناس سے ملاقات کرتے۔ علماء ومشائخ کے ساتھ مجالس منعقد کرتے۔ حکومتی اراکین کو نصیحتیں کرتے اور حکمرانوں پر گرفت فرماتے تھے۔ ان تمام امور کی بجا آوری کے باوجود یادِ الٰہی سے کبھی غافل نہ ہوتے۔ عبادت وریاضت کے اوقات عمر کے آخری لمحوں تک قائم رہے۔ رات قیام میں گزر جاتی۔ دو رکعت نفل نماز میں قرآن مجید ختم فرماتے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو آج رات کو دو رکعت نماز پڑھے اور ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرے۔ حاضرین خاموش ہو گئے۔ شیخ بہاء الدین زکریاؒ آگے بڑھے اور ایک رکعت میں مکمل قرآن مجید ختم کر کے چار سیپارے مزید پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھ کر نماز پوری کی۔ آپ فرمایا کرتے مجھے جو کچھ ملا ہے، نماز سے ملا ہے۔ (۳۶)

ساری زندگی نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔ فجر کی نماز کے بعد ارشاد واصلاح کی مجلس قائم کرتے۔ علماء ومشائخ آپ کی مجلس کے منتظر رہتے۔ علمی نکات زیر بحث لاتے۔ سلوک ومعرفت پر گفتگو ہوتی۔ مجلس میں موجود علماء ومشائخ اور حاضرین کے سوالات کا جواب دیتے۔ بابا فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں آپ کی مجلس میں موجود تھا، زُہد کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

زُہد اور درویشی تین چیزوں کا نام ہے۔ یعنی جس میں تین چیزیں پائی جاتی ہوں، وہ زاہد ہے۔ وہ یہ ہیں:

☆ پہلے دُنیا کو پہچاننا اور پھر اس سے ہاتھ کھینچ لینا،

☆ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنا اور ملحوظ خاطر رکھنا۔

☆ تیسرا یہ کہ آخرت کی آرزو کرنا اور اس کی طلب کی کوشش کرنا۔ (۳۷)

اس طرح آپ نے دعا کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

جو شخص چار چیزیں اٹھالیتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے چار چیزیں اٹھالیتا ہے۔

اوّل: جو زکوٰۃ اٹھالے اللہ اس سے مال اٹھالیتا ہے۔

دوم: جو صدقہ اور قربانی نہ دے اللہ تعالیٰ اس سے آرام اٹھالیتا ہے۔

سوم: جو نماز کو ترک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے موت کے وقت ایمان چھین لیتا ہے۔

چہارم: یہ کہ جو دعا نہ مانگے اللہ تعالیٰ اس سے قبولیت اٹھالیتا ہے۔ (۳۸)

آپ ترکِ لذیات، نفسانی خواہشات اور مجاہدہ وریاضت کی ہمیشہ تلقین کرتے اور یہ فرماتے کہ مجاہدہ یہ ہے کہ نفس جس چیز کی خواہش کرے، بیس سال تک نفس کی اس خواہش کو پورا نہ کیا جائے۔ آپ فرماتے جیسا کہ میں نے بیس سال مسلسل مجاہدے اور نفس کشی میں گزارے۔ دن کو روزہ رکھا اور رات کو قیام کیا۔ ایک چھٹانک پانی اور ایک چھٹانک روٹی پر روزہ افطار کرتا رہا۔ یہ ادنیٰ سے ادنیٰ مجاہدہ ہے جو کہ ایک مقتدی کر سکتا ہے۔ اس کے بعد فریضۂ حج سے سبکدوش ہوا، اس طرح کہ ہر گام دل سجدہ ریز رہا۔(۳۹)

بیس برس تک مسلسل آپؒ نے لوگوں کو دینِ حق کی تبلیغ کی، گمراہ ہدایت پاتے اور کافر ومشرک حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاتے۔ مغرب کی نماز کے بعد سیر کرتے اور عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد خلوت نشین ہو کر یادِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ سنتِ رسول ﷺ کی سختی سے پابندی کرتے اور اپنے مریدین کو بھی پابندی کی تلقین کرتے۔ بیعت کرتے وقت انہیں اس امر کی بھی ہدایت کرتے کہ میرے ہاتھ میں ہاتھ رہنے کے بعد استقامت اختیار کرو گے اور کسی پیر کے دروازے پر نہیں جاؤ گے کیونکہ مرید وہی ہوتا ہے جو ایک دروازہ پکڑے اور اسے محکم پکڑے۔(۴۰)

مریدین ومعتقدین کو اتباعِ سنت کی ہدایت فرماتے اور سمجھاتے کہ یہ مجلس آؤ تو سنت کے مطابق ''السلام علیکم'' کہو اور جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جاؤ۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ کا گزر ایک ندی کے کنارے سے ہوا۔ وہاں آپ کے چند مرید وضو کر رہے تھے، آپ کو دیکھتے ہی وضو ادھورا چھوڑ کر آپ کی طرف دوڑ پڑے۔ ایک درویش نے وضو مکمل کیا اور اس کے بعد حاضر خدمت ہو کر آداب بجالایا، شیخ الاسلامؒ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ تم ان سب سے افضل ہو اور زاہد ہو کہ تم نے سنتِ رسول ﷺ کا لحاظ رکھا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ آپ سنتِ مصطفیٰ ﷺ کے احیاء کے لیے ہر آن کوشاں رہے۔ عبادت وریاضت، معیشت ومعاشرت، تجارت وزراعت اور قیام وطعام میں ہمیشہ سنتِ مصطفیٰ ﷺ کو ملحوظ رکھا اور دوسروں کو اس کی تلقین فرمائی۔ ایک دفعہ درویشوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، ایک درویش کو دیکھا کہ وہ کھانا شوربے میں بھگو کر کھا رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ ان تمام درویشوں میں یہ درویش کھانا کھانا جانتا ہے کیونکہ یہ سنتِ مصطفیٰ ﷺ کے مطابق کھانا کھا رہا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نان ثرید کو دوسرے کھانوں پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس

طرح مجھے عام انبیاء پر حاصل ہے اور عائشہ کو تمام عورتوں پر حاصل ہے۔(۴۱)

آپ کی زندگی ہی میں ملتان کے علاوہ دیگر ممالک میں سہروردی خانقاہیں اور تبلیغی مراکز قائم ہو چکے تھے۔ سید جلال الدین بخاریؒ نے اُوچ شریف میں خانقاہ قائم کی، سید جلال الدین سلہٹیؒ جو کہ سید جلال الدین بخاریؒ کے نواسے تھے، نے اپنے چھ سو مریدین کے ہمراہ کشمیر میں ترویج واشاعتِ اسلام کا سلسلہ شروع کیا، سر حسینی نے ہرات میں اور حضرت فخر الدین عراقیؒ نے مصر اور شام میں سلسلہ سہروردیہ کی ترویج واشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ حضرت سید جلال الدین بخاریؒ ملتان سے اُوچ شریف چلے گئے ان کی اولاد میں سے آپ کے پوتے سید مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ اور مخدوم راجن قتالؒ نے حضرت شیخ الاسلامؒ کی تعلیمات کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ حضرت شاہ رکن عالمؒ کے خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ جب کسی کو مرید کرتے تو فرماتے کہ تم مرید تو حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے ہو، میں تو فقط ان کا وکیل ہوں۔(۴۲)

حضرت شہباز قلندرؒ جو کہ آپ کے مرید وخلیفہ ہونے کے باوجود آپ کے احباب میں شامل تھے، انہوں نے سندھ میں تبلیغی مرکز قائم کر کے اس سلسلے کو فروغ دیا۔ شیخ فخر الدین عراقیؒ سے آپ کو کمال محبت تھی۔ آپ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے بھانجے تھے۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے اپنی صاحبزادی بھی ان کے عقد میں دی تھی۔ شیخ فخر الدین عراقیؒ، حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی وفات کے بعد ملتان سے بیت اللہ شریف چلے گئے۔ وہاں سے روم کے شہر قونیہ پہنچے اور ابن عربیؒ کے خلیفہ شیخ صدر الدین سے ملاقات کی اور کچھ عرصہ ان کی صحبت میں رہ کر علمی نشستیں قائم کیں۔ اس قیام کے دوران "لمعات" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔ قونیہ سے حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ کو ایک خط بھی لکھا جو اپنے عارفانہ نکات کے حوالے سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔(۴۳)

قونیہ سے آپ مصر گئے۔ وہاں سلسلہ سہروردیہ کو فروغ دیا۔ اس کے بعد دمشق چلے آئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ اہلِ شام شیخ فخر الدین عراقی کو "بحر العجم" اور "بحر العرب" کہا کرتے تھے۔(۴۴)

شیخ فخر الدین صاحبِ تصنیف بزرگ اور بہت بڑے شاعر تھے۔ انہوں نے اپنی تصانیف، شاعری اور بلند علمی مرتبہ کی وجہ سے سلسلہ سہروردیہ کو مختلف ممالک میں فروغ دیا۔ خواجہ حسن افغاناں نہایت زاہد وعابد خلیفہ تھے۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ فرمایا کرتے کہ اگر روزِ قیامت مجھ سے سوال ہوا کہ تم دنیا سے کیا تحفہ لائے ہو تو عرض کروں گا کہ خواجہ حسن افغاناں کا صدق اور اس کا اعتقادِ راست لایا

ہوں۔(۴۵)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدُنی عطا فرمایا تھا۔انہوں نے اپنے صدق، خلوص اور حسنِ اخلاق سے سلسلہ سہروردیہ کی ترویج اور اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔شیخ الاسلام کی وفات کے بعد حضرت رکن الدین عالم قریشیؒ اور حضرت صدرالدین عارف باللہؒ نے سلسلہ سہروردیہ کو بام عروج تک پہنچادیا۔

حضرت امیر حسینی آپ کے مریدوں میں ممتاز و منفرد مقام رکھتے تھے۔شیخ الاسلامؒ کی اجازت سے ہرات تشریف لے گئے اور وہاں اسلام کی ترویج واشاعت میں تاحیات کوشاں رہے۔ **کنز الرموز** کا ترجمہ، **ترجمة ابدروح** ، **سی نامه صراطِ مستقیم**، **طيب المجالس** اور **المسافرين** آپ کی معروف تصانیف ہیں۔انہوں نے اپنے قلم اور وعظ ونصیحت سے اسلام کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا۔

حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے وعظ وارشاد کے علاوہ ذکر واوراد کے ذریعے بھی لوگوں کے نفوس کا تزکیہ کیا۔ ''انوارِ غوثیہ'' میں ''کتاب الاوراد''، ''**شروط اربعین فی جلوس المعتكفين**'' اور ''**رسالہ شیخ بهاء الدین زکریا ملتانی**ؒ '' کا ذکر ملتا ہے۔(۴۶) کتاب الاوراد کا ایک خطی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کی لائبریری میں موجود ہے۔(شمارہ *RI.II 142*)

یہ کتاب درحقیقت مسائلِ تصوف پر مشتمل ہے۔صلوٰۃ، زکوٰۃ، روزہ، حج، طہارت وپاکیزگی اور توبہ واخلاص کے مسائل کو صوفیانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔شیخ الاسلامؒ نے اس کتاب کے ذریعے عوام الناس کا بالعموم اور اپنے مریدین کا بالخصوص تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ کا مسلک تصوف شریعت کی پابندی کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔اس کتاب کا انداز بھی مبلّغانہ ہے۔اس کتاب میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ شرعی احکام میں **اَفعل و لا تفعل** زیادہ نہیں کرنی چاہیے یعنی ایسا کرو اور ایسا نہ کرو، یہ بدعت ہے شیخوں کی مجوزہ ہے اور توکل کے لیے نقصان دہ ہے،اس پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔اتباعِ سنت لازم ہے کیونکہ برکت اسی میں ہے۔(۴۷)

اس کتاب میں آپ نے نماز پنجگانہ، نماز اشراق، نماز چاشت، تہجد، نماز احزاب واستخارہ اور نماز جنازہ کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔آپ کے ایک فاضل مرید مولانا علی بن احمد غوری نے ''**کنز العباد**'' کے نام سے ''**کتاب الاوراد**'' کی شرح تحریر کی جو کہ ایک بحرِ محیط کی حیثیت رکھتی ہے۔ ''کتاب الاوراد'' میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر نہایت علمی انداز میں کی گئی۔وضو اور غسل کے مسائل بڑے لطیف پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں۔اوراد ووظائف بھی تلقین کیے گئے ہیں۔ ''کتاب الاوراد''

حقیقت میں آپ کے تبلیغی مشن کا حصہ ہے۔اس مختصر تصنیف کے ذریعے آپ نے اپنے مریدین کی اصلاح وارشاداور تربیت کے ساتھ ان کے اخلاق کی بھی تہذیب کی ہے۔عام لوگوں کوارکان اسلام، عقائداسلام،ضروری مسائل اور عبادات وریاضت کے علاوہ قرآن فہمی کی بھی تلقین فرمائی ہے۔اورادو وظائف تلقین کر کے تہذیبِ نفس کا فریضہ انجام دیا ہے۔

''شروط اربعین'' کے ذریعے آپ نے اعتکاف کا طریقہ کاراوراس کے مسائل سمجھانے کی کوشش کی ہے۔شروط اربعین درحقیقت ایک ایسا تبلیغ نامہ ہے جس میں سالک کواللہ سے لَو لگانے اورتنہائی میں اُسے یاد کر کے اس تک رسائی کا طریقہ بتایا گیا ہے۔شیخ الاسلامؒ نے اپنے مریدین کو یہ سمجھانے کی سعی کی ہے کہ بغیر خلوت اختیار کیے فقر وتصوف کا حصول ممکن نہیں۔ضروری ہے کہ سالک تنہائی کے لمحات نکال کر اپنے معبودِ برحق کو یاد کر لے تاکہ اُسے یکسوئی اور مشاہدۂ حق میسر آسکے۔ایسا محسوس کرے کہ شروط اربعین شیخ الاسلام نے آنحضور ﷺ کی اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریر فرمائی:

> ''جو شخص صدق دل سے چالیس یوم ذکرِ الٰہی میں مصروف رہا تو اس کی زبان سے حکمت اوردانائی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔''

حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے شروط اربعین لکھ کر درحقیقت اعتکاف کے آداب شرائط سمجھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔اس مختصر رسالہ میں بیان کردہ چالیس شرائط معتکف کے لیے معبود برحق تک پہنچنے کا اہم وسیلہ ہیں۔

''بہاءالدین زکریا ملتانی سہروردیؒ'' کے نام سے ایک رسالہ آپ کے نام سے منسوب ہے، یہ آپ کے کسی مرید نے تحریر کیا تھا۔اس رسالہ کے ذریعے آپ نے تصوف کی حقیقت بیان کی ہے اور ساتھ ہی مخلوق خدا کواس حقیقت سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس کی پیدائش کا مقصد معبودِ حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہونا اور حقِ بندگی ادا کرنا ہے۔سلوک کی منازل اور مریدین کی تربیت کا طریقہ بتایا اورانہیں تاکید کی کہ جب تک علمِ شریعت پر عمل نہ کیا جائے اس وقت تک علم بیکار رہتا ہے۔اس مقصد کے حصول کے لیے شیخ کامل کی راہنمائی ضروری ہوتی ہے۔قرآن وحدیث کے ذریعے سالک کواس حقیقت سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد صرف اورصرف یہ ہے کہ اس کا دل ذکرِ الٰہی میں مصروف رہے۔اس کے اعضاء کام میں لگے ہوئے ہوں لیکن دل یادِ خدا میں ہر آن مشغول رہے۔فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت شہاب الدین سہروردیؒ حرمِ کعبہ میں حضرت ابونجیب

سہروردیؒ کے ساتھ ذکرِ الٰہی میں مصروف تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا لیکن حضرت نجیب سہروردیؒ نے ان کی طرف التفات نہ فرمایا۔ جب مشاہدۂ حق سے باہر آئے تو حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے پوچھا کہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرف توجہ کیوں نہ فرمائی؟۔فرمایا کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف توجہ اس لیے نہ دی کہ میں مشاہدۂ حق میں مشغول تھا اگر وہ وقت میرے ہاتھ سے نکل جاتا تو پھر نہ آتا جبکہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا وقت دوبارہ میسر آنا بعید نہیں۔ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت خضر علیہ السلام دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپ کا استقبال کیا۔آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب مرید مراقبہ میں ہو تو اس کی تمام تر توجہ خالقِ حقیقی کی طرف ہونی چاہیے۔ سالک کے دل میں غیر خدا کی یاد کا گزر تک نہ ہو کیونکہ یہ معبودِ برحق کی عبادت میں شرک کے مترادف ہے۔ شیطان وسوسے ڈالتا ہے، اس لیے سالک کو چاہیے کہ ان تمام وسوسوں کو دور رکھے اور اپنے آپ کو ربِ حقیقی کے حوالے کر دے۔ اس رسالہ کے ذریعے شیخ الاسلامؒ نے اپنے مریدین کو سلوک کی منازل طے کرنے کا طریقہ، خلوت اور مراقبہ کی شرائط اس طرح بیان کی ہیں:

۱) خلوت اختیار کرنے کے لیے اتنے علم کا حصول ضروری ہے کہ وہ حق و باطل میں فرق محسوس کر سکے۔

۲) زُہد و پرہیز گاری، مجاہدہ و ریاضت اور خلوت سلامتی کے لیے ہو۔ دھیان آخرت پر ہو، عاجزی و انکساری اس قدر ہو کہ خلوت میں رہنے والا اپنے آپ کو سب مخلوق سے حقیر جانے۔ غرور و تکبر اختیار نہ کرے۔ دل میں کسی فضول خیال کا گزر نہ ہو اور ہر وہ چیز جو اسے خالقِ حقیقی سے دور کرے، اس سے کنارہ کش رہ جائے۔ (۴۸)

آپ اپنی مجالس، وعظ و ارشاد اور تقاریر میں حسن پیدا کرنے کے لیے اشعار کا استعمال بھی کرتے تا کہ ان کی بات سننے والے کے دل میں اُتر جائے۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ، بابا فرید الدین گنج شکرؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور امیر حسینیؒ کی وساطت سے چند اشعار آپ کی ذاتِ ستودہ صفات سے منسوب کیے گئے ہیں۔ تاہم ان اشعار کا رشتہ وعظ و نصیحت سے جڑا ہوا نظر آتا ہے۔ ان اشعار کو ''خلاصۃ العارفین''، ''تذکرہ درویش''، ''تذکرہ حسینی'' اور ''فوائد الفواد'' میں دیکھا جا سکتا ہے۔

بابا فریدؒ آپ کی خانقاہ کے ٹھاٹھ باٹھ، شان و شوکت اور شاہانہ اندازِ فقر سے آگاہ تھے اور گاہ بگاہ اس پر گفتگو بھی ہوتی رہتی تھی۔ خانقاہ بہاء الدین زکریاؒ کے اس جاہ و جلال کے برعکس بابا فریدؒ کی خانقاہ پر فقر

ودرویشی کا غلبہ تھا۔ حضرت بابا فریدؒ نے اس شاہانہ انداز فقر پر چند اشعار حضرت بہاء الدین زکریا علیہ الرحمۃ کی خدمت میں سوال نامہ کی صورت میں لکھے جو کہ خواجہ محمد شاہ بخش عاصی ملتانی کی بیاض میں پائے جاتے ہیں:

پوشش تو اطلس و دیبا حریر — نخبه زده خرقه پشمین ما
خوان خور صحنك سیمین تو — ثقب زده کاسك چوبین ما
خوردن تو مرغ نوشی دمی — بی نمك نانك خستگین ما
فاقم وسنجاب ترا تکیه گاه — خارخس و بستر بالین ما
اسپك تو نازی بازیں از — بهتر ازاں کفشك چرمین ما
باش که تا صبح قیامت دمد — ایں بنو کاریا آں بماء

حضرت بہاء الدین زکریاؒ تک جب یہ اشعار پہنچے تو آپ نے ان کے جواب میں درج ذیل اشعار تحریر فرمائے:

دنیا چراگاه کمینه خران ماست
عقبیٰ شکار گاه شکار سگان ماست
ما عرش و لوح پیچم زیر قدم نهیم
اسلام و کفر سوزیم ایں امتحان ماست
جمله بشر کواکب افلاك انجمن
جبرائیل یا ملائك از چاکران است
مرسل نبی طفیل من از انبیاء شدند
عیسیٰ و خضر و یونس از پیروان ماست
معبود خود بدید مه زاں اولیاء شدم
فرمان شد که جنت تو لامکاں ماست
ماخود خدا شدیم خودی در خداء ماست

بیزارم از خدا کہ بیما خدا ماست
بشنو تو از بہاء سخنان بوالعجب
واللہ مکان وحدت از مسائبان ماست (۴۹)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ذاتِ گرامی سے محبت کا اظہار کر کے آپ نے اپنے مریدین کو اس امر کی تلقین بھی فرمائی کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پیرانِ پیر اور سید الاولیاء ہیں۔ آپ کے نام سے منسوب اس حقیقت کو شاہ عبداللطیفؒ نے ''بوستانِ غوثیہ'' میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

الا ای حُب سبحانی مقدس قطبِ ربانی — علی سیرت حسن ثانی محی الدین جیلانیؒ
زهی منظور پیغمبر نهال باغ آن سرور — زهی طوبای رضوانی محی الدین جیلانیؒ
بمعنی پیر کنعانی بصورت یوسف ثانی — بهمت شاه مردانی محی الدین جیلانیؒ
رخت لعل بدخشانی لبت یاقوت رمانی — حدیثت فیض لقمانی محی الدین جیلانیؒ
چه عبرانی چه نورانی سگان در گهت دانی — عطا بخش محبانی محی الدین جیلانیؒ
نظام جمله دورانی قوام چار ارکانی — چو خورشید فلك ثانی محی الدین جیلانیؒ
ز خاکت چهره نورانی جهان را پیر حقانی — مبارك شیخ یزدانی محی الدین جیلانیؒ
عطا بخش مریدانی و لیکن همچو خاقانی — توئی دیوان دیوانی محی الدین جیلانیؒ
زهی سیمای نورانی زهی فرخنده پیشانی — کمال حسن انسانی محی الدین جیلانیؒ
ز خاك پاك رخشانی به از کحل صفاهانی — نهال باغ پنهانی محی الدین جیلانیؒ
مدد یاشاه جیلانی برین افتاده حیرانی — تو ملجائی و جانانی محی الدین جیلانیؒ
بکن کارم که بتوانی غریبم در پریشانی — جهان را پیر پیرانی محی الدین جیلانیؒ
چه تابد با ثنا خوانی اگر خواهد همیدانی — کنی ہر مشکل آسانی محی الدین جیلانیؒ
بدل از صدق روحانی چو مدح پیر پیرانی — مرا از غم تو برہانی محی الدین جیلانیؒ
جهان جسم است تو جانی جهان برتست قربانی — نهانی راز تو دانی محی الدین جیلانیؒ
سگ درگاه جیلانیؒ بهاء الدینؒ ملتانی — لقای دین سلطانی محی الدین جیلانیؒ (۵۰)

آپ کا فارسی کلام اصلاحِ احوال پر مبنی ہے۔ ان اشعار میں وعظ و نصیحت اور اخلاق کو سنوارنے کی تلقین موجود ہے۔ خالقِ حقیقی کے ساتھ محبت، تہذیب نفس، تصفیہ قلب، ترکِ دنیا،

خودداری اور حسنِ اخلاق آپ کے کلام کا موضوع ہے۔ مثلاً فرماتے ہیں:

شریعت ازار و طریقت قمیص　　حقیقت عمامه شنوائی حریص
ردا معرفت ترك باشد کلاه　　بدیں پنج جامه شوسی بادشاه
تُرا بادشاہی مسلّم بود　　چو بنیاد در فقر مُحکم بود (۵۱)

آپ کے فارسی کلام کے اس قلمی نسخے کو ڈاکٹر روبینہ ترین پہلی بار اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالہ ”ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیاء کرام کا حصہ“ مہر عبدالحق کی لائبریری میں موجود ہے“ متعارف کرایا ہے، فارسی کلام کا زیادہ تر حصہ مریدین کی اصلاح اور تربیت پر مشتمل ہے۔ آپ اپنے مریدین کو کسبِ حلال کی تلقین کرتے اور دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے منع فرماتے ہیں۔ فقر و غنا اور درویشی کو تونگری پر ترجیح دیتے ہیں، جیسا کہ ان کے اشعار میں واضح طور پر نظر آتا ہے:

تو محتاج غیری مشودر دیار　　که محتاج غیری بباشد خوار
کسی را که فقرش بود استوار　　بمیدان مردان بود شهسوار
کسی را که فقرش بگرد و تمام　　بصدرِ سلاطین نقشبند مدام
توجه به سوئی دلآرام به　　که در کنج با دوست آرام به (۵۲)

آپ دنیا کی محبت، حرص و ہوس کو ترک کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ بے اطمینانی، بے سکونی اور پریشان حالی کو ذکرِ الٰہی سے غفلت کا سبب بتاتے ہیں۔ وہ عام آدمی کے درد کو سمجھتے ہیں اور اس کا مداوا کرنے کی کوشش کو لازم قرار دیتے ہیں۔ شکم پروری اور لالچ سے منع فرماتے ہیں:

شکم را رہا کن زبند بلا　　شکم را ندیدیم بجز ایں دوا
که مرد شکم پر چو گاؤ خراست　　نه بل از سگ و خوك ہم به تراست (۵۳)

آپ توکل، صبر و تحمل، قناعت پسندی جیسی عادات کو صوفیاء کا شعار سمجھتے ہیں۔ قلتِ طعام، قلتِ کلام اور قلتِ نوم کو مجاہدہ و ریاضت کا زیور سمجھتے ہیں۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

بغیر از قناعت بگرد و خوار　　که عزت نه بیند گہی در دیار
بگویم من ایں نکته بر ہمرہاں　　قناعت رسا نه به تخت شہاں
قناعت بدرویش گنج خدا است　　گر ایں انج دارو کسی بادشاست (۵۴)

ایک سالک کو اپنے خالقِ حقیقی سے محبت کی تلقین کرتے ہیں، عشقِ حقیقی کو تصوف کا مغز قرار دیتے ہیں، آپ جانتے ہیں عشق ہی ایک ایسا جذبہ ہے جو سالک کو منزلِ مقصود تک لے جا سکتا ہے۔ اس حقیقت کا اظہار اپنے کلام میں اس طرح فرماتے ہیں:

بجز عشق یاری د گر ہیچ نیست　　　که احوال عالم ، بجز ہیچ نیست

نه ہر عشق از جمله فائق تر است　　　نه ہر کس بدین شوق لائق تر است (۵۵)

''خلاصۃ العارفین'' جو کہ شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی تقاریر اور مطبوعات کا مجموعہ ہے جس کے مرتب کا نام معلوم نہیں، تاہم یہ کتاب آپ کے احوال و آثار اور وعظ و ارشاد پر ایک ثقہ کتاب ہے۔ چونکہ اس کے رواۃ سید جلال الدین بخاری، بابا فرید الدین گنج شکر اور خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسی پاک باز اور پاک سیرت ہستیاں ہیں، ان کے ساتھ شیخ الاسلامؒ کی نشست و برخاست رہی۔ اس کے خطی نسخے پنجاب یونیورسٹی لاہور کے علاوہ سندھ، حیدر آباد اور کچھ لوگوں کی ذاتی لائبریریوں میں محفوظ ہیں، ''خلاصۃ العارفین'' کی تصحیح اور اس پر حاشیہ لکھ کر شمیم محمود زیدی نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ یہ کتاب آپ کے حالات و واقعات اور تعلیمات کے علاوہ مریدین کی تربیت، آدابِ طریقت اور وعظ و نصیحت کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں تصوف کے بعض لطیف نکات دیکھنے کو ملتے ہیں مثلاً زہد پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

زُہد میں تین حروف (ز، ہ، د) پائے جاتے ہیں۔

پہلا حرف ''زا'' ہے جو دنیا کی زیب و زینت کو ظاہر کرتا ہے۔ سالک کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ زُہد میں قدم رکھنے سے پہلے دنیا کی زینت کو ترک کر دے۔

دوسرا لفظ ''ھ'' ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک ہوا و ہوس کو چھوڑ دے۔

تیسرا لفظ ''د'' ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ سالک دنیا کے مال و دولت سے درگزر کرے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ تین چیزیں سالک کی موت ہیں:

پہلی یہ کہ وہ توبہ کی امید پر گناہ کا ارتکاب کرے۔

دوسری یہ کہ طویل العمری کی آس پر توبہ نہ کرے۔

اور تیسری یہ کہ وہ ربّ غفور الرحیم کی بخشش و عطا کی اُمید پر گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ انسان کا دل چراغِ الٰہی کی مانند ہوتا ہے۔ اگر یہ چراغ نہ ہو تو پھر انسان ظلمت کے اندھیروں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ (۵۶)

عشق حقیقی کو منزل قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عشق بھی منزل مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ یہی ہفت اقلیم کا بادشاہ اور حقیقی جذبوں کا سرتاج ہے اور عشق ہی زندگی ہے، فرماتے ہیں:

بجز عشق جا نرا چه زیبا بود | بجز جان درین ره که شیدا بود
همه وقت عاشق به تقویٰ بود | زادانی گذشته به اعلیٰ بود
ترا عشق بائد که با حق بود | که عشاق در عشق مطلق بود(۵۷)

آپ دنیا کو فانی سمجھتے اور اس سے دِل لگانے سے منع فرماتے:

اقامت نه دارد کسی در جهان | سفر پیش آید بگردد روان
چنین رسم دنیا که فانی فناست | دل خود به فانی به بستن خطاست(۵۸)

صبر و تحمل کی تلقین یوں فرماتے ہیں:

همه کار بسته کشاید ز صبر | که هر حاجت تو برآید ز صبر
ترا صبر بادوست ساز و بلند | که صبر است نزدیك دانا پسند
نماید ترا عقل حبل متین | که الله باشد مع الصابرین
اگر فقر با صبر باشد ترا | شود در جهان ملك حاصل ترا
ترا "فقر فخری" نماید جمال | بدیں فقر فخری یه یابی کمال(۵۹)

آپ اپنے مریدین کو خلوت نشینی اور معتکف ہونے کی یوں ترغیب دیتے ہیں:

ای دل بیا بکوی وفا خلوتی گزین | در سلك سالكان بره بی نشان نشین
از هرچه غیر دوست شوی روی دل | وانگه بحق نمای تو لا چو اهل دین
تجرید شوز هرچه درین ره نه درخواست | بر آستان دوست بر آور یك اربعین
تا هر کرورتی که بود یا صفا شود | از دست دیو نفس ببر جان نازنین
پس نور حق مشاهده افتد ترا بسر | مرآت روی دوست شوی از سر یقین
سلطان تخت مملکت سرمدی به عشق | شلبی بود که کسب کند دولتی چنین(۶۰)

المختصر آپ نے اپنی تقاریر، مجالس وعظ و ارشاد کے ساتھ اپنے اشعار میں اصلاح کے پہلو کو پیش نظر رکھا ہے۔ ساری زندگی تعلیم و تبلیغ اور لوگوں کے احوال سنوارنے میں گزار دی ہے۔ آپ کے بعد آپ کے جانشینوں اور آپ کے خلفاء نے آپ کے پیغام کو عوام الناس میں عام کرنے کا فریضہ

انجام دیا ہے۔

سیاسی کردار:

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی سیاست پر گہری نظر تھی۔ وقت کے حکمرانوں کے ساتھ راہ ورسم رکھتے تھے۔ ناصر الدین قباچہ اور سلطان شمس الدین التمش کا عہد پایا تھا۔ اپنے کمال علمی مرتبہ اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے حکمران وقت آپ کا احترام کرتے تھے۔ سلطان شمس الدین التمش آپ سے بہت متأثر تھا۔ انہوں نے آپ کو بلند علمی مرتبہ، تقویٰ، پرہیزگاری اور سیاسی سوجھ بوجھ میں کمال رکھنے کی بناء پر ''شیخ الاسلام'' کے اعلیٰ عہدے پر فائز کیا تھا۔ سلطان التمش، زاہد و عابد اور نیک سیرت حکمران تھا جبکہ ناصر الدین قباچہ ظالم اور کینہ پرور حکمران تھا۔ وہ صوفیاء سے بغض رکھتا تھا۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے تعلقات سلطان التمش کے ساتھ خوشگوار تھے، یہ بات ناصر الدین قباچہ کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اور نہ ہی وہ شیخ الاسلامؒ کے جود وسخا سے خوش تھا۔ قباچہ اگرچہ خودمختار حکمران نہ تھا تاہم ملتان، سندھ اور اُوچ اس کی ولایت میں شامل تھے۔ ان صوبوں کی حکمرانی نے قباچہ کو کافی حد تک سرکش بنا دیا تھا اور وہ ہر وقت سلطان التمش کے خلاف سازشوں کا جال بُنتا رہتا تھا۔ فسق و فجور کے علاوہ اس کا ظلم وستم بھی رعایا پر حد سے بڑھا ہوا تھا۔ ایک بار ایک غریب شخص کے بیٹے کو جرمانہ کر دیا۔ وہ روتا ہوا شیخ الاسلام کے پاس آیا۔ آپ نے اسے ایک ہزار اشرفی عطا کی اور فرمایا کہ یہ والئ ملتان کو دے کر اپنے بیٹے کو چھڑا لاؤ۔ آئے دن ایسے واقعات ہوتے رہتے تھے۔ قاضی شرف الدین اصفہانی اس وقت ملتان شہر کے عامل تھے اور ناصر الدین قباچہ کی بے راہ روی، فسق و فجور سے نالاں رہتے تھے۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ اور قاضی شرف الدین نے ناصر الدین قباچہ کی بے راہ روی اور فسق و فجور اور رعایا پر ظلم وستم کے متعلق سلطان التمش کو بذریعہ خط مطلع کیا۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار چنگیز خان تاتاری سلطان جلال الدین خوارزم کا پیچھا کرتے ہوئے سندھ تک آ پہنچا اور اس کا ایک جرنیل طرطائی سندھ عبور کر کے بھیرا شہر میں داخل ہو گیا اور اہل شہر کو کشتیاں تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب کشتیاں تیار ہو گئیں تو دریائے جہلم کو عبور کر کے ملتان پر حملہ آور ہوا۔ ناصر الدین قباچہ چنگیزی لشکر سے بہت خوفزدہ ہوا اور اسی عالم خوف میں حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مدد کی درخواست کی۔ بابا فرید الدین گنج شکر فرماتے ہیں کہ سید جلال الدین تبریزی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت بہاء الدین زکریاؒ اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ قباچہ آ گیا۔ خواجہ بختیار کاکی نے ایک تیر قباچہ کو دے کر فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور رات کو

اندھیرے میں تاتاری لشکر کی طرف پھینک دو۔ ناصر الدین قباچہ نے ارشاد کے مطابق تیر کمان پر چڑھایا اور تاتاریوں کے لشکر کی طرف چلا دیا، صبح ہوئی تو تاتاریوں کے لشکر کا نام ونشان تک باقی نہ تھا۔اس واقعہ کا قباچہ پر بہت گہرا اثر ہوا اور وہ صوفیاء کا احترام کرنے لگ گیا۔(۶۱)

سلطان شمس الدین التمش شہنشاہ ہندوستان آپ کو ضروری امور میں مشاورت کے لیے دہلی آنے کی دعوت دیتے رہتے تھے۔ حکومتی امور کے علاوہ عدالتی امور میں بھی آپ مشورے دیتے رہتے تھے۔ سید جلال الدین تبریزی اور نجم الدین صغریٰ کا قضیہ آپ نے نمٹایا تھا۔ اس سیاسی بصیرت اور حکمتِ عملی پر آپ کو شیخ الاسلام کے بلند مرتبہ پر فائز کیا گیا۔اس واقعہ کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ سیّد جلال الدین تبریزی جو ایک بلند مرتبہ عالم دین اور باعمل صوفی تھے، غزنی سے دہلی تشریف لے گئے۔ سلطان شمس الدین التمش نے علماء ومشائخ کی ایک جماعت کے ساتھ ان کا شہر سے باہر نکل کر استقبال کیا۔ شیخ نجم الدین صغریٰ جو کہ اس وقت شیخ الاسلام کے عہدے پر فائز تھے۔ ان سے شیخ کی عظمت و توقیر کا یہ منظر برداشت نہ ہو سکا۔ رقابت وحسد کی آگ ان کے دل میں بھڑک اٹھی اور وہ سیّد جلال الدین تبریزی کے خلاف سازشوں کے جال بننے لگا۔ کئی الزامات لگائے لیکن ندامت اٹھانا پڑی۔ بالآخر ایک فاحشہ عورت کو 500 اشرفیاں دے کر سیّد جلال الدین تبریزی پر زنا کی تہمت لگا دی۔ شیخ نجم الدین صغریٰ نے سلطان شمس الدین کو اس واقعہ سے مطلع کیا لیکن انہوں نے اسے جھوٹ قرار دے کر ردّ کر دیا۔ نجم الدین صغریٰ آرام سے نہ بیٹھے۔ سلطان شمس الدین نے شرعی احکامات کو پورا کرنے کے لیے علماء دین کو دعوت دی۔ نجم الدین صغریٰ کے علم میں تھا کہ شیخ بہاء الدین زکریاؒ اور سیّد جلال الدین تبریزی کے درمیان کسی بات پر شکر رنجی پائی جاتی ہے۔ انہوں نے شیخ بہاء الدین زکریاؒ کو خاص طور پر دہلی آنے کی دعوت دی۔ سلطان شمس الدین نے شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ سے فرمایا کہ آپ ان تمام علماء میں سے جسے چاہیں ثالث مقرر کر لیں، آپ کو اجازت ہے۔ شیخ نجم الدین صغریٰ نے شیخ بہاء الدین زکریاؒ کا نام منتخب کیا، اس بناء پر کہ شیخ بہاء الدین زکریا، سید جلال الدین تبریزی سے کسی بات پر ناراض ہیں۔ فیصلہ کے لیے مسجد میں عدالت لگ گئی۔ سیّد جلال الدین تبریزی کو طلب کیا گیا۔ جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے آگے بڑھ کر ان کے جوتے اٹھا لیے۔ سلطان شمس الدین التمش یہ منظر دیکھ کر سمجھ گیا کہ سیّد جلال الدین بے گناہ ہیں لیکن اس کے باوجود شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے شرعی تقاضا پورا کرنے کے لیے اس عورت کو بلایا اور بھری مجلس میں پوچھا کہ اے عورت! سچ بتا کہ حقیقت کیا ہے؟ وہ عورت خوف سے کانپنے لگی اور کہا کہ مجھے نجم الدین صغریٰ نے ایسا کرنے کو کہا تھا

اوراس مقصد کے لیے 500 اشرفیاں دینے کا وعدہ کیا تھا۔ 250 دے دی ہیں اور 250 احمد مشرف نامی سبزی فروش کے پاس بطور امانت موجود ہیں۔ جب سبزی فروش سے ان اشرفیوں کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے اس بات کی تصدیق کر دی۔ ان کو اس عہدہ جلیلہ سے برطرف کر کے شیخ بہاء الدین زکریا علیہ الرحمۃ کو اس پر فائز کر دیا۔ (۶۲)

حوالہ جات

۱۔ نظام یمنی، لطائف اشرفی، سہیل پریس پاکستان چوک کراچی، بار اوّل، ۱۹۹۹ء، ۱:۳۸۴

۲۔ لطائف اشرفی، ۱:۳۸۴

۳۔ شیخ شرف الدین قریشی، منبع البرکات، قلمی نسخہ، ص ۴۵

۴۔ فریدی، نور احمد خان، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، مطبوعہ محکمہ اوقاف پنجاب لاہور ۲۰۰۲ء، ص ۳۸

۵۔ خلاصۃ العارفین خطی نسخہ مملوکہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور، ص ۸

۶۔ حامد بن فضل اللہ جمالی، سیر العارفین، اردو ترجمہ محمد ایوب قادری، اردو سائنس بورڈ لاہور ۱۹۹۸ء، ص ۱۴۴

۷۔ محمد قاسم، فرشتہ، تاریخ فرشتہ، اردو ترجمہ عبدالحیی، خواجہ عصمت، اسلم پرنٹر اردو بازار لاہور، ۱۹۹۹ء، ۴:۷۸۳

۸۔ تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، ص ۳۹

۹۔ سیر العارفین، ص ۱۴۵ ۱۰۔ سیر العارفین، ص ۱۴۷

۱۱۔ خواجہ امیر حسن علاء سجزی، فوائد الفواد اردو ترجمہ خواجہ حسن نظامی، مطبوعہ لاہور، ص ۲۱۷

۱۲۔ لطائف اشرفی، ۱:۳۸۴

۱۳۔ شیخ بدرالدین اسحاق، اسرار الاولیاء، مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ ساہیوال، ص ۱۳۵

۱۴۔ اسرار الاولیاء، اردو ترجمہ، ص ۱۳۳

۱۵۔ تذکرہ بہاء الدین زکریاؒ، ص ۲۱۴
مخدوم حسن بخش، انوار غوثیہ، مطبوعہ لاہور ۱۳۲۱ھ، صفحہ ۲۵

۱۶۔ دارا شکوہ، سفینۃ الاولیاء، قلمی نسخہ کاتب یار محمد ۱۲۸۰ھ، مرید خواجہ غلام حسن شہید، ص ۱۵۱

۱۷۔ برنی، ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، اردو ترجمہ ڈاکٹر معین الحق، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ء، ص ۵۰۸
سیر الاولیاء، فارسی، ص ۵۹۸

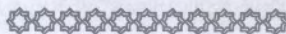
۱۸۔ عتیق فکری، نقشِ ملتان، فکری اکیڈیمی، ملتان ۱۹۸۲ء، ص ۴۵۴

۱۹۔ احوال و آثار، ص ۴، عتیق فکری، نقشِ ملتان، فکری اکیڈیمی، ملتان ۱۹۸۲، ص ۴۵۴

۲۰۔ انوار غوثیہ صفحہ ۵۴، شمیم محمود زیدی، احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریاؒ ملتان و خلاصۃ العارفین، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان ۱۳۵۳ھ، ص ۴۷۔

۲۱۔ مخدوم عبدالرشید، منبع البرکات، ص ۳۶، مطبوعہ صادق الانوار، بہاولپور ۱۹۱۵ء، انوار غوثیہ، ص ۵۴

۲۲۔ منبع البرکات، ص۳۶۔ ۲۳۔ تاریخ فرشتہ،۱:۱۸۳
۲۴۔ کرمانی، امیر خورد، سیر الاولیاء، مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان ۱۹۷۸ء، ص ۷۰
۲۵۔ فریدی، نور احمد خان، تذکرہ بہاء الدین زکریاؒ ملتانی، ص ۶۳
۲۶۔ انوارِ غوثیہ، ص ۵۴ ۲۷۔ انوارِ غوثیہ، ص ۵۴
۲۸۔ دہلوی، شیخ عبدالحق، اخبار الاخیار (فارسی) ص ۲۷، مطبع مجتبائی دہلی ۲۳۔
۲۹۔ فوائد الفواد، صفحہ ۵۰۴ ۳۰۔ انوارِ غوثیہ، ص ۵۴
۳۱۔ تذکرۂ بہاء الدین زکریاؒ، ص ۸۵ ۳۲۔ فوائد الفواد، ص ۳۸۵
۳۳۔ فوائد الفواد، ص ۵۰۰ ۳۴۔ فوائد الفواد، ص ۵۲۳
۳۵۔ فوائد الفواد، ص ۱۶۱
۳۶۔ نظام الدین اولیاءؒ، راحت القلوب، مجلس ۱۵ بحوالہ ہشت بہشت
۳۷۔ راحت القلوب، مجلس ۱۵ بحوالہ ہشت بہشت
۳۸۔ سیّد اولاد علی گیلانی، مرقع ملتان، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء، ص ۲۴۷
۳۹۔ سیر العارفین، ۱۶۸ ۴۰۔ سیر العارفین، ص ۱۷۰
۴۱۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت، الدّر المنظوم، ص ۲۹۵
۴۲۔ جامی، عبدالرحمٰن، نفحات الانس (فارسی) ص ۳۶۳، مطبوعہ ایران، تہران ۱۳۳۶ھ
۴۳۔ سیر العارفین، ص ۱۵۳ ۴۴۔ تذکرہ بہاء الدین زکریا ملتانی، ص ۱۳۹
۴۵۔ کتاب الاوراد، ص ۱۶۵، شمارہ RI.II خطی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ص ۱۴۲
۴۶۔ کتاب الاوراد، ص ۱۶۵
۴۷۔ احوال و آثار شیخ حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی، خلاصۃ العارفین ڈاکٹر شمیم محمود زیدی، مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران پاکستان ص ۱۰۰، دیوان فارسی قلمی ص ۲
۴۸۔ ترین، ڈاکٹر روبینہ، ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیاء کرام کا حصہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء، ص ۱۳۸
۴۹۔ اخبار الاخیار (فارسی)، ص ۲۷ ۵۰۔ دیوانِ فارسی قلمی، ص ۱
۵۱۔ دیوان فارسی قلمی، ص ۱ ۵۲۔ دیوان فارسی قلمی، ص ۲
۵۳۔ دیوانِ فارسی قلمی، ص ۱ ۵۴۔ دیوانِ فارسی قلمی، ص ۱۰
۵۵۔ دیوان فارسی قلمی، ص ۱۳ ۵۶۔ خلاصۃ العارفین قلمی، ص ۴۹
۵۷۔ دیوانِ فارسی قلمی، ص ۱۹ ۵۸۔ سیر الاولیاء (فارسی)، ص ۵۸۹
۵۹۔ فوائد الفواد، ص ۳۲۱ ۶۰۔ انوارِ غوثیہ، ص ۳۸
۶۱۔ فوائد الفواد، ص ۳۲۱
۶۲۔ سیر الاولیاء (فارسی)، ص ۵۸۵



شیخ بہاءالدین زکریا ملتانیؒ کا طریقِ دعوت و تبلیغ اور اشاعتِ اسلام میں کردار

☆ڈاکٹر محمد سلطان شاہ

برصغیر پاک و ہند میں اشاعتِ اسلام کا سہرا صوفیۂ کرام کے سر ہے جن کی مساعیٔ جمیلہ سے کفر و شرک کے مستحکم قلعے نیست و نابود ہو گئے، ہند کے بتکدوں کی رونق ماند پڑنے لگی، شمعِ توحید فروزاں ہونے سے کفر کی تاریکی چھٹ گئی اور دیارِ ہند میں ہر سو صدائے لا الٰہ الا اللّٰہ گونجنے لگی، اس خطۂ ارض میں قدم رنجہ فرمانے والے صوفیۂ عظام نے اپنے اعلیٰ کردار کے ذریعے یہاں کے باسیوں کے دل موہ لیے اور وہ جوق در جوق دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہونے لگے۔ یہ انہی بزرگانِ دین کے قُدوم میمنت لزوم کا اثر ہے کہ آج یہاں کروڑوں مسلمان موجود ہیں۔ پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ (T.W.Arnold) نے اپنی کتاب "The Preaching of Islam" میں لکھا ہے:

Among the............... millians of indian Musalmans there are vast numbers of converts or descendants of comverts, in whose conversion force played no part and the only influences at work were the teaching and persuasion of peaceful missionaries.(۱)

''ہندوستان میں آباد لاکھوں مسلمانوں میں سے اکثر ایسے نومسلم یا نومسلموں کی نسل سے ہیں جن پر مسلمان ہونے کے لیے کسی طرح کا جبر یا تشدد نہیں ہوا بلکہ پُرامن دعاۃ اسلام کی تعلیم و ہدایت سے انہوں نے بخوشی اسلام قبول کیا۔''

☆۔ چیئرمین شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی۔ لاہور

ہندوستان کے ابتدائی مبلغینِ اسلام صوفیاءِ عظام تھے لیکن بعض مستشرقین جدو جہد بنیادی طور پر صوفیہ کے لائحۂ عمل کا جزو نہ تھی۔(۲)

مستشرقین (*Orientalists*) نے اور کچھ مسلم محققین نے بھی اس کا رد کیا ہے کہ برصغیر میں اسلام کی ترویج مسلمان درویشوں کی تبلیغ سے ہوئی۔ ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی نے لکھا ہے کہ اشاعتِ اسلام کے لیے ظلی صاحب کا یہ اعتراض مبنی بر حقیقت نہیں۔ اس کی تردید مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کے اس جملے سے ہوتی ہے۔

"مسلمانوں میں جو جماعت سب سے زیادہ تبلیغِ دینِ الٰہی کے ذوق وشوق سے سرگرم سعی رہی ہے وہ صوفیائے کرام کی جماعت ہے۔"(۳)

بزرگانِ دین نے ہمیشہ تبلیغِ دین کو مقدّم رکھا اور اس کے لیے بڑی حکمت سے کوشاں رہے انہوں نے ہندوستان کے دور دراز علاقوں کے سفر کیے اور مختلف علاقوں میں خانقاہیں قائم کیں۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے لکھا ہے:

"مسلمان درویش ہندوستان میں پر خطر اور دشوار گزار رستوں، سر بفلک پہاڑوں اور لق ودق بیابانوں کو طے کر کے ایسے مقامات پر پہنچے جہاں کوئی اسلام اور مسلمان کے نام سے واقف نہ تھا۔"(۴)

اگرچہ مسلم فاتحین نے سیاسی طور پر ہندوؤں پر غلبہ حاصل کر لیا تھا لیکن انہوں نے کسی کو جبراً مسلمان بنانے کی کوشش ہرگز نہ کی۔ انہوں نے تو تبلیغِ اسلام کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے بزرگانِ دین پر انحصار کیا۔ جیسا کہ عبدالمجید سالک نے لکھا ہے:

"سلطان محمود غزنوی اور اس کے بعد فاتحین، سلاطین اور شاہانِ مغل نے تبلیغ و اشاعتِ دین کا کام بزرگانِ دین اور صوفیہ کرام کے سپرد کر دیا تھا۔ یہ مقدس لوگ برابر ہندوستان آتے رہے اور اپنے انفاسِ قدسیہ اور مرحمت وشفقت سے یہاں کے لوگوں کے قلوب میں اسلام کے اثرات راسخ کرتے رہے۔"(5)

برصغیر میں اسلام کی اشاعت صوفیۂ کرام نے کس انداز میں کی؟ اُن کا منہجِ تبلیغ کیا تھا؟ کیا ان کے ہاں مبلغینِ اسلام تیار کرنے کی حکمتِ عملی وضع کی گئی یا انفرادی طور پر تبلیغِ دینِ حق کی گئی؟ ان سوالات کے تسلی بخش جوابات کے لیے زیرِ نظر مضمون میں سلسلہ سہروردیہ کے عظیم صوفی شیخ الاسلام

حضرت بہاء الدین ابو محمد زکریا ملتانی قدس سرہٗ (۵۶۶ھ-۶۶۱ھ) کی تبلیغی مساعی اور ان کے طریق دعوت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

شیخ الاسلامؒ کے تبلیغی اوصاف:

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کی ذاتِ گرامی ان تمام اوصاف کی حامل تھی جو ایک مبلغ میں ہونا ضروری ہے۔ اولاً شیخ الاسلامؒ بنو ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے آباءِ کرام اسلام کے کامیاب مبلغ تھے جن کی تبلیغِ اسلام کے لیے خدمات کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر محمد خورشید شعبہ تاریخ و مطالعۂ پاکستان اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور رقم طراز ہیں:

> ''جب سلطان محمود غزنوی (۹۹۷ء-۱۰۳۰ء) نے ۱۰۰۰ء میں ایک لاکھ ستر ہزار افواج کے ساتھ برصغیر کی جانب کوچ کیا تو حضرت شیخ حسینؒ بھی جہاد کی غرض سے اس کے ہمراہ تھے۔ سلطان محمود غزنوی نے دیبال پور (کوٹ کروڑ) کو فتح کرنے کے بعد حضرت شیخ حسینؒ کے فرزند شیخ شمس الدینؒ اور دیگر فوج کے ہمراہ راجہ دیپال کے دارالحکومت تلمبہ کی جانب کوچ کیا۔ جبکہ تبلیغ اسلام اور مذہبی تعلیم کو عام کرنے کی غرض سے حضرت شیخ حسینؒ نے دس ہزار فوج کے ہمراہ کوٹ کروڑ میں مستقل قیام کا فیصلہ کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس علاقہ کو اسلامی تعلیمات اور درس و تدریس کے ایک بڑے مرکز میں تبدیل کر دیا۔ حضرتؒ کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت شیخ سلطان علیؒ (۱۰۳۴ء-۱۱۱۷ء) نے اپنی تمام عمر اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں صرف کی۔ اس کے بعد ان کے فرزند رئیس الاولیاء حضرت محمد غوث وجیہ الدینؒ (وفات ۱۱۸۵ء) نے یہیں رہتے ہوئے تبلیغ اسلام اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے کام کیا۔'' (۶)
>
> موخر الذکر بزرگ حضرت زکریاؒ کے والد گرامی تھے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ بہاء الدین کے آباؤ اجداد نے بھی تبلیغ اسلام کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کو تبلیغ اسلام اور دینی خدمات کا کام ورثے میں ملا۔

ثانیاً شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ایک جیّد عالم دین تھے۔ انہوں نے ابتدائی زندگی میں حصول علم کے لیے بڑی تگ و دو کی۔ سب سے پہلے انہوں نے قرآن پاک حفظ کیا۔ مؤرخین کے مطابق انہوں نے سات سال کی عمر میں ساتوں قرأتوں کے ساتھ کلام اللہ شریف حفظ کر لیا۔ پھر مقامی اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔ ان کے اساتذہ کی تفصیل نہیں ملتی۔ ان میں ایک نام مولانا عبدالرشید کرمائیؒ کا لیا جاتا ہے۔

اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد تحصیل علم کی غرض سے خراسان چلے گئے۔ تقدس باطنی کے ساتھ سات برس تک درس ظاہری میں مشغول رہے، وہاں سے بخارا پہنچے اور علم حاصل کرنے میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ درجۂ اجتہاد حاصل کیا، وہاں سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں آ کر حصول علم میں مشغول ہو گئے۔ حج بیت اللہ کے بعد حضور سرورِ کائنات وفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت سے مشرف ہوئے اور پانچ سال تک روضۂ مبارک کے مجاور رہے اور شیخ کمال الدین محمد یمنی سے جو بڑے محدثین میں سے تھے، علم حدیث حاصل کیا۔ (۷) حمید اللہ شاہ ہاشمی نے لکھا ہے کہ آپؒ نے خراسان، بخارا، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، نجف اشرف، بیت المقدس، بغداد شریف اور دیگر شہروں کا کٹھن سفر محض علم اور حصول علم کے لیے کیا۔ (۸)

ایک مبلغ کے لیے خود عالم ہونا اوّلین شرط ہے اور حضرت شیخ الاسلامؒ اس شرط پر پورے اترتے تھے۔ ایک کم علم یا کج فہم شخص یقیناً دین حق کی تبلیغ کا اہل نہیں ہوسکتا، اس کی تبلیغ میں اثر نہیں ہوتا۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ اپنے عہد کے باکمال عالم تھے، مولانا عبدالرحمٰن جامی نے "نفحات الانس" میں لکھا ہے کہ ہر روز ان سے ستر عالم وفاضل استفادہ کرتے تھے۔ (۸۔الف) اسی لئے وہ ایک کامیاب مبلغ ثابت ہوئے۔

تبلیغ اسلام کے لیے مبلغ کا باعمل ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ وہ گفتار کے بجائے کردار سے بڑے مؤثر انداز میں تبلیغ کر سکتا ہے۔ ایک صالح شخص اعلیٰ اخلاق کا حامل ہوتا ہے۔ اُس کے صدق اور اخلاص سے لوگ ضرور متأثر ہوتے ہیں۔ حضرت زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ انتہائی پارسا تھے۔ حامد بن فضل اللہ جمالی کے مطابق زمانہ طالب علمی میں ہی اُن کی تقویٰ کی بڑی شہرت تھی۔ ان کی پارسائی، صلاحیت اور زہد کی وجہ سے اہل بخارا ان کو "بہاء الدین فرشتہ" کہتے تھے۔ (۹) جب آپ تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو مجاہدہ اور نفس کشی کی طرف توجہ کی اور لگاتار بیس برس تک سخت مجاہدہ کیا۔ آپ کے زہد وتقویٰ کے باعث آپ کے مرشد شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ نے صرف سترہ دن میں آپ کو

سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی خلافت سے سرفراز فرمایا۔اس پر شیخ الشیوخ نے جب دوسرے مریدین میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں تو ان سے مخاطب ہو کر شیخؒ نے فرمایا: ”دوستو! تشویش نہ کرو، تم سب گیلی لکڑیاں رکھتے ہو اور گیلی لکڑیوں میں آگ یکبارگی نہیں لگتی اور زکریاؒ سوکھی لکڑیاں رکھتا تھا جس میں فوراً آگ لگ گئی۔“(۱۰)

اگرچہ دنیوی مال و اسباب کے بغیر بھی تبلیغ ہو سکتی ہے لیکن اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی نعمت سے نوازا ہو اور وہ اس نعمتِ ربّانی کو دین کی اشاعت کے لیے خرچ کرے تو یقیناً بہتر نتائج نکلیں گے۔ حضرت بہاء الدین زکریا کو اللہ تعالیٰ نے دولت و ثروت کے وافر خزانے عطا فرمائے تھے جنہیں آپ نے عوام الناس کی فلاح و بہبود اور دین اسلام کی ترویج کے لیے وقف کر دیا۔

شیخ زکریاؒ کی تبلیغی سرگرمیاں:

حضرت شیخ الاسلامؒ کے تبلیغی کام کا احاطہ کرنا مشکل ہے، ان کی ایسی سرگرمیاں تین عنوانات کے تحت زیرِ بحث لائی جا سکتی ہیں:

الف) تبلیغ اسلام کے لیے ذاتی جدوجہد

ب) علماء و مبلغین کی تعلیم و تربیت

ج) اولاد و خلفاء کی تبلیغ کے لیے تربیت

الف) تبلیغ اسلام کے لیے ذاتی جدوجہد:

حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی خود اسلام کے مبلغ تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی مسلمانوں کی اصلاح اور غیر مسلموں کی تبلیغ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ وہ ملتان میں قائم کردہ خانقاہ میں خود درس دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر شمیم محمود زیدی رقمطراز ہیں:

”شیخ بعد از نماز بر بالای منبر می رخت و تفسیر قرآن و حدیث، تدریس می کرد و گاه گاه از اشعار و حکایات و نقل قول بزرگان پیشین استفاده می کرد۔“(۱۱)

”شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نماز کے بعد منبر پر بیٹھ جاتے اور قرآن حکیم کی تفسیر

بیان فرماتے اور حدیث کی تدریس کرتے، کبھی کبھی پچھلے بزرگوں کے قول، حکایات اور اشعار سے بھی استفادہ کرتے۔"

حمید اللہ شاہ ہاشمی، حضرت شیخؒ کے وعظ وارشاد کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"عصر کی اذان سنتے ہی مسجد میں تشریف لاکر عصر باجماعت ادا فرماتے تھے۔ اس کے بعد منبر پر تشریف لے جاتے۔ قرآن وحدیث کا وعظ فرماتے۔ اس موقعہ پر دور ونزدیک کے لوگ کام چھوڑ کر جوق در جوق آتے اور وعظ سنتے۔ تاثیر اس قدر تھی ک جو مسلمان سنتا، ضرور متاثر ہوتا تھا اور برے کاموں کو چھوڑ کر زہد وتقویٰ اور نیک اعمال اختیار کرتا تھا۔" (۱۲)

روضۂ مبارک کے مشرق کی طرف جو ایک وسیع چبوترہ ہے، حضور کے وقت کا ہے، اس پر حضور نے بلاناغہ بیس سال تک روزانہ نمازِ عصر کے بعد وعظ فرمایا ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں وعظ سن کر مشائخ نے وجد کیے ہیں، عام مسلمانوں نے ہدایت پائی ہے اور ہزارہا دیگر مذاہب کے لوگ دین اسلام سے مشرف ہوئے ہیں۔ (۱۳)

حضرت شیخ الاسلامؒ جب ملتان تشریف لائے تو آپ نے سلسلۂ سہروردیہ کی عظیم خانقاہ قائم کرنے کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا وہ قلعہ کہنہ (قاسم باغ) پر واقع برصغیر کے تاریخی مندر پرہلاد جی کے سامنے تھی۔ جو ہندو بھی پوجا پاٹ کر کے مندر سے نکلتا اور آپ کے نورانی چہرے کو دیکھتا تو ضرور متاثر ہوتا اور آپ کی پرکشش شخصیت، آپ کے اعلیٰ اخلاق اور آپ کی دل موہ لینے والی گفتار کے باعث حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاتا۔

ب) مبلغین کی تعلیم وتربیت کے لیے درسگاہ کا قیام:

شیخ الاسلامؒ اپنے مرشد شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے حکم سے ملتان تشریف لائے اور انہوں نے آتے ہی ایک علمی، دینی اور صوفیانہ درس گاہ کی بنیاد رکھی۔ یہ مدرسہ برصغیر کا قدیم ترین دینی مدرسہ شمار ہوتا ہے جس میں جملہ علوم وفنون، منقولات اور معقولات کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کا نصاب درسِ نظامیہ سے مماثل تھا۔ اس درس گاہ کے دو شعبے تھے، ایک علماء پیدا کرتا تھا اور دوسرا مبلغین۔ مبلغین کے حوالہ سے شیخ الاسلامؒ کے تذکرہ نگار نور احمد فریدی (۱۴) نے کافی معلومات جمع کی ہیں جو یہاں پیش کی جارہی ہیں:

مبلغین کے لیے ضروری تھا کہ جس ملک میں انہیں بھیجا جائے، انہیں وہاں کی زبان اور ثقافت سے پوری واقفیت ہو، تا کہ وہاں پہنچ کر اپنے آپ کو اجنبی محسوس نہ کریں۔ اس لیے آپ نے ہر ملک سے ایک ایک فاضل عالم طلب کر کے اپنی درس گاہ میں ملازم رکھا، اسے معقول تنخواہ اور رہائش کا تسلی بخش انتظام فرمایا۔

جب علماء فارغ التحصیل ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ایک ایک کو الگ الگ بلا کر پوچھتے کہ کیا تم فی سبیل اللہ تبلیغ کرنے کو تیار ہو؟ اس طرح کافی نوجوان اپنے آپ کو اس مقصد کے لیے پیش کرتے تھے۔ جو جس ملک میں جانا چاہتا، وہ اسی کمرے میں اس علاقے کی زبان اور ثقافت کی تعلیم حاصل کرتا۔ دو سال کے بعد شیخ الاسلامؒ اس مبلغ کے استاذ محترم کو پانچ ہزار اشرفی عنایت کرتے کہ شہر سے اس ملک کے لیے مفید اور ضروری سامان خرید کر دیتے اور پھر اپنی دعاؤں کے سایہ میں منزل مقصود کی طرف روانہ فرماتے۔ چلتے وقت مبلغ کو ہدایت فرماتے:

۱۔ سامان کم منافع پر فروخت کرنا۔

۲۔ لین دین میں اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھنا۔

۳۔ ناقص چیزوں کو فروخت نہ کرنا، بلکہ فقراء اور مساکین کو مفت دے دینا۔

۴۔ خریداروں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا۔

۵۔ جب تک لوگوں کا اعتماد حاصل نہ ہو، ان پر اسلام پیش نہ کرنا۔

اس طرح علمائے ربانیین سوداگروں کے لباس میں سامانِ تجارت لے کر روانہ ہوتے اور جاوا، سماٹرا، فلپائن اور چین تک پہنچ کر دوکانیں کھولتے اور دیانتداری سے لین دین کرتے اور ساتھ ہی لوگوں پر اسلام پیش کرتے جس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلتا اور لوگ ان کے حسنِ اخلاق، ان کی خدا ترسی، دینداری، دیانت داری اور معاملات میں صفائی ستھرائی دیکھ کر گرویدہ ہو جاتے اور بالآخر اسلام قبول کر لیتے۔ آج مشرق بعید کے چھوٹے چھوٹے جزیروں میں جو کروڑوں مسلمان نظر آتے ہیں، یہ انہی تاجر مبلغین کی سعی مشکور کا نتیجہ ہیں۔

شیخ گروه هـای متعددی از واعظان و مبلغان دینی را تحت
بـر نـامـه ای منظم به طرف سند و مکران گسیل داشت و بر
خی را بـه طـرف کشمیـر و دهلـی و بـعـضـی را به جـانـب

افغانستان فرستاد در آخر هر سال این گروه های تبلیغی پیش می آمدند و از نتیجهٔ فعالیتهای خود گزارشی تهیه می کردند و هر جا که با اشکالی بر خورد می کردند شیخ آنها راهنمای مر کرد۔ این گروه زندگی خود را از پول شیخ که بصورت کالاهای تجارتی به آنها داده می شد تأسین میکردند۔ (۱۵)

''شیخ واعظین اور مبلغین کے مختلف گروہوں کو ایک منظم پروگرام کے تحت سندھ اور مکران کی طرف روانہ فرماتے اور کسی کو کشمیر، دھلی اور بعض کو افغانستان کی طرف بھیجتے تھے۔ ہر سال کے آخر میں یہ گروہ شیخ کے پاس واپس آتے اور اپنی کارکردگی بیان کرتے اور جہاں کہیں انہیں مشکلات کا سامنا ہوتا شیخ ان کی راہنمائی فرماتے ، شیخ ان کی ضروریاتِ زندگی کے لیے تجارت کا سامان دیتے تا کہ وہ اس کے ذریعے گزر بسر کر سکیں۔''

ڈاکٹر حمیرا دستی اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ تاریخ و مطالعۂ پاکستان ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کی تحقیق کے مطابق انڈونیشیا میں سلسلۂ سہروردیہ ملتان کے تاجروں کے ذریعے متعارف ہوا۔ (۱۶) یہ تاجر دراصل حضرت شیخ الاسلامؒ کے بھیجے ہوئے مبلغ تھے جن کے ذریعے وہاں اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہوئی اور سلسلۂ سہروردیہ کی ترویج ہوئی۔ نور احمد فریدی حضرت شیخ الاسلامؒ کے تربیت یافتہ مبلغین کے متعلق رقم طراز ہیں:

''واعظین اور مبلغین کرام کی متعدد جماعتیں کشمیر سے راس کماری اور گوادر سے بنگال تک مصروف عمل تھیں ۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی آمد سے پہلے حضرت سلطان سخی سرورؒ کی تبلیغی جماعتیں موجود تھیں۔ مگر صحیح قیادت میسر نہ ہونے کے سبب ان میں سستی اور بے راہروی سی پیدا ہو گئی تھی۔ حضرت نے ان کی بھی بھرپور سرپرستی فرمائی۔ دس دس میلوں کے فاصلے پر ان کی قیام گاہیں مقرر ہوئیں۔ جہاں سرسبز اور گھنے درختوں کے سایہ تلے کئی کئی دنوں تک وعظ و نصیحت کی مجالس گرم رہتیں۔ سال کے خاتمے پر مبلغین کے یہ گروہ جو آج کل ''سنگ'' اور ''جماعت'' کے نام سے موسوم ہیں، پانچ پانچ سو کی تعداد میں قال اللہ و

قال الرسول سے لوگوں کے دلوں کو گرماتے، ملتان حاضر ہوتے اور اپنی کارگزاری تفصیل سے بیان کرتے۔" (۱۷)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت شیخ زکریاؒ نے انفرادی تبلیغ کے بجائے اجتماعی نظام قائم فرمایا۔ انہوں نے ایک تبلیغی جماعت کی تربیت کر کے اسے اسلام کی اشاعت پر لگا دیا۔ دراصل حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے اس قرآنی آیت کی عملی تفسیر کا اہتمام فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران ۳:۱۰۴)

"اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلاتے ہوں اور نیکی کی ہدایت کرتے ہوں اور برائی سے منع کرتے ہوں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

شیخ بہاء الدین زکریاؒ ان مبلغین کی دینی تعلیم، روحانی تربیت کے علاوہ ان لوگوں کی سفری مشکلات اور خطرات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے گھوڑے اور سواری کا بندوبست کرتے تھے، نیز شمشیر زنی اور نیزہ بازی کی باقاعدہ تربیت دی جاتی تھی گویا اس مدرسے کے فارغ التحصیل علماء اور مبلغین دین و دنیا اور ظاہر و باطن کی امتزاجی تربیت سے مکمل انسان بن جاتے تھے۔ (۱۸)

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ مبلغین اور مدرسہ بہائیہ کے فاضلین معاشی مسائل سے کافی حد تک آزاد تھے کیونکہ شیخ الاسلامؒ خود انہیں تجارت کے لیے سرمایہ مہیا فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ انہیں درس و تدریس کے دوران مختلف فنون کی تعلیم بھی دی جاتی تھی مثلاً خطاطی اور جلد سازی کا کام سکھایا جاتا تھا (۱۹) تاکہ ضرورت پڑنے پر وہ ان مہارتوں کے ذریعے اپنے لیے رزق حلال کما سکیں۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کے خدام نے تبلیغ کی جدوجہد کو زیادہ موثر بنانے کے لیے ہر قریہ اور آبادی میں دینی تعلیم کے مدارس قائم کیے جنہیں "خانقاہوں" سے موسوم کیا جاتا تھا۔ انہیں ملتان کے مرکزی تبلیغی یونیورسٹی کے نصاب کے مطابق انسانی کمال اور روحانی جلال کے حصول و عروج کی

باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ ایسے روحانی سنٹر پنجاب اور سندھ میں چپہ چپہ پر قائم تھے اور جب یہ اللہ والے رشد وہدایت کا علم لہرا کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بجا آوری کے لیے روانہ ہوتے تو ان کے آنے سے پہلے لوگوں کو اطلاع ہو جاتی تھی اور وہ تمام کام نبٹا کر ان خداشناسوں کے انتظار میں دیدہ ودل فرشِ راہ کر دیتے تھے۔ سہروردی فقراء ہر منزل پر ایک دو یوم ضرورت کے مطابق قیام کر کے تبلیغی مجالس ترتیب دیتے، صاحبِ حال صوفی اور نامور مشائخ اثر میں ڈوبی ہوئی تقریریں کرتے، جس سے سامعین کے قلوب لرز جاتے، فولادی طبائع نرم ہو کر موم بن جاتی تھیں۔ خشونت آمیز نگاہوں سے خشیتِ الٰہی کی دھاریں پھوٹ پڑتیں۔ بڑے بڑے سنگدل انسان خدا کے قہر وغضب اور اس کی بے پناہ گرفت سے کانپ اٹھتے اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگتے۔ ایک ہی نشست میں ہزاروں فاسق وبدکار تائب ہو کر قطب وابدال بن جاتے۔ (۲۰)

ان کے علاوہ تبلیغی جماعتیں جو اس مقصد کے لیے روانہ کی جاتی تھیں، وہ اپنے نان ونفقہ کا بوجھ کسی پر نہیں ڈالتی تھیں، بلکہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ان کو لاکھوں روپے کا سامانِ تجارت خرید کر دیا جاتا تھا۔ ہر پڑاؤ پر دو کانیں کھل جاتیں، نانبائی کھانا تیار کرتے، بزاز کپڑوں کی دکانیں سجاتے اور بنجارے قسم قسم کا سامان لے بیٹھتے۔ محافظ دستہ جنگی مظاہرے کر کے نوجوانوں کو جہاد کے لیے اُبھارتا، زور آزمائی ہوتی، گھوڑ دوڑ، نیزہ بازی اور شمشیر افگنی کے کمالات سے مردہ دلوں میں زندگی کی ایک نئی روح دوڑنے لگتی۔ (۲۱)

ج) اولاد وخلفاء کی تبلیغ کے لیے تربیت:

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے اپنی اولاد اور خلفاءِ مجاز کی تربیت اس انداز سے کی کہ ان کے وصال کے بعد بھی تبلیغ اسلام کی خاطر ان کی روشن کردہ شمع توحید کی کرنیں چار سو بکھرتی رہیں۔ طالبانِ حق کو معرفت کی مے ملتی رہی اور کفر وشرک کی دلدل میں دھنسی ہوئی انسانیت کو خانقاہِ زکریاؒ کے فیض یافتہ صوفیہ عظام نجات دلاتے رہے۔ اس طرح شیخ الاسلامؒ کا روحانی ورثہ جب لوگوں میں تقسیم ہوا، انہوں نے اس عظیم مبلغ کے حقیقی وارث ہونے کا حق ادا کر دیا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے صاحبزادوں کی تعلیم کے لیے بڑے نامور اساتذہ مقرر کر رکھے تھے جن کو انعام واکرام سے نوازتے تھے، ان پر بڑی نوازشیں کیں اور ان کے دامن میں سونا چاندی انڈیل دیا اور جب شیخ الاسلامؒ گھر پر ہوتے تو ان بچوں کو خود بھی تعلیم دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت کے

فرزند اور پوتے علم و فضل میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔(۲۲) صاحبزادگان کے اساتذہ میں سب سے معروف مولانا نجم الدین تھے۔(۲۳) جن بیٹوں نے قابل اساتذہ سے اکتسابِ فیض کیا ہو اور ان کی روحانی تربیت شیخ الاسلامؒ جیسی ہستی نے کی ہو، ان کا مبلغ اسلام اور داعیٔ دینِ متین ہونا یقینی ہے۔
اللہ تعالیٰ نے شیخ الاسلامؒ کو سات فرزند عطا فرمائے تھے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ شیخ الاسلام صدرالدین عارفؒ
۲۔ شیخ علاءالدین محمدؒ
۳۔ شیخ قدوۃ الدین محمدؒ
۴۔ شیخ شمس الدین محمد، محبوبِ خداؒ
۵۔ شیخ شہاب الدین محمدؒ
۶۔ شیخ ضیاءالدین محمدؒ
۷۔ شیخ برہان الدین محمدؒ

ان صاحبزادگان نے اپنی زندگیاں ترویجِ اسلام کے لیے وقف کر دی تھیں۔ سات فرزندان کے علاوہ شیخ الاسلامؒ کی تین صاحبزادیاں بھی تھیں۔ آپ کے داماد بھی صوفیہ میں سے تھے۔ ایک بیٹی نور بانو فخرالدین عراقیؒ کے حبالۂ نکاح میں آئیں۔ اس سے سیّد کبیرالدین عراقی پیدا ہوئے جنہوں نے حضرت کی آغوشِ شفقت ہی میں پرورش پائی اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر بڑے مرتبے کو پہنچے۔ دوسری صاحبزادی سلطان بی بی المعروف بی بی فاطمہ تھیں جن کی شادی سلطان التارکین حمیدالدین حاکم رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی، جن سے خاندانِ جلیلہ کے مورثِ اعلیٰ نورالدین پیدا ہوئے۔ تیسری صاحبزادی عائشہ بی بی کا نکاح میر حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔(۲۴)

آپ کے صاحبزادوں کی طرح آپ کے دامادوں اور ان کی اولاد نے بھی اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت شیخ صدرالدین عارفؒ مسند آرائے رشد و ہدایت ہوئے جن کے وصال کے بعد حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدین خانقاہ سہروردیہ کے

سجادہ نشین بنے اور سر چشمۂ علم و عرفان کی حیثیت سے اپنے عظیم آباؤ اجداد کی طرح مخلوقِ خدا کو فیض یاب کرتے رہے۔(۲۵)

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔آپ کے خلفاء نے سلسلہ سہروردیہ کی ترویج کے ساتھ ساتھ اشاعتِ اسلام کا فریضہ بطریق احسن سرانجام دیا۔آپ نے حضرت سید جلال الدین سرخ بخاریؒ (۶۴۵ھ) کو خرقۂ خلافت عطا فرما کر روحانی علوم کی دولت سے مالا مال کر دیا۔وہ تیس برس تک آپ کی خدمت میں رہے پھر حضرت صدرالدین عارفؒ (فرزندِ اکبر و سجادہ نشین درگاہ زکریا) کے حکم پر اُوچ تشریف لے گئے۔ان دنوں اوچ کے گردونواح میں ہندوؤں کا تسلط تھا۔سیّد جلال الدینؒ نے پوری خود اعتمادی کے ساتھ دینِ اسلام کی تبلیغ کی اور کفّار کو راہِ راست پر لانے کی ذمہ داری قبول کی اور اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی۔(۲۶)

شیخ فخر الدین عراقی (متوفی ۶۸۸ھ) آپ کے خلیفۂ مجاز اور داماد تھے۔انہوں نے مختلف ممالک کی سیاحت کی جن میں روم، عراق، مصر اور شام شامل ہیں تاہم ان کی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر تذکرہ نویسوں کے ہاں نہیں ملتا۔ان کا اور ان کے صاحبزادے شیخ کبیر الدین کے دمشق میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے پہلو میں مدفون ہونے کا ذکر متعدد مورخین نے کیا ہے۔(۲۷)

حضرت مخدوم لعل شہباز قلندرؒ (سیّد عثمان المروندی) بھی شیخ الاسلامؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ نے سندھ میں آ کر یہاں کے عوام کی روحانی اور اخلاقی اصلاح کی۔ان کی اصلاحی اور تبلیغی خدمات سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں۔سہوان کفر و عصیان کا مرکز تھا۔بدھ اور برہمنوں کی کثرت تھی، آپ کے آنے سے اسلام کی اشاعت ہوئی۔حضرت شہباز قلندرؒ کے سندھ میں گھومنے اور تبلیغ کرنے کے سلسلے میں ''تحفۃ الکرام'' میں لکھا ہے کہ لعل سائیں نے سندھ کے کونے کونے کی سیر کی تھی اور ان کی یہ سیاحت یقیناً تبلیغی لحاظ سے ہوتی تھی۔(۲۸)

شیخ الاسلامؒ کے دیگر خلفاء میں سے میر حسینی نے ہرات میں، خواجہ حسن افغان نے افغانوں میں اور شیخ اسماعیل قریشی نے عمر پور میں تبلیغ اسلام کی۔(۲۹) پیر نواب موسیٰ کو ولایت سندھ میں رشد و ہدایت پر مامور کیا گیا اور کئی قوموں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔پیر پتھورو نے ضلع تھر پارکر میں، مخدوم جمار نے رانی پور ضلع خیر پور میں اور حیدر زرکنی نے سمرقند میں سلسلۂ رشد و ہدایت جاری کیا۔(۳۰)

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ اوران کے خلفاء کا اثر صرف مغربی پنجاب اور سندھ تک محدود نہ تھا بلکہ افغان علاقے میں بھی ان کے معتقد تھے۔افغان اپنا سلسلۂ نصب بنی اسرائیل سے ملاتے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کے زمانے تک بیشتر افغان غیر مسلم تھے۔روسی مستشرق بارٹولڈ کا بھی خیال ہے کہ افغانوں میں اسلام بارہویں صدی عیسوی کے قریب پھیلنا شروع ہوا اور قریب قریب یہ وہی زمانہ تھا جب ۱۱۸۲ء میں شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی ولادت ہوئی اور تعلیم وتربیت اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے خلافت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے موجودہ پاکستان میں اپنے آپ کو ارشاد وہدایت کے لیے وقف کردیا۔(۳۱) حضرت شیخ الاسلامؒ کے خلفاء میں سے شیخ حسن افغان رحمۃ اللہ علیہ بہت مشہور ہیں، ان کی بابت آپ فرمایا کرتے تھے:

"روزِ قیامت وقتی از من سوال کنند کہ دربار گاہ ماچہ آوردہ ای؟ .... خواہم گت : صدق و اعتقاد و حسن افغان را"۔ (۳۲)

حضرت شیخ زکریاؒ نے اپنے اس خلیفہ کو افغانوں میں جاکر تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔

ان کے علاوہ بھی مخزن افغانی میں شیخ بہاء الدین زکریاؒ کے دوسرے افغان مریدوں کے نام ملتے ہیں۔(۳۳) بعد میں ان کے مریدین اور دوسرے ایسے سہروردی بزرگوں نے افغانستان میں اسلام کی تبلیغ کی جن کا منبع فیضان شیخ الاسلامؒ ہی تھے۔

شیخ الاسلامؒ کے تمام وابستگان کی تعداد اوران کی تبلیغی مساعی کو حیطۂ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ مختصراً اتنا کہا جاسکتا ہے کہ برصغیر کے اس عظیم صوفی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے جنوبی ایشیاء میں اسلام کی نشرواشاعت کا بندوبست فرمایا، مراکش سے جاوا اور سماٹرا تک ان کے ذریعے اسلام پھیلا اور سلسلہ سہروردیہ کی ترویج ہوئی۔

قرامطہ کے اثرات زائل کرنے کی کوششیں:

حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے جہاں غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کرنے کے لیے حکمت اور موعظۃ الحسنہ کے قرآنی اصولوں پر عمل کیا، اسی طرح انہوں نے نام نہاد مسلمانوں کے گروہوں کو بھی جنہیں وہ غلط سمجھتے تھے، راہ راست پر لانے کی سعی کی۔چونکہ حضرت خود حنفی تھے، اس لیے وہ قرامطہ کو غلط سمجھتے تھے۔قرامطہ کی تحریک کا آغاز حمدان قرمط نے واسط کے مضافات سے کیا۔

۲۶۴ھ/۸۷۷ء میں عراق کے زیریں علاقے میں زنج کی جنگ غلامی میں منظم ہونے والے باغیوں نے قرامطہ کی تحریک کی بنیاد رکھی جس میں شمولیت کے لیے بعض رسوم کا بجالانا ضروری تھا۔ پرجوش تبلیغ کے باعث اس خفیہ جماعت کا دائرہ عوام کسانوں اور اہل حرفہ تک وسیع ہوگیا۔ الاحساء میں انہوں نے خلیفۂ بغداد سے آزاد ہو کر ایک ریاست کی بنیاد رکھ لی اور خراسان، شام اور یمن میں ان کے ایسے اڈے قائم ہو گئے جہاں سے ہمیشہ شورشیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس تحریک نے نویں اور بارہویں صدی عیسوی کے درمیان ساری اسلامی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ بعد میں ایک جاہ طلب گھرانے یعنی اسماعیلی خاندان نے اس تحریک پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے ۲۹۷ھ/۹۱۰ء میں خلافت فاطمیہ کے نام سے ایک حریف سلطنت قائم کی۔ (۳۴) ایک دور میں ملتان بھی قرامطیوں کا گڑھ تھا۔ ان کا اثر ختم کرنے کے لیے سلطان محمود غزنوی نے ملتان پر حملہ کیا تھا۔ (۳۵)

ملتان کے اسماعیلی، بحرین اور یمن کے اسماعیلیوں کی اولاد ہونے کے داعی تھے۔ یمن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے عبدالرحمٰن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے عباسیوں کے خلاف علویوں کے حق میں ۲۰۹ھ/۸۲۵ء میں خروج کیا۔ چنانچہ اس تحریک کے لوگ بھی سندھ اور ملتان میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ یہاں انہوں نے بڑی بڑی جاگیریں خرید کر بڑا اثر ورسوخ حاصل کر لیا تھا۔ یہ لوگ ہندی بولتے تھے تاکہ عوام سے رابطہ ہو سکے۔ بعد ازاں یہ اسماعیلی ملتان کے علاقے سے اٹھ کر بمبئی، گجرات اور جنوبی ہند کے دوسرے علاقوں کے علاوہ موجودہ پاکستان کے شمالی علاقوں تک پھیل گئے جہاں یہ آج تک باقی ہیں۔ (۳۶)

حضرت بہاء الدین زکریا قدس سرہ العزیز نے اسماعیلی فرقے کا اثر ورسوخ کم کرنے کے لیے باقاعدہ تبلیغی کاوشیں کیں۔ آپ اور آپ کے خلفاء کی کوششوں کے باعث اس فرقے کی ترویج رک گئی بلکہ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی کے الفاظ میں ''سندھ اور ملتان کے قرمطی اور اسماعیلی لوگوں نے اپنے عقائد ترک کر کے سنی حنفی عقائد اختیار کر لیے۔'' (۳۷)

اس کے متعلق قاضی جاوید رقم طراز ہیں:

''شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی شخصیت میں جملہ سہروردیہ اوصاف کی تجسیم ہوئی تھی۔ ان کی عقیدہ پرستی اور راسخ الاعتقادی کی تشکیل میں اسماعیلی اثرات کے خلاف عوامی ردّعمل نے بھی قابل ذکر کردار ادا کیا تھا۔ شیخ کے زمانے میں ملتان اور

خصوصاً اس کے گرد ونواح کے علاقے اسماعیلی اثرات سے پاک نہیں ہوئے
تھے۔ شیخ نے اسماعیلی اثرات کے خلاف جہاد کیا، شاگردوں اور مریدوں پر
مشتمل مبلغین کی کئی جماعتیں نہ صرف قرب وجوار بلکہ دور دراز کے علاقوں میں
بھی راسخ الاعتقادیت کے دفاع کی خاطر بھیجیں۔ (۳۸)''

ایک زمانے میں ملتان قرامطیوں کا گڑھ تھا۔ دوسو برس تک قرامطیوں نے ملتان پر حکومت کی۔ اگرچہ محمود غزنوی اور اس کے بعد کے حکمرانوں نے قرامطہ فرقے کو ختم کرنے اور ملتان پر ان کے اقتدار کو مٹانے کی پوری کوشش کی۔ ان کی کوششوں سے ان کی حکومت تو ختم ہو گئی مگر ان عقائد سے تعلق رکھنے والے ابھی ملتان اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں موجود تھے۔ (۳۹)

شیخ الاسلامؒ نے عوام الناس میں قرامطہ اور اسماعیلیوں کے اثرات کم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی تبلیغ سے کئی راہ راست پر آ گئے۔ (۴۰)

شیخ الاسلامؒ کی تبلیغی سرگرمیاں اور مسلم مؤرخین:

مسلمان مؤرخین اور تذکرہ نویسوں نے حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی کوششوں کی بڑی تحسین کی ہے۔ یہاں سوانحی تذکروں، صوفیانہ تاریخی کتب اور دیگر تاریخِ ہند کے ذرائع سے کچھ اقتباسات نقل کیے جارہے ہیں جن میں حضرت شیخ کی تبلیغی خدمات اور ہندوستان کی تاریخ تصوف میں آپ کے مقام ومرتبہ کی وضاحت کی گئی ہے:

شیخ نور محمد بخش نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''سلسلۃ الذھب'' میں حضرت شیخ کے تذکرے میں لکھا ہے:

'' بہاؤ الدین زکریا الملتانی قدس سرہ رئیس الاولیاء ببلاد ہند و کان عالما بعلوم الظاھرۃ صاحب الاحوال والمقامات من المکاشفات والمشاھدات مرشدًا ینتسعب منه کثیر من الاولیاء فی الارشاد وھدایة الناس من الکفر الی الایمان و من المعصیة فی الطاعة من النفسانیة الی الروحانیة. ''(۴۱)

''بہاء الدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہٗ ہندوستان کے رئیس الاولیاء تھے آپ علوم ظاہری کے زبردست عالم اور صاحبِ احوال و مقامات اور صاحبِ

مکاشفات ومشاہدات تھے، آپ ایسے مرشد کمال تھے جن سے اکثر اولیاء کے سلسلے نکلتے ہیں، آپ کا کفر سے ایمان، معصیت سے اطاعت اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف ہدایت کرنے میں بڑا مقام ہے۔"

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ء) نے صوفیہ کے احوال پر مبنی کتاب "اخبار الاخیار" مرتب کی جس میں انہوں نے حضرت شیخ الاسلام کے متعلق لکھا:

" خلیفه شیخ الشیوخ شهاب الدین سهروردی ست رحمة الله تعالیٰ علیهما از اکابر اولیاء هندست صاحب کرامات ظاهره و مقامات باهره و برکاتِ شامله " ۔ (۴۲)

"آپ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے، آپ کا شمار ہندوستان کے اکابر اولیاء میں ہوتا ہے، ظاہری کمالات، بلند مراتب اور اعلیٰ برکات وفیوض سے آراستہ تھے۔"

شہزادہ داراشکوہ نے اپنی کتاب "سفینۃ الاولیاء" میں ان کا ذکر یوں کیا ہے:

"پھر آپ شیخ الشیوخ سے اجازت لے کر ملتان آئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی اور طالبانِ حق کی ہدایت وارشاد میں مشغول ہوئے۔ آپ کی برکت سے بہت سی مخلوق راہِ راست پر آئی اور اس شہر اور اطراف کے تمام لوگ معتقد ہوئے اور آج بھی اس نواح میں آپ کے مرید کثرت سے موجود ہیں۔" (۴۳)

حضرت شیخ الاسلام کے تذکرہ نویس نور احمد خان فریدی حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کی تبلیغ کے اثرات کا بڑے دلکش انداز میں یوں ذکر کرتے ہیں:

"حضرت جب اس سرزمین میں تشریف لائے تھے، یہ علاقہ کفر والحاد کا گہوارہ بن رہا تھا لیکن اب کایا پلٹ چکی تھی۔ ملک کے طول وعرض میں ہزاروں مبلغین حضرت کے اشارہ پر مئے توحید کے خم لنڈھاتے پھرتے تھے اور چپہ چپہ پر قرآن وحدیث کے درس جاری تھے۔" (۴۴)

ڈاکٹر محمد ریاض جو حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کو "صوفی گر" مشائخ کرام میں شمار کرتے ہیں۔ (۴۵)، آپ کی تبلیغی خدمات کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"شیخ زکریا کی تبلیغ کے نتیجے میں اشاعتِ اسلام کا کام کافی آگے بڑھا اور

مسلمانوں کی اصلاحِ احوال بھی ہوئی۔"(۴۶)

پروفیسر محمد خورشید شعبۂ تاریخ ومطالعہ پاکستان اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور حضرت بہاء الدین زکریا کے متعلق لکھتے ہیں:

"۱۲۱۷ء میں ملتان پہنچ کر شیخ (شہاب الدین سہروردیؒ) کے خلیفہ کی حیثیت سے خانقاہ سہروردیہ قائم کی۔ اس کے نتیجے میں اسلامی تعلیمات اور رشد وہدایت کا مرکز کوٹ کروڑ سے ملتان منتقل ہو گیا اور یہ کہ اسی خطۂ پاکِ ارض (کوٹ کروڑ) کے توسط سے ملتان رشد وہدایت کا مرکز میں تبدیل ہوا اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کا مرکز ومحور ٹھہرا۔ مابعد بزرگانِ دین کی دینی تعلیمات اور اشاعتِ اسلام کے سبب مدینۃ الاولیاء کہلایا۔"(۴۷)

عزیز احمد نے سلسلۂ چشتیہ اور سہروردیہ دو بڑی خانقاہوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اجمیر میں چشتی سلسلہ کی خانقاہ اور ملتان میں سہروردی خانقاہ کا قیام تیرہویں صدی میں صوفیانہ مذہبی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ تبلیغ کے بھی مرکز تھے۔"(۴۸)

یہاں ان کا اشارہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

مولانا قاضی اطہر مبارک پوری اپنی کتاب "ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں" میں حضرت زکریا کے متعلق رقم طراز ہیں:

"شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا بن محمد ملتانیؒ (متوفی ۶۶۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ اسی ہباری خاندان کے چشم وچراغ تھے جنہوں نے منصورہ کے بنو ہبار کے تقریباً تین سو سال بعد ملتان میں رشد وہدایت اور علم وفضل کی بساط بچھائی۔ اس ہباری فقیر نے اپنے دلق وسجادہ کے ذریعے ہباری حکمرانوں کے تخت وتاج سے زیادہ دوام وثبات پایا اور ملتان کا نام اس خانوادۂ علم وفضل کی وجہ سے مدتوں روشن رہا۔"(۴۹)

اعجاز الحق قدوسی نے حضرت شیخ الاسلامؒ کے بارے میں تحریر کیا ہے:

''ملتان واپس آنے کے بعد آپ نے اصلاح و تربیت کا کام بڑے پیمانے پر انجام دیا اور آپ کے فیوض و برکات سے سارا ہندوستان منور ہو گیا۔''(۵۰)

مولانا عبدالرشید طالوت نے حضرت بہاء الدین زکریاؒ کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

''حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ یہ وہی قدسی نفوس تھے جن کا پیکر صناعِ ازل سے عشق کے خمیر سے تیار کیا گیا تھا۔ جو اپنے سینے میں پارے کی طرح بے تاب دل رکھتے تھے۔ یقین ان کا ایمان اور عشق ان کی سپر تھی۔ اسلام کی عظمت و سربلندی کے لیے یہ ملکوتی انسان قندیل ایمان لے کر **Six Hundred Soldier Saints** (چھ سو درویش مجاہدین) کی شکل میں بنگال کی رزم گاہ میں بجلی بن کر گوڑ گو بند کے لشکر پر کودے اور کبھی جمالِ خداوندی کا مظہر بنے۔ انڈونیشیا، فلپائن اور چین کے قریہ قریہ میں دعوتِ حق دیتے نظر آئے جو رضائے الٰہی کے لیے، بحرِ ہند کے طوفانوں سے الجھے، سیام اور برما کی پہاڑیوں سے ٹکرائے اور ظلمات کے پردوں کو چاک کرتے ہوئے وہاں تک پہنچے جہاں تک تخیلِ انسانی کی رسائی ہو سکتی ہے۔ الغرض کشمیر، سندھ، گجرات، دکن، بنگال اور مشرقِ بعید کی بھولی بھٹکی مخلوق کو اسلام سے متعارف کرانے میں ہمارے شیخ الاسلامؒ کا بڑا حصہ ہے۔''(۵۱)

کرم الٰہی بدر ''تاریخ ملتان'' میں حضرت شیخ کی تبلیغی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ وہ ہستی ہیں جنہیں اس سلسلہ (سہروردیہ) کو تمام ہندوستان میں پھیلانے کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے ملتان اور اوچ میں سلسلہ عالیہ کی خانقاہیں قائم کیں اور یہ حضرت غوث کی تبلیغی کوششوں کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ سرکش قبائل جنہوں نے بارہا اسلامی علمبردار غزنوی اور غوری مجاہدین سے ٹکر لی تھی، اسلام کے محافظ بن گئے اور ملتان قبۃ الاسلام کہلایا۔۔۔۔۔۔غوث بہاء الحق زکریا ملتانیؒ وہ سرچشمہ فیض ہیں جس نے سندھ اور ملتان میں اسلام کے پودے کو سدا بہار کر دیا۔''(۵۲)

اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ کے مطابق حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ کے سلسلے کو زیادہ تر

سندھ اور پنجاب میں فروغ حاصل ہوا، اگرچہ ان کے مریدین ہرات، ہمدان اور بخارا میں بھی تھے۔(۵۳)

ڈاکٹر روبینہ ترین نے ''ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ'' میں لکھا ہے:

''آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ملتان میں ایک علمی ودینی مدرسہ قائم کیا جس کے فارغ التحصیل اور تربیت یافتہ علماء، مبلغین اور واعظین نے نہ صرف برصغیر بلکہ بیرون ملک یعنی جاوا، سماٹرا، انڈونیشیا، فلپائن، خراسان اور چین تک اسلام کی روشنی پھیلائی۔'' (۵۴)

آگے چل کر لکھتی ہیں کہ بہاء الدین زکریاؒ ملتانی نے اپنی ساری عمر لوگوں کی فلاح اور رشد وہدایت کے لیے وقف کردی تھی۔(۵۵)

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے ایک اور سوانح نگار حمید اللہ شاہ ہاشمی نے لکھا ہے:

''برصغیر پاک وہند میں جن برگزیدہ ہستیوں کے طفیل اسلام کا نور چارسو پھیلا، ان میں شیخ الاسلام حضرت غوث بہاء الدین ملتانیؒ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔'' (۵۶)

ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی برصغیر کی اس عظیم روحانی شخصیت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''سلسلہ سہروردیہ برصغیر پاک وہند میں حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے خلفاء خاص طور پر حضرت غوث بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے ذریعہ پھیلا اور مختلف علاقوں تک پہنچا لیکن یہ سعادت موجودہ پاکستان کے علاقوں پنجاب اور سندھ کو حاصل ہے کہ یہ روحانی اور اخلاقی تحریک پہلے یہاں پہنچی اور یہاں سے دور دراز علاقوں اور شہروں تک پہنچ گئی۔ اس تحریک کے بزرگوں نے تبلیغ کے ذریعے اسلام کی اہم خدمات انجام دیں۔ کئی غیر مسلموں نے اس سلسلہ کے بزرگوں کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے، بے شمار لوگ روحانی فیض سے مستفیض ہوئے۔(۵۷)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے حضرت زکریاؒ کی تبلیغی خدمات کا یوں ذکر فرمایا ہے:

''مغربی پنجاب میں اشاعت کا فخر سب سے زیادہ حضرت بہاء الحق زکریا ملتانیؒ کو حاصل ہے۔'' (۵۸)

مولانا سید عبدالحی لکھنوی نے "نزهة الخواطر و بهجة المسامع والنواظر" میں لکھا ہے کہ ملتان تشریف لانے کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ ہمہ تن دعوت وارشاد پر متوجہ ہو گئے جس سے لوگوں پر اس قدر اثر ہوا کہ ان سے پہلے کسی صاحبِ طریقت کے ارشاد و دعوت سے اس قدر فائدہ نہ ہوا تھا۔(۵۹) محمد دین کلیم مؤرخ لاہور نے لکھا ہے کہ:

"حضرت بہاء الدین ملتانی علیہ الرحمۃ مختلف ممالک اور شہروں کی سیر و سیاحت کے بعد ملتان تشریف لائے، یہاں آ کر آپ نے سلسلہ عالیہ سہروردیہ کا ایک بڑا زبردست مرکز قائم کیا جس کا کام مبلغ پیدا کرنا تھا۔ انہوں نے آپ کے تبلیغی دوروں کے حوالے سے یہ بتایا کہ عام طور پر گرمی کا موسم کشمیر، بلخ، بخارا، دمشق، نیشاپور اور افغانستان کی طرف گزرتا اور سردی کے ایام راجپوتانہ، سندھ اور پنجاب کے میدانی علاقہ میں وعظ و تبلیغ پر جاتے۔ ساون بھادوں کے مہینوں میں دیبل، ملہیر اور سہوان کی طرف نکل جاتے۔"(۶۰)

مخدوم حسن بخش "انوارِ غوثیہ" میں حضرت شیخ زکریاؒ کی تبلیغ کے ذریعے اسلام کی اشاعت کے متعلق رقم طراز ہیں:

"حضرت کے وعظ سن کر ملک سندھ اور علاقۂ ملتان اور لاہور کے اہل ہنود میں سے بھی بے شمار خلقت نے جس میں بہت متمول تاجر اور بعض والیانِ ملک بھی تھے، دینِ اسلام اختیار کیا اور حضور کے مرید ہوئے۔"(۶۱)

دراصل حضرت بہاء الدین زکریا قدس سرہ العزیز کی شخصیت میں اتنی کشش تھی کہ آپ کے وعظ و نصیحت سے لوگ بہت متاثر ہوتے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت بہاء الدین زکریا کی ذات میں بڑی تاثیر تھی۔(۶۲)

غیر مسلموں کا اعترافِ عظمت:

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ العزیز کی تبلیغی مساعی اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی ترویج کے لیے خدمات کا اعتراف غیر مسلم قلمکاروں نے بھی کیا۔ ان کا ذکر متعدد مستشرقین کی کتب میں ملتا ہے۔ یہاں بطور نمونہ بعض غیر مسلم مصنفین کی کتب سے حضرت شیخ الاسلامؒ سے

متعلق اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

سر تھامس آرنلڈ (Sir Thomas W. Arnold) سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور اپنی تصنیف ''دعوتِ اسلام'' (The Preaching of Islam) میں رقم طراز ہیں:

"The Conversion of the inhabitants of the western plains of the Punjab is said to have been effected through the preaching of Baha al-haqq of Multan (otherwise known as shaykh Baha al-Din Zakriyya) and Baba Farid ul-Din of Pakpattan, who flourished about the end of the thirteenth and beginning of the fourteenth centuries." (۶۳)

''پنجاب کے مغربی صوبوں کے باشندوں نے بہاء الحق ملتانی (جو شیخ بہاء الدین زکریا کے نام سے بھی معروف ہیں) اور بابا فریدؒ پاک پتنی کی تعلیم و تلقین سے اسلام قبول کیا۔ یہ دونوں بزرگ تیرہویں صدی کے قریب خاتمہ اور چودھویں صدی عیسوی کے شروع میں گزرے ہیں۔''

معروف مستشرق اے۔ جے۔ آربری (*A.J. Arbery*) اپنی کتابِ تصوف *"Sufism"* میں حضرت زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"Shihab al- Din wrote many books, large and small, the most famous and influential being the Awarif al-Maarif which became fundamental text book of the order. His teaching was carried to India by Baha al - Din Zakariya of Multan, and therefore found immediate acceptance". (۶۴)

''شیخ شہاب الدینؒ (سہروردی) نے بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں لکھی ہیں جن میں سب سے معروف اور اثر انگیز ''عوارف المعارف'' ہے جو اس سلسلے بنیادی

درسی کتاب بن گئی ہے۔ان کی تعلیمات ہندوستان میں بہاء الدین زکریاؒ ملتانی
کے ذریعے پہنچیں،اس لیے فوری قبولیت پائی۔"

''کیمبرج ہسٹری آف اسلام''میں بھی سلسلہ سہروردیہ کے بہاء الدین زکریاؒ کے ذریعے ہندوستان پہنچے کا ذکر موجود ہے۔(۶۵)

ایل بی ون جونز (L.Bevan Jones) جو بپٹسٹ مشنری سوسائٹی سے تعلق رکھتے تھے، سلسلۂ سہروردیہ کا تعارف کرواتے ہوئے شیخ بہاء الدین زکریا علیہ الرحمۃ کا یوں ذکر کرتے ہیں۔

"The Order was Founded by Dia-ud-Din Abi Najib Suhrawardi, who died in A.D.1167. It was introduced into India by Shaikh Baha-ud-Din Zakriya of Multan, a disciple of shaikh Shahab-ud-Din, who succeeded the founder. Baha-ud-Din died in A.D.1266. His tomb in Multan is greatly revered. His Spiritual descendants were active and successful propagendists of Islam!" (۶۶)

''اس سلسلے کی بنیاد ضیاء الدین ابی نجیب سہروردی نے رکھی جن کا 1167ء میں انتقال ہوا۔ ہندوستان میں اسے ملتان کے شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے متعارف کرایا جو بانیٔ سلسلہ کے جانشین شیخ شہاب الدینؒ کے مرید تھے۔ بہاء الدینؒ نے 1266ء میں وفات پائی۔ملتان میں ان کے مزار کا بہت احترام کیا جاتا ہے ۔ان کی روحانی اولاد نے اسلام کی اشاعت کا کام مستعدی اور کامیابی سے سرانجام دیا۔''

ایک معروف ہندو مؤرخ ڈاکٹر تاراچند نے اپنی کتاب ''تمدن ہند پر اسلامی اثرات'' (Influemce of Islam on Indian Culture) میں جہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور سید علی بن عثمان ہجویری رحمہما اللہ کی ہندوستان آمد کا ذکر کیا، وہاں انہوں نے حضرت بہاء الدین زکریا علیہ الرحمۃ جیسے صوفی کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔(۶۷) کیونکہ ایسے نفوسِ

قدسیہ کی کاوشوں سے ہندوستان میں اسلام کی نشرو اشاعت ہوئی ہے۔

گزیٹیئر آف دی ملتان ڈسٹرکٹ کا مصنف ای۔ڈی۔میکلیگن **(E.D.Maclagan)** حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، آپ کے فرزند حضرت صدر الدین عارف اور حضرت شاہ رکن عالم رحمہم اللہ کے مختصر حالات اور مزارات کا ذکر کرتا ہے۔وہ سندھ اور دوسرے علاقوں کے زائرین کی بہاء الدین زکریاؒ اور شاہ رکن عالمؒ کے مزارات پر حاضری اور بیک آواز نعروں کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

> ***"This (Rukn-i-Alam's) shrine and that of Bahawal Hakk are enlivened at times by the visite of bonds of pilgrims from Sindh and elsewhere, who march in with flags, crying out in chorus: "Dam Bahawal Hakk! Dam Bahawal Hakk!".*** (۲۸)

ڈاکٹر این میری شمل (***Annemarie Schimmel***) اپنی تالیف ***"Mystical Dimensiens of Islam"*** میں حضرت شیخ الاسلامؒ کا ذکر یوں کرتی ہیں:

> ***"An even greater Suhrawardy impact on Muslim religious life was made by Baha' uddin Zakriya Multani, (d.ca.1262) a Contemporary of Fariduddin Gunj-i-Shakar."*** (۲۹)

''مسلمانوں کی مذہبی زندگی پر سلسلہ سہروردیہ کا زیادہ واضح اثر بہاء الدین زکریا ملتانی (متوفی 1262ء) کے ذریعے پہنچا جو فرید الدین گنج شکرؒ کے ہمعصر تھے۔''

این میری شمل نے اپنی ایک اور کتاب ***"Islam is the Indian Subcontinent"*** میں بھی شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا قدس سرہ العزیز کا تذکرہ درج کیا ہے، جس میں انہوں نے برصغیر پاک و ہند میں صوفیۂ کرام کی تبلیغی مساعی پر تفصیلی تبصرہ کیا ہے۔

مرے ٹی۔ٹائی ٹس (***Murray T. Titus***) اپنی تصنیف ***"Islam in India and Pakistan"*** میں حضرت بہاء الدین زکریاؒ اور ہندوستان میں سلسلۂ سہروردیہ کی آمد کے

بارے میں رقم طراز ہیں:

"Following the appearance of the Chisti Order in India, the next darewish Fraternity to be introduced was Suhrawardi Order, which was sponsored by Baha-ud-Din Zakariya, a native of Multan....... A.D.1266 he died at Multan, where his tomb is greatly revered." (۷۱)

کے۔ایس۔لال (K.S. Lal) نے اپنی کتاب "Early Muslims in India" میں سلسلۂ سہروردیہ کی ہندوستان میں ترویج واشاعت کے حوالے سے لکھا ہے:

"The founder of the Suhrawardi Silsila was Shaikh Shahabuddin Suharwardi. He directed his disciples to work in India. The most prominent among there was Shaikh Bahauddin Zakariya of Multan. Bahauddin Zakrariya was born at aror in 1182-83, and ofter a long sojourn of many important centres of Muslim learning, he settled down in his khanqah at Multan where he died in 1262 after half a century,s work"(۷۲)

''سہروردی سلسلہ کے بانی شیخ شہاب الدین سہروردی تھے۔انہوں نے اپنے خلفاء کو ہندوستان میں تبلیغی کام کرنے کا حکم دیا۔ان میں سب سے نمایاں ملتان کے شیخ بہاء الدین زکریا ہیں۔بہاء الدین زکریا اروڑ (صحیح نام کروڑ ہے) میں ۸۳-۱۱۸۲ء میں پیدا ہوئے اور مسلم علوم کے بہت سے اہم مراکز کی طویل مسافت کے بعد آپ ملتان میں اپنی خانقاہ میں سکونت پذیر ہوگئے جہاں انہوں نے نصف صدی کے (تبلیغی) کام کے بعد ۱۲۶۲ء میں انتقال فرمایا۔''

سر لیپل ایچ گرفین اور کرنل میسی نے تذکرۂ روسائے پنجاب (Punjab Chiefs) میں حضرت بہاء الدین زکریا علیہ الرحمۃ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''حضرت بہاء الدینؒ 1170ء میں تحصیل لیہ کے مقام کڑوڑ میں پیدا ہوئے۔ آپ اسد بن ہاشم کی اولاد سے تھے اور ہاشم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا، ان کا مورثِ اعلیٰ سلطان حسین سلطان محمود غزنوی کے کسی حملہ کے ہمراہ ہندوستان آیا اور کوٹ کروڑ میں توطن اختیار کیا۔ حضرت بہاء الدینؒ زمانۂ طفلی ہی میں تحصیلِ علم وکمال کے شوق سے اپنا گھر چھوڑ کر خراسان چلے گئے اور وہاں شیخ الاسلام مولانا شہاب الدین سہروردیؒ کے شاگرد بنے۔ مخدوم بہاء الدینؒ نے علم و فضل کی وجہ سے جلد ہی حقیقت آ گاہی اور خدا شناسی میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کر لیا اور اس کے بعد انہوں نے سفر و سیاحت اختیار کر کے کئی سال تک ترکستان ، شام اور عرب میں گشت کیا۔ 1222ء میں آپ ملتان میں قیام فرمانے کی نیت سے ہندوستان واپس آئے۔ پہلے پہل تو ان کے یہاں سکونت پذیر ہونے کی مخالفت کی گئی مگر آخر کار سب مزاحمتیں دور ہو گئیں اور ان کی کرامات اور زہد و تقویٰ کا شہرہ تمام ملک میں پھیل گیا جس کی وجہ سے بیشمار آدمی ان کے مرید ہو گئے۔'' (۷۳)

جے اسپنسر ٹری منگھم (J.Spencer Trimingham) نے صوفی سلاسل کے موضوع پر ایک تحقیقی کتاب لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے سلسلہ سہروردیہ اور ہندوستان میں اس کے بانی حضرت بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ کے متعلق لکھا ہے:

> ***"The Suhrwardi Silsila spread in India as a distinctive school of mystical ascription to be one of the major tariqas .... the chief propagondist in Sindh and Punjab was another disciple, Baha ad - din Zakariya (A.D 1182 -1268), of Khurasanian origion, who worked in Multan and was succeeded by his***

eldest son, Sadr ud-din M.Arif. (d.A.D. 1285), the succession continuing in the same family." (۴۴)

''سہروردی سلسلہ ہندوستان میں بڑے سلسلہ ہائے طریقت میں سے ایک نمایاں تصوف سے متعلق مکتب کے طور پر پھیلا۔۔۔۔اس سلسلہ کے سندھ اور پنجاب میں بڑے مبلغ خراسانی الاصل (شہاب الدین سہروردیؒ) کے ایک دوسرے خلیفہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ (1182ء - 1268ء) تھے جنہوں نے ملتان میں (تبلیغی) کام کیا اور ان کے جانشین ان کے سب سے بڑے فرزند صدرالدین محمد عارفؒ (متوفی 1285ء) تھے۔ جانشینی اسی خاندان میں چلتی رہی۔''

پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ (بھارت) کے ڈیپارٹمنٹ آف پنجاب ہسٹوریکل اسٹڈیز کے ڈاکٹر فوجہ سنگھ (*Fauja Singh*) نے اپنی مبسوط کتاب "*History of the Punjab*" میں عظیم صوفی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"By and by, at Multan and Uch, permanent peats of learning associated with the names of Pirs and Fakirs were establihed. Among them, the Suhrawardy Order was the most prominent. The original founder of this branch was the sufi saint of Baghdad, Shahab - ud - Din Suhrawardy. But in Multan, the foundation of this order or Silsila was laid by the Sufi saint Baha - ud - Din Zakaria." (۴۵)

''آہستہ آہستہ ملتان اور اُوچ میں پیروں اور فقیروں کے ناموں سے وابستہ مستقل علم کے گہوارے قائم ہو گئے۔ان میں سلسلہ سہروردیہ زیادہ نمایاں ہے۔ اس شاخ کے اصل بانی بغداد کے صوفی بزرگ شہاب الدین سہروردیؒ تھے لیکن

ملتان میں اس سلسلے کی بنیاد صوفی بزرگ بہاء الدین زکریاؒ نے رکھی۔"

اس نامور بزرگ کا احترام کرنے والوں میں دونوں مسلم اور غیر مسلم شامل ہیں۔ قیام پاکستان سے قبل ان کے مزار پر حاضری دینے والوں میں ہندو اور سکھ بھی شامل ہوتے تھے۔ بعض غیر مسلم ان کی درگاہ پر حاضر ہو کر دعا کیا کرتے۔ مثال کے طور پر جے رائل روز بیری سوم (J. Royal Rosebery III) ہندوؤں کی اس بزرگ سے عقیدت کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"Many Hirdus venerated Muslim saints. Mulraj's mother made offerings at the shrine of Bahawal Haq praying " that her son might not only conquer the English, but afterwards the Sikhs and become king of the Punjab." (۷۶)

"بہت سے ہندو مسلم بزرگوں کا احترام کرتے ہیں، مول راج کی ماں نے حضرت بہاء الحقؒ کے مزار پر نیاز چڑھا کر یہ التجا کی کہ اس کا بیٹا نہ صرف انگریزوں پر فتح حاصل کرے بلکہ بعد ازاں سکھوں کو بھی شکست دے اور پنجاب کا بادشاہ بنے۔"

مارشل جی۔ ایس۔ ہوج سن (Marshell G.S. Hodgson) اپنی کتاب "The Ventaer of Islam" میں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ اور ان کے خلفاء کے متعلق رقم طراز ہیں:

"They devoted much time not only to the local preachings but also to the other parts of India. These preachers were usually the traders and were the masters of different languages which facilitated the spread of Islam." (۷۷)

"انہوں نے نہ صرف مقامی بلکہ ہندوستان کے دوسرے حصوں کی تبلیغ کے لیے بہت سا وقت وقف کیا۔ عام طور پر یہ مبلغین تاجر تھے اور مختلف زبانوں کے ماہر تھے جس سے اسلام کی اشاعت میں مدد ملی۔"

خلاصۂ کلام:

گزشتہ صفحات سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا علیہ الرحمۃ برصغیر پاک و ہند کے ایک عظیم مبلغ تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ تبلیغی صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ علم و عرفان اور تقویٰ و اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپ نے کفر و شرک میں مبتلا انسانیت کو توحید کا درس دیا، غافل مسلمانوں کو یادِ الٰہی کا سبق پڑھایا اور محبت سے محروم دلوں کو اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے معمور کر دیا۔ آپ نے ایک منفرد تبلیغی نظام قائم کر کے اشاعتِ اسلام کے لیے جو خدمت سرانجام دیں تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف میں رقم کی گئیں۔ آپ کی قائم کردہ درس گاہ نے علماء اور مبلغین تیار کیے اور آپ نے اپنی ذاتی دولت کو اللہ کے دین کی اشاعت کے لیے وقف کر دیا۔ آپ کے خلفاء اور اولاد نے آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے فریضۂ تبلیغِ دین بطریقِ احسن ادا کیا۔ اس کا اعتراف مسلم مؤرخین کے علاوہ غیر متعصب غیر مسلم قلمکاروں نے بھی کیا ہے۔ ان کا منہجِ دعوت آج کے مبلغین کے لیے بھی لائق تقلید ہے۔

حوالہ جات

١۔ *Arnold, T.W, The Preaching of Islam (Lahore: Shirkat-i- Qualam, 1956) P.254.*

٢۔ ظلی، ڈاکٹر اشتیاق احمد، اسلام کی توسیع و اشاعت میں صوفیاءِ کرام کا حصہ، آئین (ہفت روزہ) ماہانہ ایڈیشن، دسمبر 1988ء، ص ۵۰

شیخ محمد اکرام نے بنیادی طور پر یہ موقف اختیار کیا تھا کہ تبلیغ اسلام شاید صوفیاءِ کرام کا اولین مقصد نہ تھا۔ بعد ازاں اسی کو ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی نے تفصیل سے اپنے مضمون میں اختیار کیا۔ ملاحظہ ہو: آبِ کوثر (لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، طبع پانزدہم، ۱۹۹۲ء) ص ۱۹۰-۱۹۲۔

٣۔ مودودی، سیّد ابوالاعلیٰ، تصوف اور تعمیر سیرت، مرتبہ عاصم نعمانی (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز) ص ۱۰۲۔

٤۔ عبدالحق، مولوی۔ اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام (نئی دلی: انجمن ترقی اردو (ہند) ۱۹۹۱ء، ص ۳

٥۔ سالک، عبدالمجید، مسلم ثقافت ہندوستان میں، (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، طبع سوم، ۱۹۸۲ء) ص ۴۹۰-۴۹۱

٦۔ محمد خورشید، ''خطۂ بہاولپور میں علمی و دینی سرگرمیوں کا تاریخی جائزہ''، تحقیقی مجلّہ ''علوم اسلامیہ'' (بہاولپور، کلیہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، ۱۹۹۸ء) جلد ۶، شمارہ ۱، ص ۹۲

۷۔ جمالی، حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، اردو ترجمہ از محمد ایوب قادری (لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۶ء)
ص ۱۴۴-۱۴۵
ہاشمی، حمید اللہ، احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی" (لاہور: تصوف فاؤنڈیشن، ۲۰۰۰ء) ص ۲۷-۲۸
۸۔ ہاشمی، حمید اللہ شاہ، مصدر سابق، ص ۲۸
الف) جامی، مولانا عبدالرحمٰن، نفحات الانس، اردو ترجمہ حیات صوفیہ از محمد ادریس انصاری (صادق آباد: ادارہ تبلیغ اسلام، س۔ن) ص: ۶۳۸
۹۔ جمالی۔ سیر العارفین، ص ۱۴۴ ۱۰۔ حوالۂ سابق، ص ۱۴۸
۱۱۔ زیدی، بانو دکتر شمیم محمود، احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریاؒ ملتانی وخلاصۃ العارفین (راولپنڈی: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۷۴ء) ص ۳۶
۱۲۔ ہاشمی، حمید اللہ شاہ، احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی، ص ۸۹
۱۳۔ مصدر سابق
۱۴۔ فریدی، نور احمد خان، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی (لاہور: علماء اکیڈیمی، شعبہ مطبوعات، محکمہ اوقاف، ۱۹۸۰ء) ص ۷۱-۷۲
۱۵۔ زیدی، بانو دکتر شمیم محمود، احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریاؒ ملتانی وخلاصۃ العارفین، ص ۳۷
۱۶۔ *Humaira, Dasti, Multan-A Province of Mughal Empire (Karachi: Royal Book Co, 1998) P.41*
۱۷۔ فریدی، نور احمد خان، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی، ص ۷۲-۷۳
۱۸۔ ہاشمی، حمید اللہ شاہ، احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی، ص ۸۷
۱۹۔ ترین، ڈاکٹر روبینہ، ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ (ملتان: بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ۱۹۸۹ء) ص ۱۲۲
۲۰۔ فریدی، نور احمد خان، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی، ص ۷۴
۲۱۔ حوالۂ سابق ۲۲۔ حوالۂ سابق، ص ۳۰۶
۲۳۔ زیدی، بانو دکتر شمیم محمود۔ احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریاؒ ملتانی وخلاصۃ العارفین، ص ۴۳
۲۴۔ مصدر سابق، ص ۴۲
فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی" ص ۳۰۶
۲۵۔ حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ اور حضرت شاہ رکن عالمؒ کے حالات زندگی اور خدمات کے لیے ملاحظہ ہوں:
فریدی، نور احمد خان، تذکرہ حضرت صدر الدین عارفؒ (ملتان: قصر الادب، ۱۹۵۷ء)
فریدی، نور احمد خان، تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانیؒ (لاہور: ۱۳۸۱ء)

۲۶۔ ترین، ڈاکٹر روبینہ، ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ،ص ۹۶
۲۷۔ فریدی، مولوی نور احمد خان، تاریخ ملتان، (ملتان: قصر الادب، باراوّل) جلد اوّل،ص ۱۵۷
۲۸۔ عالم فقری، علامہ، اولیائے پاکستان،ص ۱۵۱-۱۵۲
۲۹۔ فریدی، تاریخ ملتان، حصہ اوّل،ص ۱۶۰-۱۶۱
۳۰۔ سندھی، ڈاکٹر عبدالمجید، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء)ص ۳۷۲، ۳۷۹، ۳۸۰
۳۱۔ اکرام، شیخ محمد، آب کوثر (لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۲ء)ص ۲۶۸
۳۲۔ زیدی، شمیم محمود، احوال وآثار شیخ بہاء الدین زکریا وخلاصۃ العارفین،ص ۱۷
۳۳۔ اکرام، آبِ کوثر،ص ۲۶۹
۳۴۔ مختصر اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (لاہور: دانش گاہِ پنجاب، ۱۹۹۷ء)ص ۶۵۸-۶۵۹
۳۵۔ *Al-Utbi, Kitab -i- Yamini, Translated by Rev. James Reynolds (Lahore:A Qausain Goldmohur reprint, 1975) PP.326-329*
۳۶۔ رحمانی، ڈاکٹر انجم، پنجاب ۔۔۔ تمدنی ومعاشرتی جائزہ (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۱۹۹۸ء) ص ۱۸۹-۱۹۰۔
۳۷۔ سندھی، ڈاکٹر عبدالمجید، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء)ص ۳۶۱
۳۸۔ جاوید، قاضی، ہندی مسلم ثقافت (لاہور: وین گارڈ بکس، ۱۹۸۳ء)ص ۳۱
۳۹۔ ترین، ڈاکٹر روبینہ، ملتان کی ادبی وتہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ،ص ۱۷۷-۱۷۹
۴۰۔ سندھی، ڈاکٹر عبدالمجید، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں،ص ۳۶۲
۴۱۔ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ، اخبار الاخیار مع مکتوبات (خیر پور: فاروق اکیڈمی، س، ن)ص ۲۷
عبدالحق محدث دہلوی، شیخ، اخبار الاخیار، مترجمین مولانا سبحان محمود ومولانا محمد فاضل (کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، س، ن)ص ۶۴
اخبار الاخیار کا ایک اور اردو ترجمہ انوار صوفیہ کے نام سے محمد لطیف ملک نے کیا ہے، جسے مقبول اکیڈمی لاہور نے ۱۹۸۸ء میں پہلی بار شائع کیا۔
۴۲۔ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار،ص ۲۶-۲۷
۴۳۔ دارا شکوہ، شہزادہ، سفینۃ الاولیاء، اردو ترجمہ محمد علی لطفی (کراچی: نفیس اکیڈمی، طبع ششم، ۱۹۸۲ء)ص ۱۵۲
۴۴۔ فریدی، نور احمد خان، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی،ص ۲۹۹
۴۵۔ محمد ریاض، ڈاکٹر، ''برصغیر میں صوفیائے کرام کی تبلیغ اسلامی'' سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد، جلد ۲۶، شمارہ ۲ (اکتوبر ۔ دسمبر ۱۹۸۸ء)ص ۸۲
۴۶۔ حوالۂ سابق،ص ۸۴

۴۷۔ محمد خورشید، خطۂ بہاولپور میں علمی و دینی سرگرمیوں کا تاریخی جائزہ، حوالۂ مذکورہ، ص ۹۳

۴۸۔ عزیز احمد، برصغیر میں اسلامی کلچر، اردو ترجمہ ڈاکٹر جمیل جالبی (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۷ء) ص ۱۲۲۔

۴۹۔ اطہر مبارک پوری، مولانا قاضی، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں (لاہور: پروگریسیو بکس ۱۹۸۹ء) ص ۱۰۲۔

۵۰۔ قدوسی، اعجاز الحق، تذکرہ صوفیائے پنجاب (کراچی: سلیمان اکیڈیمی، ۱۹۶۲ء) ص ۱۱۰-۱۱۱

۵۱۔ فریدی، نور احمد خان، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، ص ۱۰

۵۲۔ بدر، کرم الٰہی، تاریخ ملتان (لاہور: امتزاج پبلیکیشنز، ۱۹۷۹ء) ص ۱۲۷

۵۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۷۱ء) جلد ۵، ص ۹۵

۵۴۔ ترین، ڈاکٹر روبینہ، ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ، ص ۱۳۲

۵۵۔ حوالہ سابق، ص ۱۳۶

۵۶۔ ہاشمی، حمید اللہ شاہ، احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، ص ۱۳

۵۷۔ سندھی، ڈاکٹر عبدالمجید، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۳۵۱

۵۸۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تصوف اور تعمیر سیرت، ص ۱۵۳

۵۹۔ عبدالحی بریلوی لکھنوی، مولانا سیّد۔ نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، اردو ترجمہ ابو یحییٰ امام خان نوشہروی (لاہور: مقبول اکیڈیمی، ۱۹۸۵ء) حصہ اوّل، ص ۱۹۵-۱۹۶

۶۰۔ کلیم، محمد دین، لاہور کے اولیائے سہرورد (لاہور: مکتبہ تاریخ لاہور، گڑھی شاہو، ۱۹۶۹ء) ص ۸۶

۶۱۔ حسن بخش، مخدوم، انوارِ غوثیہ (لاہور: مطبع عام، ۱۳۲۸ھ) ص ۴۸

۶۲۔ حسن دہلوی، خواجہ، فوائد الفواد، ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء
اردو ترجمہ پروفیسر محمد مسرور (لاہور: علماء اکیڈیمی، محکمہ اوقاف پنجاب، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء) ص ۵۸

۶۳۔ *Arnold, Sir T.W., The Preaching of Islam (Lahore:Shirkat -i- kaalam) P.281.*

۶۴۔ *Arberry, A.J., Sufism - An Account of the Mystics of Islam (London: George Allen & Union Ltd. 1950) P.86*

۶۵۔ *Arberry, A.J. , "Mysticism" in "The Combridge History of Islam" edited by P.M. Holt Ann K.S. Lambton & B.Lewis (Combridge University Press, 1970) Vol.2, P.622*

۶۶۔ *Jonas, L. Bevan, The People of Mosque (Calcutta : Y.M.C.A \Publishing House, 1939) P.165*

۶۷۔ *Tara Chand, Influense of Islam on Indian Cultare, (London: Book Traders P.O. Box 1854, 1979) P.47*

۶۸۔ Maclagan, E.D., Gazetteer of the Multan District (Lahore: Civil and Miltory Gazettee, P.1902) p.339

۶۹۔ Annemarie Schimmel, Mystical Dimension of Islam (Lahore: Sang-e-meel Publications, 2003) P.352

۷۰۔ Annemarie Schimmel, Islam in Indian subcontinent (Lahore: Sang-e-meel Publications, 2003) PP.31-32

۷۱۔ Titus, Marray T. , Islam in India and Pakistan Royal Book Company, 1990) P.128 (Karachi)

۷۲۔ Lal K. S., Early Muslims in India (Lahore : Iqbal Publications, n.d.) PP.124-125

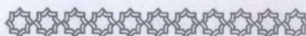
۷۳۔ گرفین، سرلیپل ایچ، کرنل میسی۔تذکرہ روسائے پنجاب، اردو ترجمہ سید نوازش علی (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء) جلد دوم، ص ۴۹۲

۷۴۔ Trimingham, J. Spencer, The Sufi Orders In Islam (Oxford: At the Claredion Press, 1971) P.65

۷۵۔ Fauja Singh, History of the Punjab (A.D. 1000-1526) (Patiala: Punjabi University , 1972) Vol.3. P.15

۷۶۔ Roseberry III, J. Royal, Imperial Rule in Punjab (New Delhi: Manohar Publications, 1987) P.80

۷۷۔ Hodgson, Morshall G.S. The Venture of Islam of Humaira Dasti, Multan - A Pravince of the Mughal Empire (Karachi :Royal book Company, 1978) P.41



حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے علمی و رُوحانی اثرات ۔۔۔ ایک تحقیقی جائزہ

☆ ڈاکٹر حافظ عبدالرّحیم

ابتدائیہ :

برصغیر پاک و ہند میں فتح سندھ کے بعد اسلام کی اشاعت کے ابتدائی دور میں قافلہ علم و حکمت کے سالار حضرت علی ہجویری معروف بہ حضرت داتا گنج بخشؒ (م ۴۶۵ ھ) ہیں ۔ ساتویں صدی ہجری میں سلسلۂ چشتیہ کو حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ (متوفی ۶۶۴ ھ) کی بدولت اور سلسلۂ سہروردیہ کو حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ (متوفی ۶۶۱ ھ) کی بدولت اس خطہ میں فروغ حاصل ہوا۔ یہ دونوں شخصیات ہم عصر ہیں ۔ محبت و اخوت اور صحبت و صداقت کا عظیم رشتہ دونوں بزرگوں میں آخری دم تک قائم رہا۔ سلسلہ قادریہ نے بھی یہاں پر بہت زیادہ ترقی کی۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کا یہ تذکرہ جمیلہ اس نئی ملتِ اسلام کیلئے درسِ حیات ہے جو برصغیر پاک و ہند میں پروان چڑھ رہی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام ملتانیؒ کی سیرت مردہ دلوں میں ایک نئی روح پھونکتی ہے، زندگی کا نیا ولولہ پیدا کرتی ہے اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب دیتی ہے جبکہ اسلامی دنیا تصوف و احسان یا تزکیۂ نفس کے سرچشمہ حیات سے بہت دور چلی گئی ہے۔ یہ ایک ولی اللہ کی سچی روح پرور، ایمان افروز اور حیرت انگیز داستان ہے۔ جس کے تذکرہ سے یہ بچھڑی ہوئی اسلامی دنیا تصوف و احسان کے چشمۂ حیات سے وابستہ ہو سکتی ہے۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ شیخ الاسلامؒ سلسلہ سہروردی (۱) ہندوستان میں ''رئیس الاولیاء'' تھے ۔ ظاہری علوم کے عالم اور مکاشفات و مشاہدات کے مقامات و احوال میں کامل تھے، ان

☆ ۔ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ عربی بہاء الدین زکریاؒ یونیورسٹی، ملتان

سے اکثر اولیاء اللہ کے سلسلہ منشعب ہوئے اور لوگوں کی کثیر تعداد کو رشد وہدایت فرمائی۔(۲)

القاب ومناقب:

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کو"شیخ الاسلام"(۳)،"رئیس الاولیاء" اور"غوث العالمین"جیسے عظیم الشان القاب ملے۔

سلسلہ سہروردیہ کی ترویج:

برصغیر پاک وہند میں اسلامی تصوف کا سہروردی سلسلہ زیادہ تر آپ ہی کی مساعی جمیلہ سے پھیلا۔اس خطہ میں آپؒ اس سلسلہ کا بانی تصور کیے جاتے ہیں۔

مشہور صوفی بزرگ حضرت بہاء الدین زکریاؒ سے منسوب سابق گورنر پنجاب جنرل سوار خان نے ۱۹۷۹ء میں"بہاء الدین زکریاؒ یونیورسٹی ملتان" نام رکھا جبکہ یہ یونیورسٹی ۱۹۷۵ء میں" ملتان یونیورسٹی" کے نام سے قائم ہوئی تھی،اس طرح آپ کے نام سے ایک خصوصی ٹرین بہاء الدین زکریا ایکسپریس ملتان تا کراچی بھی چلتی ہے۔اس کے علاوہ بہت سے ادارے اور کالونی آپ کے نام گرامی سے منسوب ہیں۔

حسب ونسب:

حضرت مخدوم سید جلال بخاریؒ نے اس امر پر بڑے فخر ومباہات کا اظہار کیا ہے کہ میرے مرشد کے آباء واجداد عرب کے رؤساء اور شرفاء میں سے تھے اور وہ ممتاز قریشی تھے۔کیونکہ ان کا نسب حضرت محمد ﷺ کے نسب مبارک کے ساتھ جناب قصی سے مل جاتا ہے۔جناب قصی کے دو فرزند تھے،ایک عبدالمناف جو سرکار دو عالم ﷺ کے دادا ہیں اور دوسرے عبدالعزیٰ جو ہمارے مشائخ کے مورث اور جد اعلیٰ ہیں۔پھر فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ کا نسب اکیس واسطوں سے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کا پانچ واسطوں سے جناب قصی سے ملتا ہے۔(۴)

حضرت مخدوم جلال الدین بخاریؒ نے شیخ الاسلامؒ کا مکمل نسب نامہ اپنے ملفوظ میں اس طرح درج کیا ہے:

"حضرت شیخ الاسلامؒ بہاء الدین زکریا۔بہاء الحق بن شیخ محمد غوث بن شیخ

ابوبکر بن شیخ جلال الدین بن شیخ علی قاضی بن شمس الدین محمد بن الحسین
بن عبداللہ بن الحسین بن المطرف بن خزیمہ بن حازم بن محمد بن المطرف
بن عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن بن ھبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن
عبدالعزیٰ بن قصیؒ"۔ (۵)

شجرۂ طریقت:

سلسلۂ طریقت یہ ہے:
شیخ بہاء الدین زکریاؒ، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ، شیخ وجیہ الدین سہروردیؒ، شیخ ابو عبداللہؒ، شیخ اسود احمد دینوریؒ، شیخ ممشاد علی دینوریؒ، خواجہ جنید بغدادیؒ، خواجہ سری سقطیؒ، خواجہ معروف کرخیؒ، خواجہ داؤد طائیؒ، خواجہ حبیب عجمیؒ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۶)

حضرت شیخ الاسلامؒ کے اولاد اور احفاد:

شیخ الاسلامؒ کی دو زوجہ محترمہ تھیں، رشیدہ بانو اور بی بی شہر بانو۔ رشیدہ بانو کے بطنِ عفت سے شیخ صدرالدین عارفؒ، شیخ علاء الدین محمدؒ، شیخ شہاب الدین انوریؒ اور شیخ برہان الدینؒ پیدا ہوئے۔ بی بی شہر بانو کے بطنِ عفت سے شیخ قدوۃ الدین محمد، شیخ شمس الدین محمد محبوب خدا اور شیخ ضیاء الدینؒ پیدا ہوئے۔

شیخ ضیاء الدین اور شیخ برہان الدین کی اولاد نہیں ہوئی باقی سارے صاحب اولاد تھے۔ ان کے علاوہ رشیدہ بانو سے ایک صاحبزادی بھی پیدا ہوئی تھی اس معصومہ کا نکاح میر حسنی سے ہوا تھا۔

دوسری صاحبزادی سلطان بی بی المعروف بی بی فاطمہ تھی۔ اس کی شادی سلطان التارکین حمیدالدین حاکمؒ سے ہوئی تھی جس سے خاندانِ جلیلہ کے مورث اعلیٰ شیخ نورالدین پیدا ہوئے۔

تاریخ وسیر کی کتابوں میں حضرت شیخ الاسلامؒ کی اولاد کی تاریخہائے ولادت درج نہیں ہے۔ جو شجرے سجادہ نشین صاحب کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں ان سے صرف ولادت کی ترتیب کا

پتہ چلتا ہے جو حسب ذیل ہے:

نام فرزند ارجمند	نام والدہ ماجدہ
۱۔ شیخ صدر الدین عارف	بی بی رشیدہ بانوؒ
۲۔ شیخ علاء الدین محمدؒ	بی بی رشیدہ بانوؒ
۳۔ شیخ قدوۃ الدین محمدؒ	بی بی شہر بانوؒ
۴۔ شیخ شمس الدین محمد محبوب خداؒ	بی بی شہر بانوؒ
۵۔ شیخ شہاب الدین محمدؒ	بی بی رشیدہ بانوؒ
۶۔ شیخ ضیاؤ الدین محمدؒ	بی بی رشیدہ بانوؒ
۷۔ شیخ برہان الدین محمدؒ	بی بی رشیدہ بانوؒ

صاحبزادیوں میں عائشہ بی بی بڑی تھیں۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی علمی اور روحانی خصوصیات:

شیخ الاسلامؒ کی زندگی مختلف پہلوؤں پر محیط ہے۔ آپؒ ایک عظیم روحانی پیشوا اور جامع شخصیت تھے۔ اس خطہ میں آپؒ نے جو دینی، علمی، تعلیمی اور روحانی خدمات سر انجام دی ہیں، تا قیامت ان گرانقدر خدمات کو یاد رکھا جائے گا۔ آپؒ کی روحانی اور علمی خصوصیات ملاحظہ کیجئے:

۱۔ **روحانیت کا وہ آفتابِ عالمتاب!** جو افق ملتان سے طلوع ہوا اور اس کی ضیاء نے تمام دنیا کو منور کر دیا۔

۲۔ **وہ روحانی پیشوا:** جس نے خانقاہوں کو ان کی چھنی ہوئی عزت بخشی اور شریعت و طریقت کے مابہ الامتیاز کو واضح کیا۔

۳۔ **وہ توحید پرست:** ۔جس نے خود پرستی کے ان بتوں کو توڑ کر چکنا چور کر دیا، جنہوں نے شریعت اور طریقت کے درمیان دیوار کھڑی کر دی تھی اور خدا پرستوں کو خود پرستی کا بیمار بنا دیا تھا۔

۴۔ **وہ ماہر تعلیم و تربیت:** جس نے ملتان کے شاہی قلعہ میں بہت بڑی درسگاہ کی

بنیاد رکھی جس میں نہ صرف شرعی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی، بلکہ اسلام کی حقانیت کو واضح کرنے اور اطراف عالم میں توحید کی شمعیں روشن کرنے کیلئے جماعتیں تیار کی جاتی تھیں۔

۵۔ **وہ جوادِ اعظم:۔** جس کے خلفاء ہزاروں روپے کا سامان تجارت خرید کر سوداگروں کے بھیس میں انڈونیشیا، فلپائن اور چین تک کا سفر کرتے اور تجارت کے ساتھ ساتھ وہاں کے عوام کو اسلام سے روشناس بھی کراتے تھے۔

۶۔ **وہ شیخ کامل:۔** جس کے زُہد وورع اور تقویٰ و پرہیز گاری کا یہ اثر تھا کہ آپ کی لونڈیاں چکی پیسنے بیٹھتیں تو قرآن ختم کر کے اُٹھتی تھیں۔

۷۔ **وہ مرشد ارشد:۔** جو مرید کرتے وقت اس امر کی بیعت لیتے کہ وہ اپنی کمائی میں بددیانتی نہیں کرے گا۔

۸۔ **وہ درویش:۔** جس کے رعب ودبدبہ سے سلطان ناصرالدین قباچہ ترساں وترزاں رہتا تھا۔

۹۔ **وہ مؤرخ اسلام:۔** جس نے اسلامی تاریخ کا رخ موڑ دیا۔

۱۰۔ **وہ مفکر اعظم:۔** جس نے فکر ونظر میں انقلاب پیدا کر دیا۔

۱۱۔ **وہ عظیم روحانی شخصیت:۔** جس نے قلب وروح کو نئی زندگی بخشی۔

۱۲۔ **عراقی اور حسینی جیسے اغواث و اقطاب کا مرشد:۔** جسے رفیق اعلیٰ کو لبیک کہے نو صدیاں گزر چکی ہیں۔ مگر اس کا مزارِ پُر انوار اب بھی مایوس دلوں کی امید گاہ ہے۔ ہزاروں ہاتھ صبح وشام فاتحہ کیلئے اٹھتے ہیں اور قبہٗ ابیض قلعے کی بلندی سے بہتر پُرنور بکھیرتا نظر آتا ہے۔ (۷)

۱۱۔ **حضرت شیخ الاسلامؒ:۔** ہر طرح کے لوگوں کو اپنے گرد جمع نہیں ہونے دیتے تھے اور جوالقوں اور قلندروں کی کم ہی ان تک رسائی ہوتی تھی۔

۱۲۔ آپؒ امیرانہ ٹھاٹھ سے رہتے تھے اور ان کی خانقاہ میں غلے کے ذخیرے بھی تھے اور مال و دولت بھی۔

۱۳۔ آپؒ مسلسل روزے رکھنے کے عادی نہ تھے۔

۱۴۔ سلسلہ چشتیہ میں اگرچہ زمین بوسی عام تھی، مگر آپؒ کسی کو اپنے سامنے جھکنے نہیں دیتے تھے۔

۱۵۔ آپؒ فرمانرواؤں اور ان کے عہدے داروں سے گہرے روابط رکھنے کے قائل تھے۔(۸)

۱۶۔ آپؒ سماع کے قائل نہیں تھے۔(۹)

ایک رکعت میں قرآن مجید کا ختم کرنا:

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ محبوب الٰہی متوفی ۷۲۵ھ نے شیخ الاسلامؒ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے ایک رات کو حاضرین کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو آج رات کو دو رکعت نماز پڑھے اور ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرے؟ حاضرین میں سے کوئی اس بات پر آمادہ نہیں ہوا۔ حضرت بہاء الدینؒ آگے بڑھے اور ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرلیا اور چار سیپارے مزید پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھ کر نماز پوری کی۔

اس موضوع کی مناسبت سے حضرت سلطان المشائخ نے دوسری حکایت یہاں فرمائی کہ شیخ بہاء الدینؒ نے فرمایا کہ مجھے جو کچھ ملا نماز سے ملا۔ مشائخ اور زاہدوں کے تمام اوراد و وظائف میں نے کیے مگر ایک چیز مجھ سے نہ ہوسکی اور وہ یہ کہ مجھے اطلاع دی گئی کہ فلاں بزرگ آغاز صبح سے طلوع آفتاب تک ختم قرآن کرلیتے ہیں۔ ہر چند میں نے بھی چاہا لیکن نہ کرسکا۔(۱۰)

شیخ و مرشد کی تلاش و جستجو:

حضرت شیخ الاسلامؒ سالہا سال سے مرشد کی تلاش میں صحرا نوردی کرتے پھرتے تھے دو برس جس امید اور آرزو میں بسر ہوئے تھے۔ آج اس پر بھی پانی پھر چکا تھا۔ نئی امنگ اور نئے ولولوں کے ساتھ ایک نامعلوم سمت کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ ذوق و شوق کی بے تابی اور نورِ وحدت کی کرنوں کی گدگدی نے آپ کو کسی ایک مقام پر ٹھہرنے نہ دیا۔ سچے جویائے حقیقت کی طرح کئی دن اور کئی راتیں لگاتار سرگرم سفر رہے یہاں تک کہ بخت کی بیداری نے ایک دن آپ کو ادب اور ''ہیبت حق'' خالقِ کونین کی بھولی بھٹکی مخلوق کو نیکی کا راستہ دکھانے میں مصروف تھے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی متجسس نگاہوں کو شیخ الشیوخ کی ذات میں کچھ ایسے کمالات اور مکاشفات نظر آئے کہ انہوں نے پہلی نظر میں تاڑ لیا کہ یہی کعبہ مقصود ہے۔ انتہائی ادب و احترام سے قدموں میں جھک گئے، گلوگیر ہو کر عرض کیا:

ما بعشق تو نہ امروز گرفتار شدیم
کہ گرفتاری ما با تو از روز ازل است

شیخ الشیوخؒ نے حضرت کو اپنے گلے سے لگا لیا۔ شیخ الاسلامؒ دیر تک اس سینہ بے کینہ سے جو انوارِ الٰہی کا معدن اور سرچشمہ تھا، چمٹے رہے۔ جب طبیعت کو ذرا سکون ہوا تو ارادت و عقیدت کے ساتھ ہوشمند طالب علم کی طرح دوزانو ہو بیٹھے۔

شیخ الشیوخؒ نے بغیر کسی مجاہدہ نفس اور عبادت و ریاضت کے حضرت کو مرید کر لیا تھا۔ ایک ہی توجہ سے سارے حجاب نظر کے سامنے سے ہٹا دیئے اور ایک ہی دن میں وہ جلوہ نظر آ گیا جو ہزاروں برس کی عبادت سے بھی نصیب نہیں ہوسکتا۔ اٹھارہ ہزار عالم بے حجاب دکھائی دینے لگے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت شیخ الشیوخؒ نے جو خرقہ زیب تن کر رکھا تھا، اپنے بدن مبارک سے اتار کر میرے سر پر رکھ دیا۔ اپنا مصلیٰ جس پر حضورؒ عمر بھر مصروفِ عبادت رہے تھے اور وہ خرقہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت شیخ الشیوخؒ کو اپنے مشائخ کے توسط سے پہنچا تھا، دونوں اس خاکسار کے سپرد فرما دیئے۔

درسگاہ غوثیہ کے دعوتی و تبلیغی اثرات:

جنوبی ایشیا کے رجل عظیم حضرت شیخ الاسلام بہاء الدینؒ اور ان کے خلفاء کو خاص امتیاز حاصل ہے، جنہوں نے اپنی قوتِ فکر اور اعلیٰ بصیرت، خداداد صلاحیتوں سے اس دور کے سنگین حالات کا مقابلہ کیا۔ درحقیقت یہ وہ قدوسی نفوس تھے جن کا پیکر صناع ازل نے عشق کے خمیر سے تیار کیا تھا، جو اپنے سینوں میں پارے کی طرح بے تاب دل رکھتے تھے۔ یقین ان کا ایمان اور عشق ان کی سپر تھی۔ اسلام کی عظمت کی سربلندی کیلئے یہ ملکوتی انسان قندیل ایمان لے کر چھ سو [۶۰۰] درویش مجاہدین کی شکل میں بنگال کی ازم گاہ میں تجلی بن کر گوڑ گو بند کے لشکر پر کوندے اور کبھی جمال خداوندی کا مظہر بنے۔ (۱۱) کبھی انڈونیشیا، فلپائن اور چین کی بستی بستی میں دعوتِ حق

دیتے نظر آئے، جو رضائے الٰہی کے لیے بحر ہند کے طوفان سے الجھے سیام اور برما کی پہاڑیوں سے ٹکرائے اور ظلمات کے پردوں کو چاک کرتے ہوئے وہاں تک پہنچے جہاں تک تخیلِ انسانی کی رسائی ہو سکتی ہے۔

الغرض کشمیر، سندھ، گجرات، دکن، بنگال اور مشرق بعید کی بھولی بھٹکی مخلوق کو حضرت بہاء الدینؒ نے اسلام کی دعوت و تبلیغ دی جس کے اس خطے میں نمایاں اثرات ابھی تک پائے جاتے ہیں۔ شیخ الاسلامؒ نے لوگوں کی کفر سے ایمان، معصیت سے طاعت و بندگی اور نفسیات سے روحانیت کی طرف رہنمائی فرمائی۔ (۱۲)

آپؒ نے ملت اسلامیہ کی اس وقت نگہبانی فرمائی جب دشمنانِ دین اور غیروں نے اس پر زندگی کی ساری راہیں بند کر دی تھیں۔ آپؒ کی باعظمت شخصیت کے احترام کا غیر معمولی جذبہ ہر وقت ہمارے قلب و دماغ پر شدت سے طاری وساری رہتا ہے۔ آپؒ کا کوہِ وقار اور فلک بوس مقبرہ بھی اپنی عظمت وجلالت کی وجہ سے آج تک زائرین سے خراجِ عقیدت وصول کر رہا ہے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی آمد سے قبل ملتان کی اخلاقی و سماجی حالت انتہائی پست تھی، دفتروں میں رشوتیں چلتی تھیں۔ بازار کا لین دین صحیح نہیں تھا، نہ چیزیں اچھی ملتیں اور نہ نرخ مناسب ۔ ملازم مزدور بھی منہ مانگی مزدوری مانگتے تھے اور خیانت کا بازار گرم تھا۔ راہزنی اور ڈکیتی آئے دن کا معمول بن چکا تھا۔ لوگ قافلوں کی صورتوں میں چلتے مگر پھر بھی لوٹ لیے جاتے تھے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے ان تمام خرابیوں کو دور کرنے کے لیے سب سے پہلے لوگوں کے دلوں میں خوفِ خدا کا جذبہ پیدا کیا۔ ہر شخص کو بیعت کرنے سے پہلے پوچھتے کہ تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے۔ حلال کھانے کی ترغیب دیتے اور فرماتے کہ اگر تم اپنے اپنے فرائض کو نیک نیتی اور دیانت داری سے انجام دو گے تو تمہاری کمائی میں برکت ہوگی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ بہشت عطا فرمائیں گے۔

شیخ الاسلامؒ کی نوکرانیاں چکی پیسنے بیٹھیں تو قرآن پاک ختم کر کے اٹھتی تھیں۔ اسی طرح دوکانداروں نے ڈنڈی مارنی چھوڑ دی تھی۔ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں پر بھی خوش گوار اثر پڑا۔ انہوں نے لین دین میں فریب اور دھوکہ سے کام لینا ترک کر دیا۔ چیزیں اصلی اور عمدہ ملنے لگیں۔ راستے محفوظ ہو گئے، چوری اور ڈکیتی کی وارداتیں ختم ہو گئیں وہی راہزن جو پہلے مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے اب سایہ دار درختوں تلے پانی کے مٹکے بھر کر رکھتے تا کہ آنے جانے والے لوگ

پانی پی سکیں۔(۱۳)

آپؒ مسلسل روزہ رکھنے کے عادی نہ تھے۔اس سلسلہ میں حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی حکایت بیان کی ہے کہ وہ روزہ کم رکھتے، البتہ اطاعت وعبادت بہت زیادہ کرتے تھے۔اس وقت یہ آیت مبارکہ زبان پر آئی:

"کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحاً"

"پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔"

اور فرمایا کہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں یہ آیت صادق آتی ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں آپؒ کے ہم عصر حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ مسلسل روزہ رکھتے فرمایا کہ شیخ کبیر حضرت بابا فرید الدینؒ روزے کم چھوڑتے تھے۔چاہے مصد کھلواتے یا پچھنے لگواتے یا بخار آتا، روزہ ضرور رکھتے۔(۱۴)

آپؒ اپنے عہد کے بہت بڑے عابد بھی تھے اور بے پناہ عالم بھی۔حجرے میں بیٹھ کر ارادت مندوں کو تزکیہ نفس کی تعلیم بھی دیتے تھے اور مسجد ومحراب کی زینت بن کر لوگوں کے دلوں کو گرماتے بھی تھے۔بسا اوقات ایک ہی نشست میں ہزار ہا غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے تھے۔اس کے علاوہ کوئی نہ کوئی دنیا دار فاسق، وعظ سن کر چیخ اٹھتا اور اپنا مال واسباب اللہ کی راہ میں لٹا کر حضرت کے خدام میں شامل ہو جاتا۔یہ تو روزمرہ کا مشاہدہ تھا۔(۱۵)

علماء حضرات ایک طرف لاکھوں کے ہجوم میں قرآن وحدیث کا درس دیتے نظر آتے دوسری طرف گچھے دار جھاڑیوں میں عارفان حق آگاہ کا حلقہ نظر آتا تھا جس میں زنگ آلود قلوب نہ صرف صیقل ہوتے بلکہ تزکیہ نفس، استغراقِ مراقبہ اور شرعی عبادات کے لیے انہیں تیار کیا جاتا تھا۔(۱۶)

حضرت شیخ الاسلامؒ کا قرونِ وسطیٰ کی سیاسیات پر گہرا اثر ورسوخ تھا۔چنانچہ ملتان پر اقتدار قائم رکھنے میں انہوں نے التمش (۶۰۷ھ، ۱۲۱۰ء تا ۶۳۳ھ، ۱۲۳۵ء) کی بڑی مدد کی اور اس کا دیا ہوا اعزازی لقب "شیخ الاسلام" بھی قبول کیا۔۶۴۴ھ/ ۱۲۴۶ء میں جب منگولوں نے ملتان کا محاصرہ کر لیا اور ہرات کا حکمران بھی ان کے ساتھ مل گیا تو شیخ نے اپنے پاس سے حملہ آوروں کو ایک لاکھ دینار کی رقم پیش کی اور انہیں محاصرہ اٹھا لینے پر راضی کر لیا۔(۱۷)

اکابر خلفاء اور وابستگان درگاہِ غوثیہ سہروردیہ:

جناب نور محمد خاں فریدی نے اپنی کتاب ''تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی'' میں ''آسمانِ غوثیت کے تابندہ ستارے'' کی تحت ایک عنوان قائم کیا ہے جس میں جنوبی ایشیا کے ان تمام آستانوں کی فہرست دی ہے جنہیں اس عظیم درسگاہِ غوثیہ سے روحانی نسبت کا شرف حاصل ہے، یہ وہ اولیاء اللہ ہیں جنہوں نے اس خانوادے سے منسلک ہونے کے باوجود ساری زندگی گمنامی میں بسر کر دی تھی اور انہوں نے کہیں اپنے آپ کو منظر عام پر آنے نہیں دیا۔ ان قدسی نفوس نے حضرت کے مبارک مسلک کو دنیا بھر میں پھیلا دیا اور پھر یہ سلسلہ اولاد در اولاد اور خلفاء بہ خلفاء جاری رہا۔ یہاں تک کہ مراکش سے جاوا اور سماٹرا تک زمین کا گوشہ گوشہ فیضانِ سرمدی سے سرشار اور نورِ محمدی کی روشنی سے مالا مال ہو گیا۔ حضرت کی جاری کردہ نہروں سے فیض اور نور کے بے شمار چشمے آج تک جاری ہیں۔

شیخ جلال الدین تبریزی کی ایک روایت کے مطابق کہ حضرت شیخ الاسلام کو ان کے تمام وابستگان اور متوسلین کی تعداد بتائی گئی تھی جو کروڑوں تک پہنچتی ہے۔(۱۸) بارگاہ غوثیہ سہروردیہ ملتان کے سجادہ نشین کی تعداد 31 تک پہنچ چکی ہے۔

صوفیانہ تعلیمات:

حضرت شیخ الاسلام نے اپنے مریدوں کو جو وصایا اور خطوط لکھے تھے، ان کی صوفیانہ تعلیمات پر روشنی پڑتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ بندہ پر واجب ہے کہ سچائی اور اخلاص سے اللہ کی عبادت کرے اور اس کے عبادات واذکار میں غیر اللہ کی نفی ہو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے احوال کو درست اور اقوال وافعال میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے، ضرورت کے سوا نہ کوئی بات کہے اور نہ کوئی کام انجام دے، ہر قول و فعل سے پہلے اللہ تعالیٰ سے التجا کرے اور اسی سے نیک عمل کرنے کی توفیق کی مدد چاہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کر لو، ذکر ہی سے طالب محبت تک پہنچتا ہے، محبت ایسی آگ ہے جو تمام میل کچیل کو جلا ڈالتی ہے، جب محبت راسخ ہو جاتی ہے تو مذکور کے مشاہدے کے ساتھ ذکر حقیقی ذکر ہوتا ہے یہی وہ ذکرِ کثیر ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول: ''واذکروا

اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ‘‘میں فلاح کا وعدہ کیا گیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ مرید کو چاہیئے کہ اپنے روزگار کی حفاظت کرتا رہے، ماسوا اللہ کو دل سے دور کردے، دنیا کے لوگوں کی صحبت کو اپنے اوپر حرام کرلے اور حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہے، اگر اس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے موانست نہ ہوگی، تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی بو بھی وہ نہ سونگھ سکے گا۔ (۱۹)

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلامؒ کے حالات وواقعات اور ان کی علمی اور روحانی خدمات پر نہ صرف یہ کہ مؤرخین اور تذکرہ نویسوں نے بہت کچھ لکھا بلکہ آپ پر بہت سے تاریخی اور تحقیقی مقالات ومضامین شائع ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ جن میں ’’تذکرہ حضرت بہاء الدین ملتانی از نور احمد خان فریدی مطبوعہ محکمہ اوقاف حکومت پنجاب لاہور ۲۰۰۲ء‘‘ یہ کتاب حضرت کے روحانی اسرار ومعارف اور فکر وعبرت کا آئینہ دار ہے۔ اس کتاب کے علاوہ ڈاکٹر شمیم محمود زیدی صاحبہ مقالہ پی ایچ ڈی بعنوان احوال وآثار شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی اور مولوی محمد شفیع مرحوم (سابق پرنسپل اورینٹل کالج لاہور) کا مقالہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ قابل ذکر ہیں۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی علمی، دینی اور روحانی تعلیمات کے جو نمایاں اثرات سامنے آئے ہیں پیش نظر مقالہ میں ان کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آج بھی آپ کی تعلیمات سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ یقیناً صوفیاء کرام کی تعلیمات ہمارے لیے ایک عظیم سرمایہ ہیں جو تقرب الی اللہ کے حصول کا ذریعہ ہیں ان میں معرفت الٰہی، توحید، یقین، تزکیہ نفس، احسان واخلاص، محبت الٰہی، عشق رسول ﷺ، رضا بر قضا، تواضع وانکساری، صبر وتحمل، شکر، توکل، تفویض، مراقبہ ومشاہدہ وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے منافی امور جیسے غرور، کبر، حسد، کینہ، بغض، غضب، خوف فقر، حبّ مال، حبّ جاہ، حبّ مدح، لمبی امید، کراہت غیر اللہ کا خوف، گناہوں پر اصرار اور غفلت وغیرہ سے اجتناب بھی ان کی تعلیمات میں شامل ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ’’سہرورد‘‘ چشت کی طرح ایک جگہ کا نام ہے جو عراق وعجم کے اندر ہمدان وزنجان کے درمیان واقع تھا، شہاب الدین سہروردیؒ متوفی ۶۳۲ھ اور ان کے مرشد حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیبؒ یہیں کے رہنے والے تھے (بزم صوفیاء ص ۸۳)

۲۔ سیر العارفین، شیخ جمالی دہلی، ص ۱۰۳، بزم صوفیاء ص ۸۳۔

۳۔ التمش نے آپ کو اس لقب سے نوازا تھا۔

۴۔ تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی'' ،نور احمد خاں فریدی، محکمہ اوقاف حکومت پنجاب لاہور ۲۰۰۶ء، ص ۲۴
۵۔ خلاصۃ العارفین قلمی نسخہ بخط مولانا ضیاء الدین ملتانی محرر ۹ ذی الحجہ ۱۳۰۳، ص ۵۔
۶۔ بزم صوفیاء، صباح الدین عبدالرحمٰن، زاویہ فاؤنڈیشن لاہور ۲۰۰۳ء، ص ۸۲۔
۷۔ ایضاً ص ۱۳-۱۴
۸۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور جلد ۵۔ ص ۹۴، ۹۵
۹۔ ایضاً۔ تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی'' ص ۶
۱۰۔ فوائد الفواد (ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ) جمع کردہ حضرت خواجہ امیر حسن علاء سنجری دہلوی ترجمہ خواجہ حسن ثانی نظامی دہلویؒ الفیصل اُردو بازار لاہور۔ ص ۱۶۱
۱۱۔ تاریخ بنگال، مرتبہ جادو ناتھ سرکار جلد دوم، ص ۶۸-۷۰
۱۲۔ اخبار الاخیار، عبدالحق محدثؒ۔ دہلی ۱۳۰۹ھ اردو ترجمہ اقبال الدین احمد، کراچی، ۱۹۶۳ء، ص ۳۷۔
۱۳۔ سیر العارفین، ص ۲۲۔ ۱۴۔ فوائد الفوائد، ص ۴۴۰
۱۵۔ تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، ص ۶۵-۶۷
۱۶۔ ایضاً ص ۶۴-۶۷۔
۱۷۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۵، ص ۹۴-۹۵
۱۸۔ خلاصۃ العارفین، ص ۴۷۔ ۱۹۔ بزم صوفیاء ص ۹۰۔۹۱

مصادر:

☆ سیر العارفین شیخ جمالی دہلی فوائد الفوائد حسن سنجری مطبوعہ قول کوثر انڈیا ۱۳۰۳ھ
☆ اخبار الاخیار، عبدالحق محدث، دہلی ۱۳۰۹ھ اُردو ترجمہ از اقبال الدین احمد کراچی ۱۹۶۳ء
☆ تذکرہ اولیاء ہند، مرزا محمد اختر، دہلی ۱۹۲۸ء
☆ فوائد الفوائد حسن سنجری مطبوعہ قول کوثر انڈیا ۱۳۰۳ھ، فوائد الفواد (ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء) جمع کردہ حضرت خواجہ امیر حسن علی سنجری دہلوی ترجمہ خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی، الفیصل اُردو بازار لاہور۔



سماجی بہبود کے لیے حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کے کارہائے نمایاں

☆ راجا رشید محمود

اسلام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مسلمان ایک مثالی اسلامی معاشرہ تسکیل دیں جس میں مخاصمتیں، مخالفتیں، دشمنیاں اور جھگڑے نہ ہوں، اپنائیتوں کا دور دورہ ہو، محبتیں فروغ پائیں، ایک دوسرے کے لیے سلامتی کے جذبات پنپیں، لوگ ایک دوسرے کے کام آئیں، آپس میں دکھ سکھ کے ساتھی اور ساجھی ہوں، کوئی شخص بیمار ہو تو دوسرا اس کی عیادت کرے، کوئی کسی پریشانی میں مبتلا ہو تو اس کا بھائی اس کی پریشانی دور کرنے میں اپنی سعی کرے۔ سب کی خوشیاں، مسرتیں مشترک ہوں اور دکھ درد بانٹنے کی صورتیں عام ہو جائیں۔

اخوت ایسا جذبہ ہے جس سے معاشرے کا حسن قائم ہوتا اور ماحول کا تقدس بحال ہوتا ہے۔ اسلام نے ہر مسلمان کو دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ پیار، محبت، ایثار، خلوص اور احسان کا سلوک کرے۔ اپنے بھائی کے دکھ تکلیف میں شریک ہو، اس کا بھلا چاہے اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے۔ حتیٰ کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز قرار نہیں دیا گیا کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان بھائی سے ناراض رہے۔ مسلمان، مسلمان ہے تو اس کے لیے وعید ہے کہ اگر اس کا ہمسایہ بھوکا سویا تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ مسلمان اپنے دعویٰ ایمان میں سچا نہیں اگر اس نے کسی مسلمان کی جان و مال و آبرو کو کوئی نقصان پہنچایا۔ ہمارے آقا و مولا ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ لوہے کی کوئی چیز اپنے کسی مسلمان بھائی کو سیدھی کرے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔

اسلام نے ہمیں زندہ رہنے کے آداب سکھائے ہیں، معاشرتی اچھائیوں کی راہ دکھائی ہے

☆ مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''نعت'' لاہور۔

اور زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی کی ہے کہ ہمیں کس موقع پر کیا کرنا ہے۔۔۔۔ خدا تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ نے ہمیں کمانے کے طریقے بتائے اور خرچ کرنے کے مواقع کی نشان دہی بھی کر دی ہے۔ آپ نے معاشرت کی اقدار کا علم دیا ہے۔ یہاں تک کہ کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے کے آداب تک کی تعلیم دی گئی ہے۔ زندگی کا کوئی مرحلہ ایسا نہیں جس کے لیے رہنما اصول اسلام نے ہمیں نہ بتا دیے ہوں۔

اہلِ اسلام کی معاشرتی حیثیت یہ ہے کہ ہر مومن کو اپنے مومن بھائی کے لیے رحمت بننا ہے، کسی صورت کسی کے لیے زحمت نہیں بننا۔ دوسروں کے لیے ہمارے پاس محبت و خلوص اور ایثار و احسان ہی کے تحفے ہونے چاہییں۔ ضروری ہے کہ دشمنیاں، رنجشیں اور شکر رنجیاں ہمارے درمیان واسطہ نہ بنیں۔ کینہ، بُغض، حسد، جھوٹ، بہتان، بدزبانی، طعنہ زنی، خیانت، چوری، غصب، سود خوری، ذخیرہ اندوزی وغیرہ رذائلِ اخلاق ہیں اور مسلمان کے لیے ممنوع ہیں۔

مسلمانوں پر کچھ تو اللہ کے حقوق ہیں جنھیں ادا کیے بغیر چارہ نہیں، کیونکہ قرآن مجید کی زبان میں انسانوں اور جنوں کو پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ "یعبدون" بنیں۔ اس کا معنی ہم "عبادت کرنے والے" کرتے ہیں، اصل میں اس کا مطلب ہے کہ وہ "عبد" بن جائیں، فرمانبردار ہو جائیں، ہر حکم مانیں۔ یعنی انسانوں اور جنوں کی خلقت اس لیے ہوئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم جو انھیں انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے ملا، اسے صدقِ دل سے مانیں اور اس کی تعمیل کریں۔ ان احکام میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی شامل ہیں۔ بلکہ حقوق اللہ کے ادا کرنے میں کوئی کوتاہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی سے دور نہیں کہ وہ کسی اور اچھائی کے بدلے یا محض اپنی رحمت کے باعث معاف فرما دے۔ لیکن جب بندوں میں سے کسی کا حق کسی نے چھین لیا، یا ادا نہیں کیا تو خداوندِ قدوس نے ایسا گناہ معاف نہ کرنے کا اعلان کر رکھا ہے۔ مسلم شریف میں ہے، حضور رحمتِ ہر عالم ﷺ نے فرمایا کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ کا اہتمام کرنے والے نے اگر کسی کو گالی دی، کسی پر تہمت لگائی، کسی کا مال غصب کیا، کسی کو قتل کیا، کسی کو مارا پیٹا تو اس کی نیکیوں کا ثواب مظلوموں کو دیا جائے گا۔ اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور مظلوموں کے حقوق مجرانہ ہوئے تو مظلوموں کے گناہوں کو اس کے اعمال نامہ میں جمع کر کے اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

کمال یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کی رُو سے حقوق اللہ کو ادا کرنے میں کوئی کمی، خامی رہ جائے، کوتاہی ہو جائے تو اس کا ازالہ بعض صورتوں میں اللہ کے بندوں کو خوش کرنے کی صورت میں ہو سکتا ہے

،مثلاً روزہ ٹوٹ گیا تو کچھ محتاجوں کو کھانا کھلانے سے اللہ تعالیٰ اس کوتاہی کو معاف کر دیتا ہے۔ لیکن حقوق العباد میں کوئی کمی رہ جائے تو حقوق اللہ زیادہ سے زیادہ ادا کرنے سے بھی اس کا ازالہ نہیں ہوتا۔

ایسے میں، جب ہم مانتے ہیں، تاریخ ہم سے اس حقیقت کو تسلیم کرواتی ہے کہ اولیاء اللہ (رحمھم اللہ تعالیٰ) کے حسنِ کردار کے باعث دنیا بھر میں اسلام پھیلا۔ مظاہر فطرت کی پرستش کرنے والوں، آگ کو پوجنے اور خود ساختہ بتوں کے آگے سر بسجود ہونے والوں نے اپنے آباء اجداد کی راہ ترک کر کے دین کے باعمل مبلغین کی روش کو اپنایا، خدائے واحد کے آگے جھکنے کی اہمیت سمجھی، فضائلِ اخلاق کو اختیار کیا اور رذائلِ اخلاق کو ہمیشہ کے لیے تج دیا۔ تو ہم اولیاء اللہ (رحمھم اللہ) کے نام لیواؤں کو صرف کشف اور کرامات کے تذکرے تک محدود نہیں رہنا چاہیے اور صرف ان بزرگان دین سے عقیدت وارادت کے مظاہرے ہی کو دین نہیں سمجھ لینا چاہیے، بلکہ ان کی تعلیمات پر، ان کے اخلاق پر، اور ان کے سماجی بہبود کے کارناموں پر غور بھی کرنا چاہیے اور ان کی تبلیغ پر بھی پوری توجہ منعطف کرنی چاہئے تاکہ معلوم ہو کہ انھوں نے سماجی بہبود کے لیے، معاشرے کی اصلاح کے لیے اور لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کیا کیا کارنامے انجام دیے۔ اس طرح ہم خداوند کریم کے ان دوستوں کی زندگیوں کو بہتر طور پر خراجِ تحسین وعقیدت پیش کر سکیں گے اور ان کی دکھائی ہوئی راہ پر چل کر اور لوگوں کو چلا کر حسنِ معاشرت کو عام کر پائیں گے۔

سب تذکرہ نگار اس حقیقت کے معترف ہیں کہ برصغیر پاک وہند میں اسلام کی اشاعت وتبلیغ میں شیخ الاسلام غوث العالمین حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی مساعی جمیلہ کا معتد بہ حصہ ہے۔ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی اپنی تصنیف ''شہباز قلندر'' میں لکھتے ہیں:

> ''سہروردی سلسلہ اس دور کی ایک صوفیانہ تحریک تھی۔ اس تحریک کے ذریعے برصغیر میں بہت سے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس تحریک سے سندھ میں بھی بے شمار لوگ مستفیض ہوئے۔ اس تحریک کو کامیاب بنانے میں حضرت غوث بہاء الحق زکریا ملتانیؒ نے اہم اور بنیادی کارنامے انجام دیے۔۔۔۔ آپ نے ہندوسندھ کا تبلیغی سفر کیا اور بہت سے ہندوؤں کو مسلمان کیا۔'' (۱)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے ''اسلام کا سرچشمۂ قوت'' میں لکھا:

''مغربی پنجاب میں اسلام کی اشاعت کا فخر سب سے زیادہ حضرت بہاء الحق زکریا ملتانیؒ کو حاصل ہے۔ (۲)

''تاریخِ ملتان'' میں ان الفاظ میں حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کی مساعیٔ جمیلہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔

''یہاں (ملتان) آ کر آپؒ نے اصلاح و فلاح معاشرہ کا کام اعلیٰ پیمانے پر انجام دیا۔ یوں تو آپ کے مریدوں اور فیض روحانی حاصل کرنے والوں کا سلسلہ پورے ایشیا میں پھیلا ہوا ہے لیکن برصغیر میں پنجاب، سندھ، بلوچستان اور بنگال کو آپ کی روحانی سلطنت کہا جاتا ہے''۔ (۳)

''عوارف المعارف'' کے مترجم حافظ سید رشید احمد ارشد سابق صدر شعبہ عربی کراچی یونیورسٹی، لکھتے ہیں:

''شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ (المتوفی ۶۶۶ھ): آپ کا مزار مبارک ملتان میں ہے۔ برصغیر ہندوستان میں سہروردیہ سلسلہ کے بانی مبانی ہیں اور آپؒ کے خاندان کے ذریعے یہ روحانی سلسلہ ہندوپاکستان کے گوشے گوشے میں پھیلا''۔(۴)

اولیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی کرامات برحق کہ یہ انبیاء ماسبق (علیہم السلام) کا طریقہ رہا ہے۔ انھوں نے عام طور سے اپنی دعوت کا آغاز معجزے سے کیا جسے دیکھ کر عقلیں عاجز رہ گئیں اور لوگ متاثر ہوئے۔ لیکن ہمارے آقا حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے اپنی دعوت کا آغاز عقلوں کو عاجز کرنے سے نہیں، عقل سے کام لینے کی دعوت سے کیا۔ فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ کوہِ صفا کے ادھر سے دشمن تم پر حملہ آور ہو رہا ہے تو کیا تم مان لو گے۔ سب سامعین نے حضور رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے چالیس، تینتالیس برسوں پر نظر دوڑائی اور بیک زبان پکار اُٹھے کہ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، آپ کی مبارک زندگی تو کسی بھی لوث سے ہر طرح پاک رہی ہے، اس لیے آپ کہیں گے تو وہ سچ ہوگا، جھوٹ ہو ہی نہیں سکتا۔ یوں، حاضرین و سامعین نے حافظے سے، یادداشت سے اور تفکر سے کام لیا کہ یہی اسلام کی تبلیغ کی بنیاد ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں جگہ جگہ تفکر و تدبر کی دعوت دی گئی ہے۔

چنانچہ حضور پُرنور ﷺ کی امت کے اولیاءِ کرام نے کرامات سے زیادہ اپنے کردار و عمل سے، اپنے طرزِ زندگی سے اور اپنی حق آموز گفتگو سے زیادہ کام لیا ہے اور لوگوں کی فکر کو مہمیز دے کر اسلام کی حقانیت کی طرف مائل کیا ہے۔ جہاں ضرورت پڑی ہے، وہاں کرامت سے گریز نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ صلاحیت، یہ قدرت عطا بھی اسی لیے کر رکھی ہے۔ لیکن ان کی تبلیغ کا انحصار سماجی بہبود کے کاموں، حُسنِ اخلاق اور اپنائیتوں کے فروغ پر رہا ہے۔

اولیاء اللہ (علیھم الرحمہ) نے محبتیں بانٹی ہیں۔ اسلام کی سلامتی کے پیغام کو عام کیا ہے۔ ان کے پاس جو مصیبت زدہ، پریشان حال آیا ہے، اس کے لیے دعائیں بھی کی ہیں اور جہاں تک اور جس طرح ممکن ہوا ہے اس کے درد کے درماں کی کوشش کی ہے۔ ہر شخص سے ان کا رویہ پیار، خلوص اور احسان کا رہا ہے۔ انہوں نے جو مال کمایا ہے یا کہیں سے آیا ہے یا ترکے ورثے میں ملا ہے، ضرورت مندوں، عسرت زدوں محتاجوں، مسکینوں میں تقسیم کر کے سانس لی ہے۔ یہ صاحبانِ زُہد و اتقا کسی کے لیے زحمت نہیں بنے، رحمت للعالمین ﷺ کی رحمتیں بانٹنے کا فریضہ ادا کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے قریب آنے والوں کو، گفتار سے زیادہ کردار کے ذریعے، اللہ کا فرمانبردار بندہ اور تابع فرمان بن جانے کی تشویق و تحریک دی ہے، حقوق العباد پورے کرنے کے آسان طریقے سمجھائے ہیں اور سماجی بہبود کے لیے اپنی تمام روحانی صلاحیتیں استعمال کر کے حسنِ معاشرت کو عملی صورت دی ہے۔

کسی ولی اللہؒ کے پاس دولت ہے یا آئی تو اسے مستحقین کو دے دیا۔ تبلیغ کے وسائل اور حالات ہیں، تو اپنے کردار و عمل کے ساتھ ساتھ اپنے متبعین کے ذریعے انھیں استعمال کر کے لوگوں کو دین و دنیا کی بہتری کی راہ دکھائی۔ ہدایت و ارشاد کے لیے اللہ کے دوست اپنی شخصیت کے تاثر، گفتگو کی اثر آفرینی، کردار کی پاکیزگی اور بلندی کو کام میں لاتے رہے۔ ہر طرح ان کی کوشش یہی رہی کہ ربّ کریم جل جلالہ اور اس کے حبیبِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی تعلیمات و فرمودات کے مطابق ایک صالح، پُرسکون، طمانیت بخش اور خوشحال معاشرہ تشکیل پا جائے، پروفیسر محمد سعید (گورنمنٹ کالج کراچی) لکھتے ہیں۔

> ”سہروردی، تبلیغی مقاصد کے لیے تجارت اور زراعت کرتے رہے ہیں جیسا کہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے عامہ خلائق کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے زراعت و تجارت کے کام کو رفتہ رفتہ بڑھایا۔ اطرافِ ملتان میں جہاں کہیں اچھا قطعہ ہوا، افتادہ جنگلوں کو آباد کرایا، چاہات اور نہریں احداث کرائیں اور تجارت کی طرف بھی حضرت نے بہت توجہ فرمائی۔ دریا اور سمندر کے ذریعے بڑی کشتیوں پر سامان تجارت سکھر، بھکر، منصورہ اور پھر وہاں سے عراق، عرب اور مصر تک جاتا تھا۔ یہ تو آپؒ سمندری اور دریائی راستے سے سامانِ تجارت روانہ فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ خشکی کے راستے کابل، ایران، دہلی، لاہور اور دکن حیدر آباد سے آپ کی تجارت ہوتی تھی“۔ (۵)

اصل میں شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کی خصوصیت یہ تھی کہ عام اولیاء کبار رحمھم اللہ تعالیٰ کی طرح اُنھوں نے فقر کو اس طرح نہیں اختیار کیا کہ اپنے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ ان کا فقر یہ

تھا کہ پاس بہت کچھ ہو، بہت کچھ آئے لیکن سب کچھ دوسروں پر خرچ ہو۔ حمید اللہ شاہ ہاشمی لکھتے ہیں:

''نہایت مصروف اور امیرانہ زندگی تھی۔ زر و جواہر کے انبار لگے ہوتے تھے۔ اس کے باوجود خدا کی یاد سے ایک لحمہ کے لیے بھی غافل نہ ہوتے تھے۔ ساری ساری رات عبادت میں گزارتے، ایک عرصہ دراز تک یہ جانا ہی نہیں کہ رات کے بستر سے پشت کیونکر لگاتے ہیں۔ وسیع جاگیر و جائیداد، عظیم الشان لنگر خانہ اور مدارس و خانقاہ وغیرہ کے انتظام کے علاوہ طلبہ کی تعلیم، مریدوں کی تربیت و ہدایت، عوام کے لیے مواعظ کا اہتمام، مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست اہل و عیال کی پرورش، اتنے کام تنہا ایک آپ ہی کے دوش پر تھے۔ جتنا روپیہ آتا تھا، غروب آفتاب سے پہلے اسے راہِ خدا میں لٹا دیتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی سائل آپ کے دروازے پر آیا ہو اور محروم واپس گیا ہو۔ غریبوں کی مصیبت دیکھ ہی نہ سکتے تھے۔ جود و سخا کا ایک دریائے زخّار تھا، جو ہمہ وقت موجزن رہتا تھا''۔(۶)

حضرت شیخ الاسلامؒ کے تموّل کا سبب صرف ترکہ ہی نہیں تھا، ربّ کریم جل شانہ العظیم چاہتا تھا کہ باطنی طہارت کے ساتھ ساتھ ظاہری ثروت بھی آپؒ کے ہم رکاب ہو۔

''حضرت شیخ الشیوخ (شہاب الدین شہروردیؒ) کی خدمت میں (حضرت زکریاؒ) آئے۔ چند ہی دن گزرے تھے کہ ایک دن حضرتؒ نے طلب فرمایا۔ ایک کٹا ہوا انار حضرتؒ کے ہاتھ میں تھا، دے کر فرمایا کہ کھا لیجیے جب شیخ الاسلامؒ نے وہ انار لیا تو اس میں سے ایک دانہ گر پڑا۔ آپؒ نے فوراً اٹھا کر منہ میں ڈال لیا، شیخ الشیوخؒ نے فرمایا: بہاء الدینؒ! یہ دانہ دراصل دنیا تھی۔ میں نے چاہا کہ تم اس جھمیلے میں نہ پڑو، اس لیے عمداً گرا دیا تھا۔ لیکن تُو اٹھا کر کھا گیا، اب دین و دنیا دونوں ترے قبضے میں ہیں''۔(۷)

مفتی انتظام اللہ شہابی نے حضرت شیخ الاسلامؒ کی دولت مندی کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

''جس وقت حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کا وصال ہوا تو آپ نے چار کروڑ روپے ترکے میں چھوڑے تھے''(۸)

لیکن اس تموّل اور ثروت مندی ے بارے میں ان کا نظریہ یہ تھا:

''دنیا کا مال جتنا بھی حاصل کر لیا جائے، انسان پھر بھی مطمئن نہیں رہتا۔ ہوس، مال کی بڑھوتی کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ سانپ کی صحبت اس شخص کو نقصان پہنچاتی

ہے جو اس کے افسوں کو نہ جانتا ہو۔۔۔فقیروں کے نزدیک عدم و وجودِ مال دنیا یکساں حیثیت رکھتے یں۔نہ ان کے جانے کا غم ہوتا ہے، نہ آنے کی خوشی'' ۔(۹)

''اسلامی انسائیکلو پیڈیا'' میں ہے:

''حضرت بہاء الدین زکریاؒ کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی خزانوں سے بھی مالا مال کر رکھا تھا۔ آپؒ کے یہاں زراعت و تجارت بڑے پیمانے پر ہوا کرتی تھی۔ بہت سے ملازم اور کارندے تھے۔ اس کی آمدنی ایک لنگر خانے پر صرف ہوتی تھی جہاں سینکڑوں بندگانِ خدا روزی حاصل کرتے تھے۔ آپ کی اپنی غذا محض قلیل ہوتی تھی، اتنی کہ قوت بحال رہے۔ ایک مرید کو لکھتے ہیں کہ بدن کی سلامتی کم کھانے میں، روح کی سلامتی ترکِ گناہ میں اور دین کی سلامتی کثرتِ درود میں ہے'' ۔(۱۰)

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ العزیز کے ملفوظات کی جلد پنجم کی تیسری مجلس میں حضرت شیخ الاسلامؒ کے بارے میں ارشاد ہے کہ:

''اگر وہ کسی کو کوئی چیز دیتے تھے تو خوب دیتے تھے۔۔۔ایک دفعہ ملتان کے والی کو غلے کی ضرورت پڑی، اس نے شیخ بہاء الدینؒ سے اس کے لیے درخواست کی۔ آپؒ نے فرمایا کہ ایک ڈھیر اسے دے دو۔ والی نے اپنے عملے کو بھیجا کہ وہ ڈھیر سے غلہ لے آئیں۔ اس غلے میں چاندی سے بھرا ہوا ایک مٹکا نکل آیا۔ عملے نے والی کو اطلاع دی، اس نے کہلوایا کہ شیخ نے ہمیں غلہ دینے کو فرمایا ہے۔ یہ چاندی دینے کو نہیں فرمایا۔ اس چاندی کو شیخ کی خدمت میں پہنچا دو۔ جب یہ بات شیخ کی خدمت میں عرض کی گئی۔ انھوں نے کہلوا بھیجا کہ زکریاؒ کو یہ معلوم تھا۔ تمھیں یہ غلہ اس چاندی سمیت دیا گیا ہے'' ۔(۱۱)

''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ'' اور ''اسلامی انسائیکلو پیڈیا'' میں ہے کہ:

''جب ۶۴۴ھ میں منگولوں نے ملتان کا محاصرہ کرلیا اور ہرات کا حکمران بھی ان کے ساتھ مل گیا تو شیخ نے اپنے پاس سے حملہ آوروں کو ایک لاکھ دینار کی رقم پیش کی اور انھیں محاصرہ اٹھا لینے پر رضامند کرلیا'' ۔(۱۲)

تذکروں میں ''سیر العارفین'' کے حوالے سے حضرت شیخ الاسلامؒ کے استغنا اور بے نیازی کے متعلق درج ہے کہ:

''ایک دن اپنے خادم سے فرمایا کہ جس صندوقچے میں پانچ ہزار دینار سرخ رکھے ہیں، لے کر آؤ۔ خادم آیا اور اس نے واپس آ کر کہا کہ صندوقچہ کہیں نہیں ملا۔ فرمایا: الحمدللہ! خادم دوبارہ گیا۔ اس مرتبہ تلاش کرنے پر وصندوقچہ اسے مل گیا۔ آپؒ اس پر بھی ''الحمدللہ'' کہہ کر خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے آپؒ سے پوچھا کہ آپؒ نے صندوقچہ گم ہونے پر بھی الحمدللہ کہا اور مل جانے پر بھی الحمدللہ فرمایا، اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا بات یہ ہے کہ فقیروں کے لیے دنیا کا وجود اور عدم برابر ہے۔ انھیں نہ کسی چیز کے ملنے پر خوشی ہوتی ہے نہ کسی چیز کے جانے کا غم۔۔۔۔ پھر وہ پانچ ہزار دینار ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیئے''۔ (۱۳)

حضرت شیخ الاسلامؒ کے کشف و کرامات کے ضمن میں ''سالک السالکین'' کے حوالے سے ڈاکٹر ظہور الحسن شارب نے بھی، دوسرے تذکرہ نگاروں کی طرح یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ:

''آپ کے ایک مرید خواجہ کمال الدین مسعود شیرازی جواہرات کی تجارت کرتے تھے۔ ایک بار ان کا جہاز طوفان میں آیا، انھوں نے آپؒ (حضرت شیخ الاسلامؒ) کو یاد کیا اور آپؒ سے امداد چاہی۔ آپؒ جہاز پر نمودار ہوئے۔ سب مسافروں نے آپؒ کو بخوبی دیکھا۔ آپؒ نے سلامتی کی بشارت دی۔ جہاز بخیر و خوبی عدن میں پہنچا۔ عدن پہنچ کر مسافروں نے اپنا تہائی مال خواجہ کمال الدینؒ کو بطور نذرانہ وشکرانہ دیا۔ خواجہ کمال الدینؒ نے وہ سب مال اور اپنے نصف جواہرات اپنے بھانجے خواجہ فخر الدین گیلانیؒ کو دے کر ان کو آپؒ کی خدمت میں روانہ کیا۔ خواجہ فخر الدینؒ وہ مال و جواہرات لے کر ملتان آئے، انھوں نے جب آپؒ کو دیکھا فوراً پہچان لیا اور اسی لباس میں پایا جس میں انھوں نے آپ کو جہاز پر دیکھا تھا۔ وہ مال و جواہرات آپ نے تین دن کے اندر لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اس مال کی قیمت ستر لاکھ تنکہ تھی۔ خواجہ فخر الدینؒ نے جب آپ کی یہ فیاضی دیکھی تو اپنا مال بھی تقسیم کر دیا۔ فقیری اختیار کی، آپ کے مرید ہوئے۔'' (۱۴)

نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں کہ اسی واقعے کی وجہ سے اب تک برصغیر کے ملاحوں میں یہ رسم چلی آئی ہے کہ جب کشتی کہیں بھنور میں پھنس جاتی ہے تو وہ ''مدد بہاء الحق'' کا نعرہ لگاتے ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ خطرہ ٹل جاتا ہے۔ (۱۵)

ایک مرتبہ دریا میں زبردست طغیانی آ گئی حضرت شیخ الاسلامؒ نے دعا کی اور اپنا کوزہ لوگوں کو دیا کہ اسے دریا میں ڈال دو۔ اللہ نے اس کی برکت سے سیلاب کو آنِ واحد میں ختم کر دیا۔ یہ تو حضرتؒ کی کرامت ہوئی لیکن اس کے ساتھ انھوں نے سماجی بہبود کا اپنا رویّہ اس طرح جاری رکھا کہ سیلاب زدگان اور بے گھر لوگوں کی آبادکاری کے لیے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیے۔ لاکھوں روپے اور منوں اناج متاثرہ خاندانوں میں تقسیم کیا گیا۔ آپ اپنے خدّام سے فرمایا کرتے تھے کہ گھر میں جتنا روپیہ اور گندم چاول ہیں، ان کو شام سے پہلے پہلے ختم کر دیا کرو، ایسا نہ ہو کہ مال و اسباب ہمارے گھر میں پڑا رہے اور غریب بھوکے مرتے رہیں۔ (۱۶)

نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں کہ:

> ''حضرت شیخ الاسلامؒ کو ربِّ جلیل نے دین اور دنیا، دونوں کی سربلندی عطا کی تھی۔ آپؒ کو آباءِ کرام کی طرف سے بہت بڑا خزانہ ترکہ میں ملا تھا جسے آپؒ نے درویشوں کے لیے حجرے اور مسافروں کے لیے سرائیں تعمیر کرنے اور ''زکریا یونیورسٹی'' کے ابتدائی انتظامات پر خرچ کر دیا تھا۔ بایں ہمہ فتوحاتِ غیبی کا یہ عالم تھا کہ روزانہ لاکھوں آتے اور لاکھوں خرچ ہوتے۔۔۔۔ حضرت اپنی اراضیات کی پیداوار، ملک کی خام اجناس اور مصنوعات معتمد خدّام کی معرفت دساور کو بھجواتے تھے۔ مبلغین کی طرح ان کو بھی یہ ہدایت ہوتی تھی کہ کم نفع پر بیچو اور دیانت داری سے معاملہ کرو۔۔۔۔ اس کے علاوہ کوٹ کروڑ میں حضرت کی جو ذاتی جائیداد تھی، اس سے بھی بڑی آمدن ہوتی تھی۔ تحصیل لودھراں میں ''واہی غوث الملک'' اور ''قطعہ پیر'' کے نام سے سرسبز اور زرخیز اراضیات سونا اُگل رہی تھیں۔ لاکھوں روپے کی ان سے سالانہ یافت ہوتی تھی''۔ (۱۷)

سماجی بہبود کا تعلق محض مسلمانوں ہی کے ساتھ تو نہیں، پورے سماج کے ساتھ ہے۔ سارے معاشرے کی بہبود پیشِ نظر ہو تو سب سے پہلے انسانیت کی بہبود کے نقطۂ نظر سے انھیں اسلام کی برکات سے آگاہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ دین میں جبر نہیں لیکن سچ کو حق فراموش آبادی تک پہنچانا اور انھیں اس حقیقت سے آگاہ کرنا بہت ضروری ہوتا ہے کہ اسلام محبت کا دین ہے، محبتوں، اپنائیتوں کو فروغ دینا چاہتا ہے، پوری انسانیت کی بہتری چاہتا ہے، جھگڑے، فساد، شورش کو ختم کرنے کا خواہش مند ہے، صلح و آشتی اور سلامتی کو رواج دے کر دنیا میں سکون و طمانیت کی کیفیت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ شیخ الاسلام غوث

العالمین بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے اس اہم کام کی طرف بھی پوری توجہ دی اور اس طرح سماجی بہبود کے دائرے کو، سنّتِ سرکارِ عالم ﷺ کی تقلید و اتباع میں، زیادہ سے زیادہ وسیع کرنے کے لیے مبلغین کی جماعتیں تشکیل دیں۔

نور احمد خاں فریدی لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنی خانقاہِ عالیہ کے پہلو میں ایک علمی، دینی اور صوفیانہ درس گاہ کی بنیاد رکھی جس کے دو شعبے تھے۔ ایک علماء پیدا کرتا تھا، دوسرا مبلغین۔ مبلغین کے لیے ضروری تھا کہ جس ملک میں انھیں بھیجا جائے، انھیں وہاں کی زبان اور ثقافت سے پوری واقفیت ہو، تا کہ وہ وہاں پہنچ کر اپنے آپ کو اجنبی محسوس نہ کریں۔ اس لیے آپ نے ہر ملک سے ایک ایک فاضل عالم طلب کر کے اپنی درس گاہ میں ملازم رکھا۔ اسے معقول تنخواہ اور رہائش کا تسلی بخش انتظام فرمایا۔

جب علماء فارغ التحصیل ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ایک ایک کو الگ الگ بلا کر پوچھتے کہ کیا تم فی سبیل اللہ تبلیغ کرنے کو تیار ہو؟ اس طرح کافی نوجوان از خود اپنے آپ کو اس مقصد کے لیے پیش کرتے تھے، جو جس ملک میں جانا چاہتا، وہ اسی کمرے میں اس علاقے کی زبان اور ثقافت کی تعلیم حاصل کرتا۔ دو سال کے بعد شیخ الاسلامؒ اس مبلغ کے استادِ محترم کو پانچ ہزار اشرفی عنایت کرتے کہ شہر سے اس ملک کے لیے مفید اور ضروری سامان خرید کر کے ایک کشتی میں ترتیب دو اور پھر یہ جہاز اپنی دعاؤں کے سائے میں منزلِ مقصود کو روانہ فرماتے۔ چلتے وقت مبلغ کو ہدایت فرماتے:

☆ سامان کم منافع پر فروخت کرنا

☆ لین دین میں اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھنا

☆ ناقص چیزوں کو فروخت نہ کرنا، بلکہ فقراء اور مساکین کو مفت دے دینا۔

☆ خریداروں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا۔

☆ جب تک لوگوں کا اعتماد حاصل نہ ہو، ان پر اسلام پیش نہ کرنا۔

اس طرح یہ علماءِ ربانیین سوداگروں کے لباس میں کشتیوں پر سامان تجارت لاد کر روانہ ہوتے اور جاوا، سماٹرا، فلپائن اور چین تک پہنچ کر دکانیں کھولتے اور دیانتداری سے لین دین کرتے اور ساتھ ہی لوگوں پر اسلام پیش کرتے، جس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلتا اور لوگ ان کے حُسنِ اخلاق، ان کی خدا ترسی، دینداری، دیانت داری اور معاملات میں صفائی ستھرائی دیکھ کر گرویدہ ہو جاتے اور بالآخر اسلام قبول کر لیتے۔ آج مشرقِ بعید کے چھوٹے چھوٹے جزیروں میں جو کروڑوں مسلمان نظر آتے ہیں انھی تاجر مبلغین کی سعی مشکور کا نتیجہ ہیں"۔ (۱۸)

اس درسگاہ سے تیار علماء اندرون ملک بھی تبلیغ کے لیے بھیجے جاتے تھے۔"(حضرت شیخ الاسلامؒ نے) سلسلہ سہروردیہ کا ایک بہت بڑا مرکز قائم کیا یہاں سے مبلغین اور واعظین کی جماعتوں کو سندھ، پنجاب، مکران، کشمیر اور دہلی بھیجا۔"(۱۹)

سب کتابوں میں حضرت کے وسیع دستر خوان اور مہمان ونوازی کا خصوصی ذکر ملتا ہے۔نور احمد خاں فریدی کی "تاریخ ملتان" کے حوالے سے پروفیسر محمد سعید نے لکھا:

"حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے لنگر خانے سے صبح وشام کھانے کے علاوہ مسافروں کو زادِراہ اور منزل پر پہنچانے کے لیے گھوڑا بھی عطا کیا جاتا تھا۔"(۲۰)

اگر چہ تمام صوفیہ، تمام اولیاء اللہ، بزرگان دین رحمہم اللہ اپنی شخصیت کی پاکیزگی کے ساتھ، گفتار وکردار کے ذریعے، اپنے حسنِ سلوک سے، علوئے اخلاق کے بل پر خلقِ خدا کو اپنی طرف کھینچ کر خدائے وحدہٗ لاشریک کے قریب کرتے رہے۔انھیں اپنے آس پڑوس والوں کے ساتھ ملنے جلنے والوں سے، قرب وجوار کے باسیوں سے محبت، اخلاص، پیار اور احسان کے ساتھ اپنے اور زندگی گزارنے کی تلقین بھی فرماتے رہے اور اپنے عمل سے اس کی اہمیت وافادیت واضح بھی کرتے رہے۔ لیکن شیخ الاسلام غوثِ عالم حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کو خالق ومالک نے اپنے دوسرے دوستوں سے زیادہ دنیوی جاہ ومال عطا کر کے انھیں سماجی بہبود کے زیادہ مواقع مہیا فرمائے اور حضرت نے اپنے رَبِّ قدوس وکریم کی خوشنودی کے لیے، اپنے شیخ حضرت شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کی ہدایت اور روحانی رہنمائی میں سماجی بہبود کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ **نور اللہ مرقدہ**

حوالہ جات

۱۔ میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، شہباز قلندرؒ (مترجم سید معراج نیر) مکتبہ عالیہ لاہور، تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۵ء۔ص ۴۰،۴۲۔

۲۔ عاصم نعمانی (مرتب)، تصوف اور تعمیر سیرت (مولانا مودودی، تحریروں کی روشنی میں)۔اسلامک پبلی کیشنز، لاہور۔تیسری اشاعت نومبر ۱۹۸۰ء۔ص ۱۰۳۔

۳۔ عبدالرحمٰن خان منشی، تاریخ ملتان۔عالمی ادارۂ اشاعت علوم اسلامیہ، ملتان۔دسمبر ۲۰۰۰ء۔ص ۲۲۶۔

۴۔ شہاب الدین سہروردیؒ، عمر بن محمد۔عوارف المعارف (مترجم حافظ سید رشید احمد ارشد) شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔اشاعت دوم، ۱۹۷۷ء۔ص ۱۹۔

۵۔ محمد اسحٰق قریشی ڈاکٹر تصوف: تلاش احسن کی ہمہ گیر تحریک۔محی الدین اسلامی یونیورسٹی، نیریاں شریف

(ترڑکھل) آزاد کشمیر۔ مئی ۲۰۰۰ء۔ ص ۲۹۶ (پروفیسر محمد سعید کا مضمون ''صوفیائے کرام کا طریق دعوت، تاریخی تناظر میں'')۔

۶۔ حمید اللہ شاہ ہاشمی ۔احوال و آثارِ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ۔تصوف فاؤنڈیشن لاہور۔ ۲۰۰۰ء۔ ص ۹۲۔

۷۔ نوراحمد خاں فریدی۔ تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ۔علماء اکیڈمی شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب لاہور۔ طبع دوم جون ۲۰۰۲ء۔ ص ۴۶۔

۸۔ انتظام اللہ شہابی، مفتی ۔اسوۃ الصالحین یعنی تذکرۃ العالمین ۔ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، نومبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۲۶۹

۹۔ سیارہ ڈائجسٹ (ماہنامہ) لاہور، اولیاء کرام نمبر، جلد دوم۔ دسمبر ۱۹۸۲ء، ص ۳۲۔

۱۰۔ قاسم محمود سید۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔ شاہکار فاؤنڈیشن کراچی ۔۱۹۸۴ء۔ ص ۳۸۴۔

۱۱۔ امیر حسن علاء سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی (مرتب) فوائد الفواد: ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (ترجمہ از پروفیسر محمد سرور)، علماء اکیڈمی اوقاف پنجاب لاہور۔

۱۲۔ احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ۔ص ۸۱/ اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔ ص ۳۸۴۔

۱۳۔ احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ۔ص ۸۰/ سیارہ ڈائجسٹ۔ اولیاء کرام نمبر جلد دوم ۔ص ۳۴/ گل خنداں (ماہنامہ لاہور۔ بزرگان دین نمبر اکتوبر ۱۹۶۲ء۔ ص ۸۹، ۹۰)۔

۱۴۔ ظہور الحسن شارب ڈاکٹر۔ خم خانہ تصوف ۔ٹریڈ سنٹر لاہور۔ بار دوم ۱۹۸۸ء ۔ص ۶۷، ۶۸/ علی محمد مظاہری (مرتب) بزرگان دین۔ الفیصل ناشران لاہور۔ پہلا ایڈیشن جون ۱۹۸۹۔ ص ۱۳۰۔

۱۵۔ تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ۔ص ۸۵، ۸۶۔

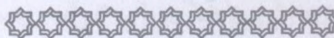
۱۶۔ سیارہ ڈائجسٹ، اولیاء کرام نمبر، جلد دوم ۔ص ۳۰۔

۱۷۔ تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ طبع اول مئی ۱۹۸۰ء۔ ص ۸۶۔ طبع دوم ۲۰۰۲ء۔ ص ۶۸، ۶۹۔

۱۸۔ ایضاً۔ طبع دوم۔ ص ۶۴، ۶۵/ آستانہ (ماہنامہ) کراچی ۔ارشاد قاضی کا مضمون۔ ص ۱۹

۱۹۔ محمد ابراہیم فریدی، مفتی ۔تذکارِ مطیب ، ناشر ڈاکٹر قاسم رضا فریدی سالم میاں، کراچی بار اول ۱۴۱۵ھ۔ ص ۱۲۶

۲۰۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، تصوف: تلاش احسن کی ہمہ گیر تحریک۔ ص ۲۹۳



برصغیر میں خلفائے شیخ الشیوخ سہروردی اور شیخ الاسلام بہاء الدین ابو محمد زکریاؒ کا عرفانی مقام

☆حسن نواز شاہ

سلسلہ سہروردیہ کے مؤسس شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر بن عبداللہ سہروردیؒ (۴۹۰۔ ۵۶۳ھ) ہیں یا شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر بن محمدؒ سہروردی (۵۳۹-۶۳۲ھ)۔اس بارے محققین مختلف الخیال ہیں، اس سے صرفِ نظر کرتے ہوئے کہ کون بانیٔ سلسلہ ہے یہ طے ہے کہ شیخ الشیوخ شہاب الدینؒ نے سلسلۂ سہروردیہ کو نہ صرف نہایت مضبوط بنیاد فراہم کی بلکہ اس کی شرح کچھ اس انداز سے کی کہ خانقاہی نظام اسلامی معاشرے کا ایک فعال اور کارآمد جزو بن گیا۔آپ نے افکار کے فروغ اور تعلیم وتربیت کا ایک مستقل نظام تشکیل دیا جس کا بڑا ثبوت آپ کی معروف تالیف ''عوارف المعارف'' ہے۔''عوارف المعارف'' خانقاہی نظام کے لیے ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے، اس میں ایک صوفی کی طرزِ بود وباش اور اس کی صوفیانہ سرگرمیوں سے متعلق ایک مکمل دستور موجود ہے۔یہی وجہ ہے کہ عوارف المعارف موجودہ صدی کے شروع تک دیگر سلاسل میں بھی نہایت مقبول رہی اور مشائخ کرام باقاعدہ اس کا درس دیتے رہے ہیں۔علاوہ ازیں مختلف اوقات میں اس کی کئی شروح بھی لکھی گئیں۔(۱)

شیخ الشیوخ کے بارے مؤسسِ سلسلۂ قادریہ شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (۴۷۰۔۵۶۱ھ) نے فرمایا تھا:'' انت آخر المشھورین بالعراق ''(۲) اور اس کا عملی ظہور کچھ اس طور سامنے آیا کہ عرب وعجم سے لوگ آآکر آپ سے مستفیض ہوئے۔ابن خلکان (۶۰۸۔۶۸۱ھ) نے لکھا ہے کہ:

''وتخرج علیه خلق کثیر من الصوفیة فی المجاهدة والخلوة، ولم یکن فی آخر عمره فی عصره مثله.''(۳)

☆ ۳۳۵۔ماڈل ٹاؤن ہمک، اسلام آباد۔

شیخ الشیوخؒ نے جہاں اسلامی دنیا کے دیگر خطوں میں اپنے خلفاء کرام روانہ فرمائے وہیں برِ صغیر پر بھی آپ کی خصوصی توجہ رہی، اسی تناظر میں آپ سے منسوب ایک قول بھی ملتا ہے کہ: ”خلفای فی الهند کثیرۃ“(۴)

راقم کی اب تک کی تحقیق کے مطابق برصغیر پاک و ہند میں آپ کے چونتیس خلفاء کرام تشریف لائے، ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

بنگلہ دیش:

- ابوالقاسم شیخ جلال الدین تبریزیؒ (م ۶۴۲) ۔(۵)

مہسون (ماہی سنتوش، ضلع راجشاہی)

- شیخ احمد دمشقیؒ ۔(۶)

بھارت:

امروہہ

- سید شرف الدین حسن ملقب بہ مخدوم شاہ ولایتؒ (۷)

بدایوں

- شیخ احمد خنداں ملقب بہ شکر دہاںؒ (م ۶۳۳ھ) ۔(۸)
- سید اعز الدین احمد بن ابراہیم الحسینی الیمنی السہر وردیؒ (م ۶۰۵ھ) ۔(۹)
- فخر العلماء مخدوم شیرازی صاحبِ دیوان انشاء عمدۃ الملک محمد حمید الدین متخلص بہ مخلص گنوری سبزواری ثم بدایونیؒ (۵۸۵۔۷۱۱ھ) ۔(۱۰)
- سید الاجل مولانا سید محمد شرف الدین اعلیٰ نقوی سہروردی قبالی بدایونیؒ (م ۶۴۸ھ) ۔(۱۱)

جاور

- میر سید علاء الدین معروف بہ علی جاوریؒ (۱۲)

جتھلی (پٹنہ)

- سید شہاب الدین جگجوت سہروردیؒ (۵۷۰۔۶۶۶ھ) ۔(۱۳)

جیور

- سید علاء الدین علی بن محمد الحسینی الجیوریؒ (م ۷۳۴ھ) ۔(۱۴)

حیدر آباد (دکن)

- سید شرف الدین عراقیؒ (م ۶۸۷ھ)۔(۱۵)
- سید شہاب الدین عراقیؒ (م ۶۹۱ھ)۔(۱۶)

دہلی

- خواجہ بستؒ (خواجہ پست)[۱۷]
- قاضی حمید الدین محمد بن عطاء ناگوریؒ (م ۶۴۳ھ)[۱۸]
- شمس العارفین صدر الدین محمد ترکمان بیابانی دہلویؒ (م ۶۳۸ھ)[۱۹]
- شیخ ضیاء الدین رومیؒ (م ۷۲۰ھ)[۲۰]
- مولانا علاء الدین کرمانیؒ (م ۶۳۲ھ)[۲۱]
- شیخ فخر الدین شیرازیؒ[۲۲]
- شیخ مجد الدین محمد حاجی جاجرمیؒ (م ۶۴۰ھ)[۲۳]
- شیخ نجم الدین شیرازیؒ[۲۴]
- شیخ الاسلام سید نور الدین مبارک بن عبداللہ الحسینی الغزنویؒ (م ۶۳۲ھ)[۲۵]

سندیلہ

- میر سید معز الدین ابدالؒ[۲۶]

کنتور

- شیخ سلیمان بن عبداللہ العباسی الہاشمیؒ (م ۶۵۷ھ)[۲۷]

منیر (بہار)

- شیخ کمال الدین یحییٰ بن اسرائیل منیریؒ [۲۸]

مہونی (ضلع گجرات کاٹھیاواڑ)

- شیخ شہاب الدین گجراتی معروف بہ شیخ شہابا شہیدؒ[۲۹]

نہرولی (الہ آباد)

- مخدوم شیخ اسمٰعیل سہروردیؒ (م ۶۷۰ھ)[۳۰]

پاکستان:

سخی سرور (ضلع ڈیرہ غازی خان)

○ سید احمد بن زین معروف بہ سلطان سخی سرورؒ [۳۱]

سکھر

○ شیخ نوح بھکریؒ (م ۶۱۴ھ، قیاساً)[۳۲]

سوہدرہ

○ سید علی بزرگ حسینیؒ [۳۳]

شکوٹ (ملتان)

○ سید زین الدین معروف بہ سرور شکوٹؒ [۳۴]

کانی گرام (صوبہ سرحد)

○ شیخ ابراہیم انصاریؒ [۳۵]

ملتان

○ شیخ الاسلام بہاء الدین ابو محمد زکریا ملتانیؒ

○ شیخ سعد الدین خلجی ملقب بہ شادی شہید رشہیدی لالؒ (م ۶۹۹ھ)[۳۶]

○ قاضی ابو مسلم الاندرانی العثمانیؒ [۳۷]

اسی زمانہ میں شیخ الشیوخ کے دوسرے خطوں سے تعلق رکھنے والے خلفاء کرام کے خلفاء بھی برِ صغیر میں مصروفِ عمل تھے ان میں سے چند ایک نام درج ذیل ہیں۔

حیدر آباد دکن

○ شاہ جلال ملقب بہ گنجرواں خرقانیؒ (خلیفۂ شیخ احمد یسوی علوی)[۳۸]

سکھر

○ سید محمد مکی (نبیسۂ شیخ الشیوخ وصاحبزادہ وخلیفۂ سید محمد شجاع مشہدیؒ)[۳۹]

ٹواری (ضلع بدین)

○ شیخ مالک بن محمد صدیقیؒ (خلیفۂ شیخ محمد یمنی م۶۹۲ھ) [۴۰]

برصغیر میں سلسلہ سہروردیہ کی صوفیانہ روایت اور اس کے افکار کے فروغ میں شیخ الاسلام بہاء الدین ابومحمد زکریا ملتانی ؒ کا کردار نہایت مرکزی ہے۔ سہروردی مشائخ کے بارے اگر ہم تصوف کے ملفوظاتی اور سوانحی لٹریچر کا جائزہ لیں تو شیخ الشیوخ ؒ کے خلفاء کرام میں شیخ الاسلام ؒ کی شخصیت کا جو تأثر سامنے آتا ہے وہ بہت ہی نمایاں ہے۔ ان کی شخصیت نفسیاتی طور پر عملاً فائق محسوس ہوتی ہے۔ یہاں چند روایات پیشِ خدمت ہیں کہ جن کی مدد سے شیخ الاسلام ؒ کے عرفانی مقام کے تعین میں مدد مل سکتی ہے۔

تحصیلِ علوم میں فائق ہونا:

شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ؒ صرف بلند مرتبہ صوفی ہی نہیں تھے بلکہ علومِ ظاہری میں بھی درجۂ اجتہاد پہ فائز تھے[۴۱]۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن سبعہ قرأت کے ساتھ حفظ کیا۔[۴۲] بعدازاں مزید تعلیم مقامی اساتذہ سے بھی حاصل کی۔ جب آپ بارہ سال کے تھے تو آپ کے والدگرامی کا انتقال ہوگیا لیکن اس کے باوجود آپ حصولِ علم کی خاطر خراسان تشریف لے گئے اور سات سال علومِ مروّجہ کی تحصیل کی۔ اس کے بعد بخارا پہنچے اور اکتسابِ علوم میں مشغول ہو گئے اور اجتہاد کا درجہ حاصل کیا۔ اُن کے زُہدواتقا اور پسندیدہ اوصاف کی وجہ سے اہلِ بخارا آپ کو ''بہاء الدین فرشتہ'' کہتے تھے۔[۴۳] آٹھ سال بخارا میں گزارنے کے بعد[۴۴] آپ حج کے ارادے سے مکہ معظمہ پہنچے جہاں بعدازحج وزیارات پانچ سال روضۂ مبارکہ کے مجاور رہے اور شیخ کمال الدین محمد یمنی جو بڑے محدثین میں سے تھے، علمِ حدیث حاصل کیا، بعدازتکمیل شیخ الشیوخ نے اجازت نامہ لکھ کردے دیا اور درسِ حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی۔ کچھ عرصہ بیت المقدس میں بھی رہے۔[۴۵] ''خلاصۃ العارفین'' کی روایت کے مطابق آپ نے کل چارسو چوالیس ماہر اساتذہ سے کسبِ علوم کیا۔[۴۶]

بیعت وخلافت:

شیخ الاسلام ؒ بیت المقدس سے سیدھے شیخ الشیوخ سہروردی کی خدمت میں بغداد پہنچے تو آپ نے فرمایا:

> "اے بهاء الدين! نيك آمدى، ده سال گذشته است كه براى تو حضرت رسالت پناه ﷺ امرا اشارت كرده است وگفت كه شبِ قربِ ليلة الاسرىٰ كه مرا به معراج بردنددرآن شب زيرِ عرش قدسيان و ملايكان وحاملانِ عرش ديدمكه پيراهن و كلاه

بالای سر مردی رقص میکند از او آواز شنیدم که چنین آوازذکر الله می آید،من جبرائیل را پرسیدم که "این چیست؟" جبرائیل هیچ نگفت،که تا مرا دلالت از حضرت ذوالجلال و قادر کمال گردد نداشنوانید ای محمد!این پیرهن و این کلاه یکی بندئه خاصِ من است، وازامت تو باشد،در آخرِ زمان پیدا شود واین پوششِ اوست وروحِ او درین پیراهن چندهزارسال گذشته است که از شنیدن ندای روزِ میثاق الست،درمحبت وصول مستغرق گشته تا امروز روحِ او درین ذکر مستغرق باشد،نام او شیخ بهاء الدین زکریا است.این نشانِ تومرا حضرت محمد مصطفیا داده است و فرموده که روغن چراغ به مجاهده بفضل فرایض الله عظیم و واجبات و سنت انبیاء بکرم ذوالجلال ویرا نهاده است و پلیته این باشد از سنتی واحیاء ادابی ظاهری وباطنی،و به شفاعت و محبت من کرده است.حال آن روشنی صفا بنظر رشد مرشد مشعله افروزند تا شعاع وی درعالم بندگان خدای تعالی ،واصفیان موحدان درافق آسمان و گنج های زمین نشر بود.حالا خوش آمدئه بعده شیخ شهاب الدین فرمود که بخدمت شیخ[ابوالنجیب] بودم،درآن روزی که مرا خرقه عطا شد،هم درآن روز روی سوی من کرده گفت که بیشك این خرقهٔ رسول الله ا است و فرمود: "سربالاکن ببین"،چون سر بالا کردم عرش را بدیدم ونزدیك عرش هفتاد خرقه آویخته بودند،سپس فرمود که ای شهاب الدین! ازین هفتاد خرقه یك خرقه ترا دادیم که رسول اازحضرتِ ذوالجلال و قادر برکمال قدیم لایزال مراپوشانیده است، وعطا رسانیده ودیگراین خرقه های باقی هم تمام بتصرف شما خواهند رسید،بعدازان شیخ الشیوخ

العالم روی سوی دعا گوی کرده،وگفت امشب خلوت کنید،هرچه شمارا معاینه شود،بگوئید همین که این درویش برحکم فرمان شیخ الشیوخ خلوت کردم،نیم شب گذشته بود که شیخ رادیدم نزدیک عرش ایستاده تسبیح میگوید،همین دیدم و من نیز به محل خود گرد عرش ایستادم تاشیخ مراگفت ای بهاء الدین!بیا،نزدیك رفتم،شیخ الشیوخ ازان هفتاد خرقه برم کرد و طاقیه برسرم نهادودعا گوی ازان هیبت تجلیات عظیم و عطیات جسیم بیدار شدم،ازحجره بیرون آمدم وآن طاقیه هنوز هچنان برسرمنست،که خادم بیامد و گفت که شیخ الشیوخ ترا می طلبد چون به خدمت شیخ الشیوخ رفتم،شیخ گفت:ببین سوی راستا ،دست پیداآمدومیان آن دست خرقه بود۔گفت ای بهاء الدین!بگیر این خرقه را واین دستِ مبارك محمد مصطفی ا و این خرقه پیغامبر ا ترا اعطا خاص خودکرد۔خرقۂ شبینه از حضرت حق ذوالجلال بامر لایزال وقادر برکمال ترا عطای عظیم و کرسی عمیم است و شیخ الشیوخ (خرقۂ مبارك) واز کرده برسر فقیر نهادوگفت این هرسه خرقۂ عظمت و رحمت و برکت برسر خودکن۔این خرقه ها این ترتیب به هیچ مشایخی نرسیده است،وسجاده خود که برآن مصلا هفتاد سال شیخ الشیوخ درعبادتِ حق مشغول بوده وآن خرقه به سلالل المشایخ از علی مرتضیٰ کرم الله وجهه رسیده بود۔ شیخ الشیوخ آن سجاده را (به) شیخ بهاء الدین تسلیم کرده وعطا داده۔" [۴۷]

ترجمہ: ”اے بہاء الدین! خوب آئے۔دس سال ختم ہوگئے ہیں کہ حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے تیرے بارے میں اشارہ فرمایا ہے۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لیلۃ الاسریٰ کی رات کے قریب جب مجھے معراج پر لے جایا گیا،اس

رات میں نے عرش کے نیچے قدسیوں، ملائکہ اور حاملانِ عرش کو دیکھا کہ ایک آدمی قمیض اور ٹوپی کو سر پہ رکھے رقص کر رہا ہے۔ میں نے اس کی آواز سنی کہ اس آواز سے اللہ کا ذکر سنائی دیتا ہے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام کچھ نہ بولے تاکہ مجھے حضرت ذوالجلال وقادر کمال کی طرف سے دلیل حاصل ہو۔ ندا آئی۔ اے محمد (ﷺ)! یہ قمیض اور ٹوپی میرے ایک خاص بندے کی ہے جو تیرا اُمتی ہوگا۔ آخر زمان پیدا ہوگا اور یہ اس کا لباس ہے اور اس کی روح کئی ہزار سالوں سے اس پیراہن میں ہے کہ روزِ میثاق ''الست'' کی آواز سننے سے محبتِ الٰہی میں مستغرق ہوئی اور اب تک اس کی روح اس ذکر میں غرق ہے۔ اس کا نام شیخ بہاء الدین زکریا ہے۔ مجھے یہ نشان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے عطا کیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس نے مجاہدہ، توفیق الٰہی اور بے انتہا ریاضتِ سلوک سے چراغ کا تیل اکٹھا کیا اور مہیا کیا ہے اور اس چراغ میں اسے ذوالجلال کے کرم، انبیاء کی سنت اور واجبات اور خدائے عظیم کے فرائض کے فضل کے تحت رکھا ہے اور اس چراغ کی بتی میری شفاعت اور محبت اور ظاہری و باطنی طریق کے احیاء سے متعلق ہوگی۔ اب جو روشنی پاکیزہ ہے، مرشد کے ارشاد سے شعلہ ور ہوگی تاکہ اس کی شعاعیں خداتعالیٰ کے بندوں کی دنیا، اصفیاء اور موحدان کے آسمان کے افق اور زمین کے خزانوں پر پھیلے۔ اب تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد شیخ شہاب الدین نے فرمایا کہ میں شیخ (ابوالنجیب) کی خدمت میں تھا، وہ دن کہ جس دن مجھے خرقۂ خلافت عطا ہوا، اسی دن اپنا چہرہ میری طرف کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ بیشک یہ خرقۂ رسول اکرم ﷺ ہے اور فرمایا سر اٹھا کر دیکھو۔ جب میں نے سر اوپر اٹھایا تو میں نے عرش کو دیکھا اور عرش کے پاس ستر خرقے لٹکے ہوئے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے شہاب الدین! ان ستر خرقوں میں سے ایک خرقہ ہم نے تجھے دیا کہ رسول اکرم ﷺ نے خدوندتعالیٰ کی طرف سے مجھے پہنایا ہے اور عطا ہوا ہے اور باقی تمام خرقے تمہارے تصرف میں آئیں گے۔ بعد میں شیخ الشیوخ العالم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا آج

رات خلوت رکھنا۔ جو کچھ تم دیکھو، بتانا۔ میں نے شیخ کو دیکھا کہ عرش کی جگہ کے گرد کھڑے ہیں۔ حتیٰ کہ شیخ نے مجھے فرمایا اے بہاء الدین! آؤ۔ میں قریب گیا۔ شیخ الشیوخ نے ان ستر خرقوں میں سے ایک مجھے پہنایا اور ٹوپی میرے سر پر رکھ دی۔ میں ان عظیم تجلیات اور بڑے عطیات کی ہیبت سے بیدار ہو گیا۔ میں اپنے حجرے سے باہر نکلا اور وہ ٹوپی ابھی اس طرح میرے سر پر تھی کہ خادم آیا اور بولا کہ شیخ الشیوخ تمہیں بلا رہے ہیں۔ جب میں شیخ کی خدمت میں پہنچا، شیخ نے فرمایا۔ دائیں طرف دیکھو۔ پھر ایک ہاتھ پیدا ہوا اور اس ہاتھ میں ایک خرقہ تھا۔ انہوں نے کہا اے بہاء الدین! اس خرقے کو پکڑ لو اور یہ دستِ مبارک محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہے اور یہ خرقہ رسولِ کریم ﷺ نے خاص طور پر تجھے عطا کیا ہے۔ یہ رات کو دیا جانے والا خرقہ جو خداوندِ متعال کی طرف سے تجھے ملا ہے عظیم عطیہ اور بڑا کرم ہے اور شیخ الشیوخ نے خرقہ مبارک کو کھول کر اس فقیر کے سر پر رکھا اور فرمایا: عظمت، رحمت اور برکت کے تینوں خرقے اپنے سر پر رکھ لو۔ یہ خرقے اس ترتیب کے ساتھ کسی مشائخ تک نہیں پہنچے ہیں اور وہ سجادہ کہ جس مصلا پر شیخ الشیوخ ستر سال عبادت میں مشغول رہے تھے اور وہ خرقہ جو مشائخ کے سلسلوں میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے پہنچا تھا اسے شیخ الشیوخ نے شیخ بہاء الدین کو عطا فرمایا۔" [۴۸]

خواجہ نظام الدین محمد اولیاءؒ (م ۷۲۵ھ) فرماتے ہیں کہ:

"او (شیخ الاسلام) بخدمتِ شیخ الشیوخ شهاب الدین پیوست، درخدمتِ اوهفتده روز پیش نبود درین هفتده روز شیخ شهاب الدین نعمتها بروایثار کرد۔ هفده روزآن نعمتها یافت که یارانِ دیگر سالها نیافته بودند چنانکه بعضے یاران مزاج متغیر کردند که ماچندین سال خدمت کردیم مارا چنداین نعمت نرسیدهندوستانی بیامد و در مدت اندك شیخی یافت و نعم فراوان این چیز بسمع رسید، شیخ ایشان را جواب فرمود گفت شماهیزماء ترا آورده بودید در

هیزترکی بایدکه آتش در گیر واماز کریاهیزم خشك آورده بود بیك نفخ در گرفتت۔" [۴۹]

''انہوں نے سترہ دنوں میں اپنے شیخ سے وہ نعمتیں حاصل کر لیں جو دوسرے، سالوں میں حاصل نہیں کر سکے۔ چنانچہ شیخ الشیوخ کے بعض مریدوں کو اس سے شکایت پیدا ہوئی اور وہ کہنے لگے کہ ہم نے اتنے سال خدمت کی اور ہمیں کوئی نعمت نہیں ملی۔ ایک ہندوستانی آیا اور تھوڑی سی مدت میں مرتبہ مشیخیت اور نعمتِ فراواں سے فیضیاب ہوا۔ جب یہ خبر شیخ الشیوخؒ نے سنی آپ نے انہیں جواب دیا کہ تم گیلی لکڑیاں لائے تھے اور گیلی لکڑیاں کیسے آگ پکڑ سکتی ہیں، زکریاؒ خشک لکڑیاں لایا تھا، انہوں نے ایک پھونک میں آگ پکڑ لی۔'' [۵۰]

''اسرار الاولیاء'' میں مدت قیام تین روز مرقوم ہے:

"چون برادرم مولانا بهاء الدین زکریاؒ پیوسته کارِ خودرادرعشق و محبت بکمالیت رسانیده بخدمت شیخ شهاب الدین سهروردی قدس الله سره العزیزپیوسته۔سه روزبخدمت بودچهارم روز خرقه عصا و نعلین ومصلا بدوداد وگفت بر ولایت هندوستان تراداد۔" [۵۱]

''میرے بھائی مولانا بہاء الدین زکریاؒ نے اپنا کام عشق و محبت سے تکمیل کو پہنچایا تو شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں تین روز برابر رہے۔ چوتھے روز خرقہ، عصا، مصلٰی اور نعلین دے دیں اور فرمایا کہ: جاؤ ہم نے ہندوستان کی ولایت دی۔'' [۵۲]

''خلاصۃ العارفین'' میں اس واقعہ کی مزید تفصیلات بھی ملتی ہیں، یعنی شیخ الشیوخ ؒ نے معترضین اور شیخ الاسلامؒ کو ایک ایک کبوتر دیا اور ایسی جگہ ذبح کر کے لانے کو کہا جہاں کوئی نہ ہو، سبھی کہیں نہ کہیں ذبح کر کے لے آئے مگر شیخ الاسلامؒ بغیر ذبح کیے واپس لے آئے، معترضین پھر معترض ہوئے جس پر شیخ الشیوخؒ نے ذبح نہ کر کے لانے کی وجہ دریافت کی تو شیخ الاسلام ؒ نے عرض کی کہ:

"شیخ بزبانِ خود فرموده بودند که آنجا ذبح کنید که کسی نبینند،فقیر هر محلی که رفت هیچ جای از خدا پنهان

ندیدهمه جا حاضروناظر بود،چه کنم هچنان زنده آوردم وعمل برسر سخن مبارك حضرت كردم۔" [۵۳]

"آپ نے خوداپنی زبان سے فرمایا تھا کہ وہاں ذبح کرنا جہاں کوئی نہ دیکھے۔میں جہاں بھی گیا میں نے کوئی جگہ خدا سے پوشیدہ نہ دیکھی وہ خدا ہر جگہ حاضروناظر تھا۔کیا کروں اسی طرح زندہ لے آیا ہوں۔میں نے آپ کے حکم مبارک پر عمل کیا۔" [۵۴]

اسی ضمن میں ایک اورروایت بھی "خلاصۃ العارفین" میں ملتی ہے۔

اجازت نامہ:

۶۲۶ھ میں حج کے موقع پر شیخ الاسلامؒ اور شیخ الشیوخؒ کے درمیان آخری ملاقات ہوئی،۲۱ ذی الحجہ کو شیخ الشیوخؒ نے شیخ الاسلامؒ کواجازت نامہ عطا کیا۔اجازت نامہ کے مندرجات سے بھی شیخ الاسلامؒ کے عرفانی مقام کے تعین میں مدد ملتی ہے۔

"لقد استبشرت بما منح الله للشيخ الاجل العالم العارف بهاء الدين زين الاسلام وجمال الفرق زكريا بن محمدزاده الله تعالیٰ من فضله وبلغنيى ما انتشرفی الناس فی نواحه وطنه من بركة وصحبة والله تعالى منحه الحظ الكبير بالصحبة اليسيرة لما كان عنده' من حسن الاستعداد فنعه الله تعالیٰ بالصحبة ونفع به وقدسالت الله تعالى له مزيد الاجتهاد والحظ بهذا العلم النافع المعين على سلوك طريقة الاستقامة فاذنت له ان يلبس الخرقة ويتوب لمن اراد واجزت له ان يروى عنيى جميع مسموعاتيى و مجازاتيى وروایة مجموعاتيى ومن ذلك الكتاب المترجم بعوراف المعارف وناولته فيروبى الشيخ بهاء الدين هذاالكتاب بعد ان يطالعه ونسال الله حسن الفهم الوقوف والله الموفق المعين للصواب وصلى الله علیٰ خير خلقه محمدواله اجمعين و ذلك ليلة الحادى والعشرين من ذى الحجة سنة ستة وعشرين

وستمائة بمكة حرسها الله تعالى فى الحرم الشريف زاده الله تعالى شرفا وعزّا ثم باذنيى و كتب عمربن محمد السهروردى.“ [۵۵]

مرتبۂ غوثیت:

”مراۃ الاسرار“ میں مرقوم ہے کہ:

”آپ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اپنے شیخ کے بعد مرتبۂ غوث پر فائز ہوئے۔“ [۵٦]

”ذکر الاصفیاء معروف بہ تکملہ سیر الاولیاء در منقبتِ شمس الہدیٰ“ میں ہے:

”غوث الملك غياث العالمين ملقب به شيخ الشيوخ حضرت بهاء الحق والدين ذكريا ملتانى قدس الله سره۔“ [۵۷]

”تاریخ مخزنِ پنجاب“ میں ہے کہ:

”اپنے وقت کے قطب اور غوث تھے۔“ [۵۸]

”شیخ الاسلام“ کا لقب:

”سیر الاولیاء“ میں ہے کہ:

”شيخ الشيوخ العالم فريدالحق والدين قدس سره العزيز مے خواست كه كاغذے بجانب شيخ الاسلام بهاء الدين زكريا رحمة الله عليه بنويسد كاغذوقلم بردست مبارك گذرانيده خطابے كه خدمت ايشانرا درلوحِ محفوظ بنشته اندآن بنويسم درينحال سر مبارك خودبالا كرد جانب آسمان ديد نظر درلوح محفوظ كرد ديد كه نوشته اند شيخ الاسلام بهاء الدين زكريا بعدهمين خطاب مكرم درآن كاغذ كتابت فرمود۔“ [۵۹]

”شیخ الشیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی جانب خط لکھنا چاہتے تھے۔ کاغذ قلم ہاتھ میں لیا اور متامل

ہوئے کہ شیخ الاسلام بہاء الدین کو کون سے القاب کے ساتھ خط لکھنا چاہیے، اسی اثناء میں آپ کے قلبِ مبارک میں گزرا کہ شیخ الاسلامؒ کا جو خطاب ولقب لوحِ محفوظ میں لکھا ہے وہی میں بھی اپنے خط کے عنوان میں درج کروں۔ چنانچہ آپ نے سر مبارک اوپر کی طرف اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا، جب لوحِ محفوظ پر نظر پڑی تو لکھا دیکھا: ''شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا۔'' پس آپ نے اسی مکرم ومعزز خطاب سے خط لکھنا شروع کیا۔'' [٦٠]

''سفید باز'':

''سیر الاولیاء'' میں ہے کہ:

"شیخ بہاء الدین زکریا را درمیان سالکان وخداطلبان بازِ سپید گفتندے اعنے ہر که خودرا بجناح اوبندد بخدا رسد۔" [٦١]

''شیخ بہاء الدین زکریاؒ کو سالکوں اور خداطلبوں میں ''سفید باز'' کہا جاتا، یعنی یہی ایک شخص ہیں کہ جو لوگ خود کو ان کے پروں میں باندھ دیتے ہیں تو وہ انہیں خدا تک پہنچا دیتے ہیں۔'' [٦٢]

تبلیغی کاوشیں:

فرشتہ نے آپ کے عہد کو ''خیر الاعصار'' کہا ہے۔ [٦٣] نیز آپ کے بارے لکھا کہ:

"زبدۃ الاتقیاء وخلاصۃ الاولیاء شیخ بہاء الدین زکریا قدس اللہ سرہٗ العزیز از مشائخ کبار ست وهنداز غبارِ آستانِ اوسرَ رفعت بر آسمان دارد۔" [٦٤]

جب کہ ''سلسلۃ الاولیاء'' میں مرقوم ہے کہ:

"کان رئیس الاولیاء ببلاد الهند، وکان عالما بعلوم الظاهر، صاحب الاحوال والمقامات من المکاشفات والمشاهدات۔ مرشد اینشعب من کثیر الاولیاء، ورجع خلق کثیر من الکفر الی الایمان و من معصیة الی الطاعات ببرکته و

حق صحبة، ولـه شـأن كبير بين الاولياء خصوصاً ببلاد الهند۔‘‘ [۶۵]

’’وہ ہندوستان میں رئیس الاولیاء تھے، علومِ ظاہری کے عالم اور مکاشفات و مشاہدات کے مقامات واحوال میں کامل تھے، ان سے اکثر اولیاء اللہ کے سلسلے منشعب ہوئے، لوگوں کو رشد وہدایت فرمائی اور ان کو کفر سے ایمان کی طرف، معصیت سے اطاعت کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف لائے اور ان کی اولیاء کے درمیان بڑی شان تھی خصوصاً ہندوستان میں۔‘‘

’’سفینۃ الاولیاء‘‘ میں ہے کہ:

"بـه رخـصت شيخ الشيوخ بملتان آمده متوطن شده بارشاد طـالبـان مشغول شدند و خلق بسياری از بركتِ قدوم ايشان بهدايـت رسـيـدنـد واهـل آن ديـار تمام مريد و معتقد ايشان شدند۔" [۶۶]

’’آپ شیخ الشیوخ کی اجازت سے ملتان میں آکر متوطن ہوگئے اور طالبانِ حق کی تعلیم میں مشغول ہوگئے اور آپ کی برکت سے بہت سی خلقت ہدایت یافتہ ہوگئی اور اس دیار کے رہنے والے سب آپ کے مرید ومعتقد بنے اور اب تک مرید ہیں۔‘‘ [۶۷]

احوال وکیفیات:

خواجگانِ چشت کے ملفوظات میں شیخ الاسلامؒ کے کچھ ارشادات وواقعات ملتے ہیں جن سے ان کے احوال اور صوفیانہ رجحانات کا اندازہ ہوتا ہے۔ شیخ فریدالدین سے مروی ہے کہ:

"بـرادرم مـولانـا بهـاء الـديـن زكـريـا درعـالم عشق وشوق مستغرق بـود هـربـار اورا حـالتی و حيرتی دربـاب عشق پيدامـی چشم پـرآب ميكـردوميگريست واين بيت برزبانِ مبـارك مـی رانـد وبيهوش مـی شد چنانچه هفت روز وشب دريـن بيت فروشده بودكه خبراز عالمِ جهان نداشت دوبيت

این بود که میگفت :

با دردبساز چون دوائی تو منم در کس منگر--- چو آشنائی تو منم

گر بر سرکوی عشق کشته شوی شکرانه بده که خون بهای تو منم

[۶۸]

"برادرم مولانا بہاء الدین زکریا عالمِ عشق وشوق میں ایسے مستغرق تھے کہ ہر بار انہیں ایک حالت وحیرت پیدا ہوتی تھی، آنکھوں میں آنسو بھرتے تھے اور روتے تھے اور یہ دو بیت زبانِ مبارک سے فرماتے تھے اور بے ہوش جاتے تھے چنانچہ سات رات دن انہیں دو بیتوں میں ایسے غرق رہے کہ پھر کسی سے خبر نہ رکھی وہ دو بیتیں یہ تھیں جو فرمارہے تھے، (عاشقی کی بنیاد مشاہدہ پر ہے۔ان نظروں کی ضرورت ہے جو یہ کام سرانجام دے سکیں۔ مصیبت کے جال میں پرندے بکثرت پھنستے ہیں بلکہ پروانہ آگ میں نور کی چاہ ہی میں آتا ہے)۔" [۶۹]

فوائد الفواد میں ہے کہ:

"یکی بخدمت او (شیخ الاسلام) آمد وسلام بکی عرضداشت شیخ بهاء الدین پرسید که کدام کس است آن آینده تعریف کرد شیخ بجانبا دردان آینده نشانیها بسیارگفتن گرفت شیخ بهاء الدین گفت چنین گفتن چه حاجت است او مراوقتی دیده است، آن مردگفت آری اوبندئه شماست شیخ گفت تمام است۔" [۷۰]

"ایک شخص ان کی خدمت میں آیا اور کسی دوسرے آدمی کی طرف سے آپ کو سلام پہنچایا، شیخ نے پوچھا: وہ کون ہے؟، آنے والے نے اس کا تعارف کرایا۔ شیخ اس کا تعین نہ کر سکے۔ آنے والے نے اس کی بہت سی نشانیاں بیان کیں۔ شیخ نے فرمایا کہ: اتنا کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے کیا اس نے مجھے کبھی دیکھا ہے؟ اس شخص نے کہا: ہاں دیکھا ہے۔ وہ تو آپ کا غلام اور مرید ہے، شیخ کہنے لگے تو پھر ٹھیک ہے۔" [۷۱]

فوائد الفواد میں ہی ہے کہ:

"وقتے شیخ بهاء الدین ذکریا رحمة الله علیه درون خانۂ خود بردرے ایستاده بود دست بریك طبق درنهاده، دست دیگر برطبقِ دیگر وهربار این دومصراع بر زبان مبارك میراند:

کردی صنما بر سرما باردگر ماهیچ نکردیم...خدا می داند[۷۲]

ترجمہ: "ایک دفعہ شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکان کے اندر دروازے پر کھڑے تھے۔ان کا ایک ہاتھ دروازے کے ایک پٹ پہ تھا اور دوسرا ہاتھ دوسرے پٹ پر اوران کی زبانِ مبارک بار بار یہ شعر دوہرا رہی تھی۔(اے محبوب! تم نے ہمارے سر پر ایک اور بوجھ ڈال دیا۔خدا جانتا ہے کہ ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا)۔ [۷۳]

خواجہ نظام الدینؒ فرماتے ہیں کہ:

"ملتان سے ایک بزرگ ہمارے پاس آیا۔اس نے بات کی کہ ایک روز حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا قدس اللہ سرہٗ العزیز غلباتِ شوق میں تھے اور ہر بار سجدہ میں سر رکھتے تھے اور یہ بات کہتے تھے کہ:"عشق آیا اور جو کچھ دنایت ہمارے دل میں تھی اٹھا دی اور ہم پر اثر دنایت کا نہ چھوڑا۔" چنانچہ میں نے شمار کیا کہ سو بار سجدہ میں گئے اور یہ بات کہتے جاتے تھے۔"[۷۴]

خواجہ نظام الدینؒ سے ہی مروی ہے کہ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا:

"اصل محبت وہ ہے کہ جب صبح کو اٹھے تو رات سے (متعلق) اس کو یاد نہ رہے اور جب رات آئے تو صبح سے (متعلق) اس کو یاد نہ رہے۔"[۷۵]

سماع :

اگرچہ سلسلہ سہروردیہ میں بالعموم سماع رائج نہیں لیکن اس کے باوجود سہروردی مشائخ میں بھی سماع کا ذوق رہا ہے۔شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردیؒ کی تالیف "آداب المریدین" اور شیخ الشیوخؒ کی معروف تصنیف "عوارف المعارف" میں سماع، جوازِ سماع اور آدابِ سماع پہ مستقل ابواب موجود ہیں۔[۷۶] علاوہ ازیں شیخ الشیوخ کے سجادہ نشین اور صاحبزادے شیخ عماد الدین محمد بن عمر

سہروردیؒ (م ۶۵۵ھ) کی تصنیف ''زادالمسافر وادب الحاظر'' میں بھی ایک مستقل باب سماع پر موجود ہے۔[۷۷] برِصغیر میں شیخ الشیوخؒ کے خلفاء کرام میں قاضی حمید الدین ناگوریؒ، شیخ ترکمانؒ، شیخ جاجرمیؒ، مولانا کرمانیؒ، ضیاء الدین رومیؒ وغیرہ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کی محافل سماع میں باقاعدہ شریک ہوتے تھے۔ ''بحرالمعانی'' میں سید نورالدین مبارک غزنویؒ کے سماعتِ سماع کے بارے ایک روایت ملتی ہے جس کے مطابق مبارک غزنوی کو حضور سرور کائنات ﷺ نے روحانی طور پر سماع میں شریک ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی:۔

"چون قطبِ عالم شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس الله سرهٗ العزیز ازاجمیر باجازت شیخ کبار معین الحق حسن سجزی قدس الله سرهٗ العزیز در دهلی آمدند و ساکن شدند وآن روزسیدمبارك غزنوی قدس الله سرهٗ العزیز مقتدادرشهرِ دهلی ایشان بودند روز جمعه درمسجد دهلی کهنه بعدازنماز هردوبزرگوار ملاقات کردند قطبِ عالم بخدمتِ سیدمبارك گفتند که :اے مخدوم زادئه کونین! میخواهم درین شهر سماع بشنوم شما حاضر شوند خدمت سیدفرمودند: تاآنکه مرااجازت حضرت رسالت علیه السلام نشودحاضرنشوم حضرت قطبِ عالم فرمودندکه امشب شمارااجازت خواهدشد۔ قضاء هم درآن شب حضرت رسالت پناه علیه السلام خدمت سیدمبارك رادرخواب فرمودکه :اے فرزند!قطب عالم ما سماع خواهدشنید توای فرزند بایدکه حاضرشوی خدمت ،سیدمبارك روز شنبه حاضرشدند واول سماع در دادند۔"[۷۸]

''جب قطبِ عالم قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہٗ العزیز، شیخ کبار معین الحق حسن سجزی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی اجازت سے اجمیر سے دہلی تشریف لائے تو اس دن جمعہ کے روز سید مبارک غزنوی قدس اللہ سرہٗ العزیز جو دہلی کے اکابر میں سے تھے، دہلی کی مسجد کہنہ میں دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی، قطبِ

عالم نے سید مبارک سے گزارش کہ اے مخدوم زادۂ کونین! میں چاہتا ہوں کہ اس شہر میں سماع سنوں جس میں آپ بھی حاضر ہوں۔ انہوں نے جواب دیا: جب تک مجھے حضرت رسالت پناہ علیہ السلام سے اجازت نہ ہوگی حاضر نہیں ہو پاؤں گا۔ حضرت قطب عالم نے فرمایا: آج رات آپ کو اجازت مل جائے گی۔ چنانچہ یونہی ہوا کہ اسی شب حضرت رسالت پناہ علیہ السلام خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: اے فرزند! قطب الدین سماع سنیں گے، تم بھی ان کی مجلس میں شامل ہو جانا۔ سید مبارک ہفتہ کے روز (قطب صاحب کی) محفل میں حاضر ہوئے اور پہلی بار مجلسِ سماع منعقد ہوئی۔"

"فوائد الفواد" میں شیخ الاسلامؒ کے بارے دو روایات ملتی ہیں جن کے مطابق آپ نے ایک بار عبداللہ رومی قوال اور دوسری بار ابوبکر خراط قوال سے سماع سنا۔[۷۹]

خادمانِ درگاہ کے احوال :

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ راوی ہیں کہ جب وہ بارہ سال کے تھے اور ادب ولغت پڑھتے تھے اس زمانے میں ابوبکر خراط قوال ملتان سے ان کے استاد کے پاس آیا اور شیخ الاسلامؒ کے اوصاف ومناقب بیان کیے۔ ان مناقب میں ایک حوالہ ایسا بھی ملتا ہے جس سے آپ کی خانقاہ کے خادمین کے احوال پہ روشنی پڑتی ہے۔ لکھا ہے کہ:

"آنجا ذکر چنین باشد وتعبد چنین واوراد چنین کنیزکان که ارد آسن میکنند ذکری گویند۔" [۸۰]

"ان کے ہاں یوں ذکر ہوتا، اس طرح عبادت کی جاتی ہے، اوراد ووظایف یوں پڑھے جاتے ہیں، وہ لونڈیاں جو آٹا پیستی ہیں وہ بھی ذکر کرتی ہیں۔" [۸۱]

اتباعِ سنت:

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ) نے شیخ الشیوخؒ کے بارے فرمایا تھا:

"نور متابعة النبی فی جبین السهروردی"۔[۸۲]

اتباعِ نبوت کا خصوصی اہتمام جو شیخ الشیوخ کا امتیازی وصف تھا اس روایت کو شیخ الاسلام نے نہایت شد ومد سے نبھایا۔ اس سلسلہ میں کئی واقعات ان کے سوانحی آثار میں ملتے ہیں جس پر الگ ایک

مستقل مقالہ لکھا جاسکتا ہے۔سید اطہر عباس رضوی (م ۱۹۹۴ء) نے لکھا ہے کہ:

''Sheikh Baha'u'Din Zakariyya did not encourage his disciples to perform Sajda. They greeted him with: as-salam alaikum (peace be with you). He also expected his disciples to finish their obligatory religious duties first and to greet him afterwards. But in Chishti Khanqah, the situation was different.''[۸۳]

استغنا:

ملا جمالی نے لکھا ہے کہ:

''(شیخ الاسلامؒ) ایک روز اپنی خانقاہ میں بیٹھے تھے، خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اور وہ صندوق لے آؤ کہ جس میں پانچ ہزار سرخ (دینار) ہیں۔خادم خزانے کی طرف گیا۔خزانے کا سامان ادھرادھر کیا،اس صندوق کا کوئی نام ونشان نہیں دیکھا۔جب وہ صندوق نہیں ملا تو حضرت شیخ کی خدمت میں آیا اور حال بیان کیا کہ وہ صندوق تو موجود نہیں ہے۔حضرت شیخ نے کچھ دیر تأمل کیا۔آنکھیں کھولیں اور فرمایا: ''الحمدللہ''۔کہتے ہیں کہ کچھ دنوں کے بعد خادم نے حضرت شیخ الاسلامؒ کو اطلاع دی کہ فلاں صندوق جو اس روز نہیں ملا تھا اب کچھ سامان کے نیچے مل گیا ہے۔حضرت شیخ نے اس طرح کچھ دیر غور فرمایا اور زبانِ مبارک سے ''الحمدللہ'' کہا، خادمِ مذکور کو صندوق لینے کے لیے بھیجا اور حاضرینِ مجلس سے لطیف انداز میں فرمایا کہ دونوں حالتوں میں الحمدللہ کہنا اس وجہ سے تھا کہ اہل اللہ کے سامنے دنیا کا وجود وعدم برابر ہے۔اس کے جانے کا کوئی غم نہیں اور نہ اس کے آنے کی کوئی خوشی۔اس کے بعد وہ پانچ ہزار دینار مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیئے اور اس پر اپنی توجہ نہیں کی۔''[۸۴]

اسی سلسلے میں جمالی نے ایک اور واقعہ لکھا ہے:

''(ایک دفعہ) والیِ ملتان کو غلہ کی ضرورت ہوئی۔اس زمانے میں غلہ بہت

گراں تھا اور بڑی قیمت میں ملتا تھا۔اس نے حضرت شیخ سے غلہ کی درخواست کی۔حضرت نے ایک انبار اس کو عطا فرما دیا۔جب والی مذکور نے غلے کا انبار اٹھوانا شروع کیا تو اس انبار سے چاندی کے تنکوں سے بھرے ہوئے سات کوزے نکلے۔والی ملتان نے شیخ الاسلام کو اطلاع دی کہ حضرت شیخ نے ہم غلہ مرحمت فرمایا تھا نہ کہ رقم سے بھرے ہوئے کوزے۔حضرت شیخ نے فرمایا کہ مجھ کو ان چاندی کے سکوں سے بھرے ہوئے کوزوں کا حال معلوم تھا۔میں نے یہ بھی تم کو غلہ کے ساتھ دے دیئے۔سبحان اللہ! کیسے عالی ہمت تھے کہ دنیا کی طرف مطلق نظر نہ تھی۔جس کسی کو جو کچھ انعام میں دیتے پورا دیتے تھے۔'' [۸۵]

سخاوت:

جمالی نے لکھا ہے کہ:

''خواجہ کمال الدین مسعود شروانی حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ کے متوسل مرید اور مخلص تھے (اور بہت مشہور تاجروں میں سے تھے، جواہرات کی تجارت کیا کرتے تھے۔جس زمانے میں وہ جزیرہ جزولی سے عدن کے لیے جہاز پر سوار ہوئے) ان کی تھیلی میں کچھ قیمتی جواہرات تھے۔جب وہ عدن کے نصف راستے پر تھے کہ اچانک سمندر میں مخالف ہوا پیدا ہوئی اور جہاز ٹوٹ گیا۔لوگ موت کے تہلکے میں پڑ گئے اور قریب تھا کہ وہ جہاز غرق ہو جائے۔اس مقام پر خواجہ کمال الدین مسعود نے نہایت عاجزی سے حضرت شیخ الاسلامؒ کی طرف توجہ کی اور مدد کے لیے زبان کھولی کہ: اے پیر دستگیر! تشریف لایئے۔اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس عجز و نیاز کے وقت خواجہ مذکور نے حضرت سلطان المشائخؒ کو جہاز میں موجود پایا۔جہاز کے تمام مسافروں نے ان کی روحانی مدد کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔سلطان المشائخؒ نے ان سب کو شاداں و فرحاں کیا اور چشمِ زدن میں نظروں سے غائب ہو گئے۔ہوا نے سمندروں کی طرف سے اپنا رخ پھیر لیا اور جہاز کو سکون ہو گیا۔سب صحیح و سلامت عدن پہنچ گئے۔تمام بڑے بڑے تاجروں نے اپنا ایک تہائی مال خواجہ کمال الدین شروانی کے پاس شکرانے کے طور پر پیش کیا

اور بڑی عاجزی سے یہ عرض کیا کہ اس کو جس طرح تم مناسب سمجھو حضرت شیخؒ کے آستانے پر پہنچادو۔ خواجہ مذکور نے وہ مال لیا اور ان جواہرات میں سے جو ان کی تھیلی میں تھے، نصف جواہرات شکرانے کی نیت سے علیحدہ کیے۔ کچھ عرصہ کے بعد خواجہ فخر الدین گیلانی کی معرفت کہ جو خواجہ کمال الدین مسعود شروانی کے جواہر دار تھے (وہ سارا مال) حضرت شیخؒ کی خدمت میں بھیج دیا۔ ان فخر الدین گیلانی نے حضرت کو سوائے اس جہاز کے جب کہ شیخ شکستہ نواز (بہاء الدین زکریا ملتانی) مثالی صورت میں ظاہر ہوئے تھے اور کہیں نہیں دیکھا تھا۔ جب وہ ان کی خدمت میں پہنچے تو حضرت کو اسی صورت اور لباس سے پہچان لیا، ان کی عقیدت و محبت ہزار گنا ہوگئی اور وہ نذرانہ جو خواجہ کمال الدین اور تمام تاجروں کی طرف سے لائے تھے، حضرت شیخ الاسلامؒ کے حضور میں پیش کیا۔ حضرت نے وہ سارا مال و نقد قبول کیا اور نظرِ کرم فرمائی۔ کہتے ہیں کہ تقریباً سات لاکھ تنکے کا وہ سارا سامان و اسباب تھا، حضرت شیخؒ نے دن بھر میں وہ تمام جواہرات اور نقدی مخلوقِ خدا میں تقسیم کردی۔ خواجہ فخر الدین نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو حیران رہ گئے۔ جو کچھ مال و متاع ان کے پاس تھا، انہوں نے وہ بھی حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کردیا۔ تمام مال و اسباب سے جو ملکیت میں تھا، چند دن میں دستبردار ہوگئے اور دنیا ترک کردی۔ فخر الدین کا سامان اس نذرانے سے دو چند تھا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے چند دن میں وہ سارا سامان بھی تقسیم کردیا، خواجہ مذکور مرید ہوگئے، خرقۂ خلافت عطا کیا اور واصلانِ حق میں سے ہوئے۔" [۸۶]

احوالِ خلفاء و مریدین:

شیخ الاسلامؒ کے عرفانی مقام کے تعین کے لیے ان کے ان خلفاء و مریدین کہ جن کے احوال و خدمات تاریخ کے اوراق میں محفوظ رہ گئے، کا تجزیاتی مطالعہ بھی نہایت ضروری ہے، تاکہ یہ معلوم ہو کہ شیخ الاسلامؒ نے کس طرح کے باکمال لوگ پیدا کیے۔ یہاں شیخ الاسلام کے نسبتاً کم معروف خلفاء و مریدین کے احوال کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:

شیخ حسن افغانؒ (م ۶۸۹ھ) شیخ الاسلامؒ کے نہایت مقبول ترین خلیفہ تھے۔ اس کا اندازہ شیخ

الاسلامؒ کے ایک ارشاد سے بھی ہوتا کہ بقول خواجہ نظام الدین اولیاءؒ:

"مردے بود ازمریدانِ شیخ الاسلام بهاء الدین زکریا رحمة الله علیه اورا حسن افغان گفتندی، صاحبِ ولایت بودودر غایتِ بزرگی چنانکه شیخ بهاء الدین می فرمودی که اگرفردا مرگویند بدرگاه چه آوردئه من گویم حسن افغان را آورده ام ۔" [۸۷]

"شیخ الاسلام بہاءالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک صاحب تھے جنہیں حسن افغانی کہتے تھے۔وہ صاحب ولایت اور پہنچے ہوئے بزرگ تھے۔چنانچہ شیخ بہاءالدین زکریاؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کے دن اللہ مجھ سے سوال کرے گا کہ تم ہماری بارگاہ میں کیا لے کر آئے ہو تو میرا جواب ہوگا کہ میں حسن افغانی کو لایا ہوں۔" [۸۸]

"فوائد الفواد" میں ان کے بارے میں چند واقعات ملتے ہیں، ایک واقعہ یہاں پیشِ خدمت ہے:

"تاوقتے درموضع مسجدے بنائے کردند، خواجه حسن آنجا برسیداهلِ عمارت راگفت که محرابِ هم چنین براست کنیدکه قبله این طرف است، این سخن گفت و جانبی اشارت دانشمندی آنجا حاضر بودنزاع آورد گفت که سمتِ قبله طرفِ دیگراست۔الغرض درمیانِ ایشان سخن بسیار شد۔خواجه حسن دانشمند را گفت روے جانبِ آن جهت کن که من میگویم می بینم و نیکو به بین دانشمندروی بدانجهت کردکعبه را معاینه بدیدبدان سمتی که خواجه حسن می گفت۔" [۸۹]

"ایک دفعہ لوگوں نے ایک جگہ مسجد بنائی۔خواجہ حسنؒ افغانی وہاں پہنچے، انہوں نے عمارت بنانے والوں سے کہا کہ محراب کا رخ یوں ہو، قبلہ اس طرف ہے۔یہ کہہ کر انہوں نے ایک طرف اشارہ کیا۔ایک دانشمند (عالم) وہاں موجود تھا۔اس نے بحث شروع کردی اور کہا کہ انہیں سمتِ کعبہ دوسری طرف

ہے۔الغرض ان کے مابین بہت سی باتیں ہوئیں، آخر خواجہ حسن افغانی نے اس دانشمند سے کہا کہ جس سمت کو میں کہہ رہا ہوں، تم منہ ادھر کرو اور اچھی طرح دیکھو۔ دانشمند نے منہ اس طرف کیا اور کعبہ کو اسی سمت میں روبرو پایا، جس سمت خواجہ حسن نے کہا تھا۔" [۹۰]

آپ کے مریدین میں ایک شیخ زندہ سجستانیؒ تھے۔ یہ لاہور میں قیام پذیر تھے۔ ان کا ایک واقعہ جمالی نے نقل کیا ہے، لکھا ہے کہ:

انہوں نے عید کے دن نماز کے بعد آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا کہ:

"اے خدا! عید کا دن ہے ہر بندہ اپنے آقا کے سامنے ہاتھ بڑھاتا ہے اور عیدی چاہتا ہے، مجھ کو تو اپنے خزانے سے عیدی عنایت فرما۔"

جب یہ بات ختم ہوئی تو اسی وقت دیکھا کہ ایک ریشمی کپڑا جو خطِ سبز میں تحریر تھا، اترا اور ان کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس میں تحریر تھا: "ہم نے دوزخ کی آگ تجھ پر حرام کی اور تجھ کو تکلیف اور گرمی سے نجات دی۔"

جب حاضرین نے یہ حال دیکھا تو سب نے بطورِ تبرک ان کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا اور اسی دوران میں ان کے مخلصین میں سے ایک شخص (جو ان کا معتقد تھا) ان کی جانب متوجہ ہوا اور عرض کیا کہ:

"اے شیخ! تم نے خدا کی بارگاہ سے عیدی پائی، اب تم مجھے عیدی دو۔"

جب حضرت شیخ زندہؒ نے یہ بات سنی تو فوراً وہ ریشمی ٹکڑا اپنی بغل سے نکالا اور اس کو دے دیا اور کہا:

"یہ تیری عیدی ہے، کل میں جانوں اور دوزخ۔"

سبحان اللہ! حضرت کے مریدوں کا یہ حال و کمال تھا، اس سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ حضرت کا کیا مرتبہ ہوگا۔ [۹۱]

مولانا قطب الدین کاشانیؒ، شیخ الاسلامؒ کے معاصر عالم تھے، جب وہ ملتان پہنچے تو حاکمِ ملتان ناصر الدین قباچہ (م ۶۲۵ھ) نے ان کے لیے ایک مدرسہ بنوا دیا، شیخ الاسلامؒ فجر کی نماز ہمیشہ ان کے پیچھے ادا فرماتے۔ ایک دن آپ جب مسجد پہنچے تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور ایک رکعت ادا ہو چکی تھی۔ شیخ الاسلامؒ دوسری رکعت میں شریکِ جماعت ہوئے۔ جب مولانا کاشانی تشہد میں بیٹھے تو قبل

اس کے وہ سلام پھریں شیخ الاسلامؒ اٹھ کھڑے ہوئے اور نماز تمام کی۔ مولانا کاشانی نے آپ سے استفسار کیا کہ آپ سلام پھیرنے سے پہلے ہی کیوں اٹھے؟ ممکن ہے امام سے نماز میں سہو ہو گیا ہو اور وہ سجدۂ سہو کرنا چاہتا ہو، جب آپ امام کے سلام پھیرنے سے قبل ہی دوسری رکعت سے کھڑے ہو جائیں گے تو اس صورت میں آپ سجدۂ سہو کرنے سے رہ جائیں گے۔ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا:

"اگر کسے را بہ نورِ باطن معلوم شدکہ امام راھیچ سھوی نیقادہ باشد روا باشد کہ برخیزد۔" [۹۲]

مولانا کاشانی نے جواباً کہا:

"ھر نوری کہ موافقِ احکامِ شرع نیست آن ظلمت است۔" [۹۳]

اس واقعہ کے بعد شیخ الاسلامؒ ان کے ہاں نماز پڑھنے نہیں گئے۔ اس واقعہ کے بعد ایک دن کسی نے مولانا کاشانی سے درویشوں سے اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ دریافت کی، مولانا کاشانی نے جواب دیا:

"آن درویشان راکہ من دیدہ ام دیگران را ھم چنان نمی یابم۔" [۹۴]

اس کے بعد جس درویش کے وہ معتقد تھے، ان سے اعتقاد کی تفصیل بیان کی، بقول جمالی:

"ایک مرتبہ میں کاشغر میں تھا، میرے پاس ایک قلم تراش تھا، اس کا پچھلا حصہ ٹوٹ گیا، میں اس کو بازار میں لے گیا اور چاقو بنانے والوں کو دکھایا اور ان سے کہا کہ اس قلم تراش کو جیسا تھا ویسا کر دیجیے۔ انہوں نے جواب دیا، جیسا تھا ویسا ہرگز نہیں ہو سکتا، کچھ خامی رہ جائے گی۔ میں نے کہا ویسا ہی ہونا چاہیے جیسا پہلے تھا۔ ان میں سے ایک نے مجھے پتہ دیا کہ آگے فلاں دکان پر جاؤ وہاں ایک بوڑھا چاقو بنانے والا ہے جو صالح ہے اور پاکیزگی میں مشہور ہے، اس کے پاس اپنا قلم تراش لے جاؤ اور دکھاؤ، شاید درست ہو جائے۔ میں اس دکان پہ پہنچا، میں نے (وہاں) ایک نورانی شکل بوڑھے کو دیکھا، میں نے اپنے چاقو کا قصہ اس پیرِ دلپذیر سے بیان کیا۔

پیرِ مذکور نے میری طرف دیکھا، چاقو طلب کیا اور کہا کہ کچھ دیر کے لیے آنکھیں بند کر لو۔ میں نے اس کے کہنے کے مطابق آنکھیں بند کر لیں اور گوشۂ چشم سے دیکھا کہ وہ دستے اور چاقو کو اپنے لبوں کے نزدیک لے گیا اور آہستہ سے دعا پڑھ کر اس پر دم کر دیا اور چاقو میرے ہاتھ میں دے دیا، میں نے دیکھا کہ وہ چاقو

پہلے سے بہتر ہو گیا۔ میں اس کے پیروں میں گر پڑا اور کچھ نقد پیش کیا، اس نے قبول نہیں کیا۔ جب میں نے خوشامد کی کہ ضرور قبول کر لیجیے تو جواب دیا کہ تیرا چاقو درست ہو گیا ہے، اس سے زیادہ پریشان نہ کر۔

جب مولانا قطب الدینؒ نے یہ حکایت ختم کی تو جس عزیز نے ان سے یہ کہا تھا کہ تم درویشوں پر اعتقاد نہیں رکھتے ہو، انہوں نے کہا کہ مولانا! ان بوڑھے چاقو بنانے والے کا نام نجم الدین یوسفؒ ہے اور وہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے مرید ہیں۔ جب مولانا قطب الدین کاشانیؒ نے یہ بات سنی تو متعجب ہوئے اور اس گفتگو سے جو حضرت شیخ الاسلامؒ سے نماز ادا کرتے وقت ہوئی تھی، پشیمان اور شرمندہ ہوئے۔" [۹۵]

شیخ الاسلامؒ کے معروف خلفاء کرام مثلاً شیخ صدرالدین عارفؒ (م ۶۸۴ھ)، سید جلال الدین سرخ بخاریؒ (م ۶۹۰ھ)، شیخ فخرالدین عراقیؒ (م ۶۸۸ھ)، سید عثمان مرندی معروف بہ لال شہباز قلندرؒ (م ۶۷۳ھ) وغیرہم کے نام ہی آپ کے مقام کی وضاحت کے لیے کافی ہیں۔

وصال:

آپ کے وصال کا واقعہ بھی اپنے اندر غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے اور آپ کے عرفانی مقام کی نشاندہی کرتا ہے، روایت ہے کہ:

"ازان وقت که برادرم شیخ بهاء الدین زکریا نقل خواهد کرد پسرِ بزرگوار ایشان صدرالدین پیش در استاده بود مردی بیامد مکتوب بر دستِ اودادو گفت :این مکتوب بازنکنی فرمان ست که بدست شیخ صدرالدین بده تا او بر دستِ شیخ بهاء الدین زکریا رساند تا تا او بخواند ،شیخ صدرالدین به عنوانِ نام بخواند، های های بگریست و گفت دانم که طلبِ دوست نیامد مگر ملك الموت که بدین صورت آمده. گفت آری گفت شما چرانمی روید فرمود مرا فرمان ست که بردست شما بدهم خدمتِ شیخ شما را بدهید که شیخ

صدرالدین نامه بیاورد شیخ بهاء الدین مشغول بود۔ چون فارغ شد ،روی برزمین آورد،این مکتوب بردست شیخ داد۔چون شیخ این مکتوب رابستدباز کردوبشرفِ مطالعه مشرف گشت فرمود :شویدآنگاه سربسجده نهاد و جان بداداوز درون نعره برآمد که شیخ بهاء الدین بدوست پیوست۔" [۹۶]

"جب میرے بھائی شیخ بہاء الدین زکریاؒ کا آخری وقت آ پہنچا،ان کے صاحبزادے (شیخ) صدرالدین دروازے کے باہر کھڑے ہوئے تھے کہ ایک آدمی آیااور ایک خط ان کے ہاتھ میں دیااور کہا: مجھے یہ حکم کہ اس کومت کھولنا، شیخ صدرالدین کے ہاتھ میں دینا،وہ اپنے باپ شیخ بہاء الدین زکریا کو پہنچا دیں گے اور وہ اسے پڑھ لیں گے۔شیخ صدرالدین نے عنوان پڑھااور رونے لگے اور فرمایا: میں جانتا ہوں یہ فرمانِ طلبِ دوست ہے اور تم ملک الموت ہو جو اس صورت میں آئے ہو۔اس شخص نے کہا ہاں، (شیخ صدرالدین نے) فرمایا:تم خود جا کر کیوں نہیں دیتے،کہا مجھ کو یہی حکم ہے کہ تمہارے ہاتھوں میں پہنچاؤں۔خیر،شیخ صدرالدین وہ خط لے کر اندر گئے تو شیخ بہاءالدینؒ عبادت میں مشغول تھے،جب فارغ ہوئے تو آداب بجالائے اور وہ مکتوب شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں پیش کیا۔شیخ الاسلامؒ نے اس کو پڑھااور فرمایا: ہٹ جاؤ! سجدہ میں گئے اور جان دے دی۔اتنے میں غیب سے آواز آئی:

"دوست به دوست پیوست"۔

حوالہ جات

۱۔ اس کے جزوی ثبوت کے لیے ملاحظہ فرمائیے: عارف نوشاہی، برِصغیر میں عوارف المعارف کی مقبولیت پر چند شواہد (آٹھویں صدی ہجری تک): مشمولہ، نقدِ عمر: لاہور، اورینٹل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص ۱۱۵۔۱۲۵

۲۔ المکی، الامام ابو محمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان الیافعی الیمینی ،مراۃ الجنان و عبرۃ الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان: حیدرآباد الدکن، مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیہ الکائنہ، ۱۳۳۹ھ، ۸۲/۴، قلائد الجواہر فی مناقب شیخ محی الدین عبدالقادرؒ میں یہ جملہ یوں مرقوم ہے: "یا عمر! انت اخر رجال العراق"۔(الحلبی، شیخ محمد یحییٰ

التاذفی، قلائد الجواہر فی مناقبِ شیخ عبدالقادر: قاہرہ، مطبعۃ الحمیدیۃ، ۱۳۵۶ھ، ص ۱۱۱

۳۔ ابن خلکان، ابی العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر، وفیات الاعیان و انباءُ ابناءِ الزمان: بیروت، دار الثقافۃ، [س۔ن]، ۲۹۶/۳

۴۔ دہلوی، شیخ عبدالحق محدثؒ، اخبار الاخیار فی اسرار الابرار: دہلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۰۹ھ، ص ۳۶

۵۔ دہلوی، ص ۴۳

۶۔ نور العین، شاہ عبدالرزاق (مرتب)، مکتوباتِ اشرفی: مترجم، سید شاہ محمد ممتاز اشرفی، کراچی، شیر محمد قادری، ۲۰۰۰ء، ۴۵/۲

۷۔ امروہوی، شاہ محمد عضد الدین چشتی صابری، مقاصد العارفین: تحقیق و مقدمہ، ڈاکٹر نثار احمد فاروقی، ٹونک، عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء، ص ۴۰۰

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ محمود احمد عباسی (۱۸۸۵۔۱۹۷۴ء) کے نزدیک یہ روایت خلاف واقع ہے۔ (عباسی، محمود احمد، تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ، جلد دوم): دہلی، محبوب المطابع، ص ۷۔۹ (ج ۲)

۸۔ ضیاء القادری، آستانہ زکریا۔۔۔تجلیات اولیائے سہرورد: ملتان، جنوری ۱۹۵۸ء، ص ۳۳

۹۔ ضیاء القادری، ص ۲۴، معروف مشائخ بدایوں، آپ سید حسن شیخ شاہی روشن ضمیر رسن تاب (م ۶۳۲ھ) سید عثمان رسن تاب اور شاہ ولایت سید ابوبکر بدر الدین شاہ ولایت (م ۶۹۰ھ) کے والد گرامی بھی ہیں۔

۱۰۔ صدیقی، محمد ابرار علی، آئینۂ دلدار: کراچی، مقصود الرب، خالد ظفر، ۱۹۵۶ء، اول، ص ۱۸

۱۱۔ بدایونی، قاضی علی احمد محمود اللہ شاہ حنفی قادری چشتی نظامی مذاقی متخلص بہ مذنب، عین الانسان: بدایوں، وکٹوریہ پریس، ۱۳۱۹ھ، ص ۵

۱۲۔ الحسینی، سید علاء الدین علی بن سعد بن اشرف بن علی القریشی، خلاصۃ الالفاظ جامع العلوم: تصحیح وتحشیہ و مقدمہ، دکتر غلام سرور، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء، اول، ص ۳۳۶

۱۳۔ پھلواری، سید شاہ فرید الحق عمادی مجیبی، حالات فخر زماں شہاب الدین: پٹنہ، ادارۂ رشیدیہ خانقاہِ عمادیہ، ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء، ص ۸ ۱۴۔ الحسینی، ص ۶۸۷

۱۵۔ ملکاپوری، عبدالجبار صوفی، محبوب ذوالمنن معروف بہ تذکرہ اولیائے دکن: حیدرآباد، حسنی پریس، ۱۳۳۱ھ، ۱۶۳/۱

۱۶۔ ملکاپوری، ص ۱/۲۱۷۔۱۷۵

۱۷۔ قصوری، غلام معین الدین عبداللہ خویشگی، معارج الولایت فی مدارج الهدایت: لاہور، کتابخانہ دانشگاہ پنجاب، ذخیرہِ آذر، ۲۵، ربیع الثانی ۱۱۱۱ھ، شمارہِ خطی، ۶۵/۷۷/۲۷-H، ب ۹۵ ب

۱۸۔ دہلوی، شیخ عبدالحق محدث، اخبار الاخیار فی اسرار الابرار: دہلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۰۹ھ، ص ۳۶

۱۹۔ دہلوی، ص ۴۷ ۲۰۔ دہلوی، ص ۲۷ ۲۱۔ الحسینی، ص ۳۳۶

۲۲۔ سماء الدین، شیخ شمس العارفین: مترجم، جان محمد چشتی نظامی، دہلی، دلی پرنٹنگ ورکس، ۱۳۵۷ھ، ص ۵

۲۳۔ دہلوی، ص ۴۹ ۲۴۔ سماء الدین، ص ۵ ۲۵۔ دہلوی، ص ۲۸

۲۶۔ چشتی، شیخ عبدالرحمٰن، مراۃ الاسرار: اسلام آباد، کتابخانہ گنج بخش، کتابت، ۱۳۰۱ھ، شمارۂ خطی، ۱۳۲۷ھ، ص ۲۱۸

۲۷۔ الحسنی، سیدعبدالحیٔ بن فخرالدین، نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر :حیدرآباددکن،دائرۃالمعارف العثمانیہ الکائنۃ،۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء،اول،۱/۱۶۲

۲۸۔ انصاری،عبدالصمدبن افضل محمد،اخبار الاصفیاء در احوال الاولیاء (خ): لندن، انڈیا آفس لائبریری ، ایتھے ۶۴۱، ص۲۳ب

۲۹۔ کراماتِ محمدیہ،بحوالہ،الحسنی ،سید محمد،سیرتِ مولانا محمدعلی مونگیری،بانی ندوۃ العلماء:کراچی،مجلس نشریاتِ اسلام، [س۔ن]،ص۳۵۷

۳۰۔ بدخشی،میرزالعل بیگ لعلی،ثمرات القدس من شجرات الانس : مقدمہ،تصحیح وتعلیقات،دکترسیدکمال حاج سید جوادی،تہران،پژوہشگاہ علوم انسانی ومطالعات فرہنگی،۱۳۷۶ش،ص۱۲۲

۳۱۔ الحسنی ،السیدعبدالحیٔ،نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر : ملتان،طیب اکادمی ،۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء،۱/۱۳۶

۳۲۔ تتوی،عبدالقادر،حدیقۃ الاولیاء:مرتب، پیرحسام الدین راشدی،حیدرآباد،سندھی ادبی بورڈ جامشورو،۱۹۶۵ء،اول، ص۶۹ ۳۳۔ امروہوی،ص۴۰۰

۳۴۔ گیلانی،سیدمحمداولادعلی،اولیائے ملتان:لاہور،سنگِ میل پبلی کیشنز،۱۹۶۴ء،ص۲۳۴

۳۵۔ انصاری،علی محمد،تذکیرالانصار:مترجم،مرزاہادی بیگ،لاہور،المکتبۃ العلمیہ،[س۔ن]،ص۱۶۔۱۹

لاہوری،امام بخش،مرأتِ الغفوریہ :بہ تصحیح،معین نظامی،اسلام آباد،ادارہ معارف نوشاہیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء، اول،ص۱۵۹

۳۶۔ گردیزی،سیدیوسف،تواریخ ملتان:مشمولہ،تاریخ ملتان:مرتبہ،سیدعباس حسین گردیزی،ملتان،سیدحریاحی گردیزی، [س۔ن]،ص۱۵۶

۳۷۔ العثمانی،محمدصالح مفتی البھیری،شجرۂ نسب مفتیانِ بھیرہ:مرتبہ،ڈاکٹرعارف نوشاہی،اسلام آباد،غیر مطبوعہ،ص۳

۳۸۔ عشقِ ربانی:بحوالہ،آزاد،مولاناغلام علی،روضۃ الاولیاء المعروف بہ نفحات الاصفیاء:مترجم،محمدعبدالمجید خلف حافظ محمدامین وکیل خلدآبادی،حیدرآباددکن،مطبع کریمی،[س۔ن]،ص۱۳۰

۳۹۔ تتوی،میرعلی قانع،تحفۃ الکرام:بمبئی،مطبع ناصری،۱۲۴/۳

۴۰۔ کچھی،سیدرفیق علی شاہ چشتی،لطیفت التحقیق (سندھی):مترجم،غلام حسین مکانی،ٹنڈوجان محمد،[س۔ن]،ص۱۴

۴۱۔ جمالی،حامدبن فضل اللہ،سیرالعارفین (خ):اسلام آباد،کتابخانہ گنج بخش،ص۲۳

فرشتہ،محمدقاسم ہندوشاہ،گلشنِ ابراہیمی معروف بہ تاریخ فرشتہ:لکھنؤ،نولکشور،۱۳۲۲ھ،۴۰۴/۲

۴۲۔ خلاصۃ العارفین (خ): چشتیاں،کتابخانہ پیرمحمداجمل چشتی،کاتب،ضیاءالدین بن حافظ مولوی عبداللہ بن مولوی قدرۃ اللہ قادری،کتابت،۲۷شعبان۱۲۹۰ھ،ص۱۲ ۴۳۔ جمالی،ص۲۴

۴۴۔ عبدالرحمٰن،سیدصباح الدین،بزم صوفیہ:اعظم گڑھ،مطبع معارف،۱۹۴۹ء/۱۳۶۹ھ،اول،ص۹۰

۴۵۔ جمالی،ص۲۴۔۲۵ ۴۶۔خلاصۃ العارفین (خ):ص۱۲

۴۷۔ خلاصۃ العارفین:مشمولہ،احوال وآثارشیخ بہاءالدین زکریا ملتانی وخلاصۃ العارفین:بہ تصحیح وتحشیہ وکوشش، دکترشمیم محمود

زیدی، راولپنڈی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء، ص ۱۳۳۔۱۳۶

۴۸۔ خلاصۃ العارفین: مترجم، ڈاکٹر محمد بشیر نوری ابو ہری ملتانی، لاہور، بیکن بکس، ۲۰۰۳ء، اول، ص ۴۹

۴۹۔ سجزی، امیر حسن علاء، فوائد الفواد: دہلی، مطبع ہندو پریس، باہتمام پیاری لعل، دہ ربیع الاول ۱۲۸۲ھ / اگست ۱۸۶۵ء، ص ۲۵۔۲۶

۵۰۔ سجزی، مترجم، پروفیسر محمد سرور، لاہور، علماء اکیڈمی، شعبۂ مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب، رمضان ۱۴۰۵ھ/مئی ۱۹۸۵ء، سوم، ص ۱۱۹

۵۱۔ اٰلحق، شیخ بدالدین، اسرار الاولیاء: لکھنؤ، نولکشور، ۱۸۷۶ء، ص ۴۱

۵۲۔ اٰلحق، مشمولہ، ہشت گنج ملفوظات خواجگانِ چشت، بہشت (حصہ دوم): مترجم، غلام احمد بریاں، دہلی، مطبع مجتبائی، ۱۹۰۶ء، ص ۵۲

۵۳۔ خلاصۃ العارفین (م): ص ۱۳۷ ۔۔۔ ۵۴۔ خلاصۃ العارفین (اردو): ص ۵۲

۵۵۔ al-Suhrawardi, Shihab al-Din AbuHafs Umar b. Muhammad.Ijazat li-Baha" al-Din Zakariyya Multani, MS. Tüb., Ma VI 904, fol. 71b-72a

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ متن ڈاکٹر ایرک سٹیفن اولینڈر (انڈیانا یونیورسٹی امریکہ) کا مرتبہ ہے۔ اگرچہ انہوں نے مخطوطہ کا عکس بھی راقم کو بھیج دیا تھا لیکن راقم نے ان کے ڈاکٹریٹ کے مقالہ سے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

Ohlander,Dr.erik Stefan.Abu Hafs Umar al -Suhrawardi (D.632 / 1234) and the institutionalization of sufism:University of Michigan,2004.pp .433.434

۵۶۔ لکھنوی، شیخ عبدالرحمٰن چشتی صابری، مراۃ الاسرار: مترجم، مولانا کپتان (ر) واحد بخش سیال ربانی چشتی صابری، لاہور بزم اتحاد المسلمین، ۱۴۱۲ھ، ص ۶۹۵

۵۷۔ احمد پوری، خواجہ گل محمد، ذکر الاصفیاء معروف بہ تکملہ سیر الاولیاء در منقبت شمس الہدیٰ: دہلی، مطبع رضوی، جمادی الاخر ۱۳۱۲ھ، ص ۳۸

۵۸۔ لاہوری، مفتی غلام سرور قریشی، تاریخ مخزنِ پنجاب: لکھنؤ، منشی نولکشور، اکتوبر ۱۸۷۰ء، ص ۵۳۲

۵۹۔ امیر خورد، سید محمد بن مبارک علوی کرمانی معروف بہ، سیر الاولیاء: دہلی، مطبع محب ہند، شعبان ۱۳۰۲ھ، ص ۸۲

۶۰۔ ایضاً، (اردو) مترجم، غلام احمد بریاں، دہلی، مسلم پریس، ۱۳۲۰ھ، ص ۹۰

۶۱۔ ایضاً، ص ۵۸۸ ۔۔۔ ۶۲۔ ایضاً (اردو)، ص ۵۸۲

۶۳۔ فرشتہ، ملا محمد ہندو شاہ، گلشنِ ابراہیمیہ معروف بہ تاریخ فرشتہ: لکھنؤ، مطبع منشی نولکشور، ۱۳۲۲ھ، ۱/۸۳

۶۴۔ تاریخ فرشتہ، ۲/۴۰۴

۶۵۔ قہستانی، سید نور بخش، سلسلۃ الاولیاء: تحقیق و ترتیب، محمد تقی دانش پژوہ، مشمولہ، جشن نامہ ہانری کربن: مونترال (کناڈا)، موسسۂ مطالعات اسلامی میک گل، ۱۳۹۷ھ، ص ۳۷

۶۶۔ داراشکوہ، شاہزادہ محمد، سفینۃ الاولیاء: کانپور، نولکشور، نومبر ۱۹۰۰ء، دوم، ص ۱۱۵

۶۷۔ ایضاً (اردو)، مترجم، ابوالفضل پیر غلام دستگیر نامی، لاہور، ایم ایس بھٹی، [س۔ن]، ص ۵۱۷

۶۸۔ اٰلحق، ص ۵۰ ۔۔۔ ۶۹۔ ایضاً (اردو)، ص ۶۵ ۔۔۔ ۷۰۔ جزی، ص ۱۲۴

۷۱۔ ایضاً (اردو)، ص ۴۱۸ ۔۔۔ ۷۲۔ ایضاً، ص ۵۸ ۔۔۔ ۷۳۔ ایضاً (اردو)، ص ۲۲۲

۷۴۔ امیر خسرو، احسن الشواہد اردو ترجمہ افضل الفوائد: مترجم، محمد مولا بخش بن اللہ بخش چشتی نظامی، سلیمانی بھٹنڈوی، دہلی، مطبع رضوی، ۱۳۲۱ھ، ص۴۳ ۷۵۔ ایضاً، ص۴۹

۷۶۔ السہر وردی، الشیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر بن عبداللہ، آداب المریدین: ضبطہا، صححہا، الشیخ الدکتور عاصم ابراہیم الکیالی الحسینی الشاذلی الدرقاوی، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۵ء/۱۴۲۶ھ، ص۵۵۔۶۱

السہر وردی، الشیخ شہاب الدین عمر بن محمد، عوارف المعارف: ضبطہ و صححہ، محمد عبدالعزیز الخالدی، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء، ص۱۰۴۔۱۳۲

۷۷۔ السہر وردی، الشیخ عمادالدین محمد بن، زاد المسافروادب الحاظر (خ): استنبول، Köprülü، 1603$_2$. ص۱۴۶ الف۔۱۴۸ الف

۷۸۔ الحسینی، سید محمد بن نصیرالدین جعفرالمکی، بحرالمعانی: مراد آباد، مطبع احتشامیہ، ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ/ دسمبر ۱۸۸۹ء، ص۱۹۱۔۱۹۲ ۷۹۔ سجزی، ص۷۷، ۸۳

۸۰۔ ایضاً، ص۸۳ ۸۱۔ ایضاً (اردو)، ص۳۰۰

۸۲۔ سجستانی، امیر اقبال شاہ بن سابق، چہل مجلس=رسالۂ اقبالیہ: مقدمہ، تصحیح و تعلیقات، نجیب مائل ہروی، تہران، انتشارات ادیب، اول، ۱۳۶۶ش، ص۲۵۹

۸۳۔ Rizvi,Saiyid Ather abbas, A History of Sufism inIndia :Lahore, Suhail Acadmy,1/220

۸۴۔ جمالی، حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین: مترجم، محمد ایوب قادری، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، اپریل ۱۹۷۶ء، اول، ص۱۵۹

۸۵۔ ایضاً، ص۱۵۹۔۱۶۰ ۸۶۔ ایضاً، ص۱۶۲۔۱۶۴

۸۷۔ سجزی، ص۷ ۸۸۔ ایضاً (اردو)، ص۵۸

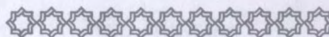
۸۹۔ ایضاً، ص۷ ۹۰۔ ایضاً (اردو)، ص۵۹

۹۱۔ جمالی، ص۱۶۹۔۱۷۰ ۹۲، ۹۳۔ سجزی، ص۱۳۰

۹۴۔ ایضاً (اردو)، ص۱۳۰

۹۵۔ جمالی، ۲۷۷، ۲۷۸۔ سجزی، ص۱۳۰، ۱۳۱

۹۶۔ اولیاء، خواجہ نظام الدینؒ، راحۃ القلوب: میرٹھ، مطبع قاسمی، ۱۳۲۵ھ، ص۲۰



شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ
ولی کامل......ملتان کی پہچان

☆ ڈاکٹر عبدالرشید رحمت

اس مختصر مقالہ لکھنے کا مقصد حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی شخصیت کے ان پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہے جو اب تک کسی نہ کسی وجہ سے عوام الناس کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ عامۃ الناس ایسی شخصیات کو عقیدت کی ان تہوں میں اس طرح سمودیتے ہیں جس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ ایسی شخصیتیں صرف کرامات ظاہر کرنے یا دنیاوی مقاصد پورے کرنے میں ممدومعاون ہوتی ہیں۔ اس طرح ان کا اصل مشن "Highlight" نہیں ہو پاتا۔

ہم نے اس تحریر کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلے حصہ میں: اسلام کی آمد سے پہلے اس کائنات کی اخلاقی حالت کی ایک جھلک، اسلام کی آمد کے بعد تبدیلی کا مختصر نقشہ۔

دوسرے حصہ میں: شیخ الاسلامؒ کی زندگی کا اجمالی خاکہ۔

تیسرے حصہ میں: تبلیغ اسلام کے حوالہ سے آپؒ کی مساعیٔ جمیلہ۔

آخری حصہ میں: آپؒ کے پیش کردہ خانقاہی نظام کی ایک جھلک، جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ آپؒ کا پیش کردہ نظام دورِ حاضر کے خانقاہی نظام سے کس قدر مختلف تھا۔ اس طرح اپنی اصل حقیقت ضائع ہونے کی وجہ سے یہ نظام دن بدن غیر مؤثر ہو رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ موجودہ خانقاہی نظام کا تعلیمات شیخ الاسلامؒ کی روشنی میں از سرِ نو احیاء کیا جائے۔ ان مساعی سے ان بزرگانِ دین کی ارواح بھی خوش ہوں گی اور ان کا فیضان قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ واللہ الموفق ا۔ آج سے کم و بیش سوا چودہ سو سال پہلے یہ دنیا انسانیت کا عظیم قبرستان تھی۔ پوری کائنات

☆۔ ڈین فیکلٹی آف اسلامک لرننگ (ر)، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

تاریکی کی زد میں تھی۔ حیوانیت کا عروج تھا۔ جبر و تشدد کی سیاہ گھٹاؤں نے روشنی کو نگل لیا تھا۔ ہر جگہ فساد ، ہر مقام بربریت، زیردست زبر دست کے آگے سجدہ ریز، ایک ظالم ان گنت مظلوموں کا خدا، نہ راستی نہ صداقت ، نہ علم نہ فکر، نہ چین و سکون ،غنڈہ گردی کے بے پناہ طوفان، جنسی بے راہ روی کا خوفناک سیلاب، سرکشی اور بغاوت، جنگ وجدال کا نہ رکنے والا چکر، دشمنی عادت ثانیہ، دشمن کی کھوپڑی میں شراب پینے کی ہوس، لہو ولعب کے میلے اور بداخلاقی کے مظاہرے، اغوا، ڈکیتی، چوری اور سنگین جرائم، باپ کے ہاتھوں بیٹی کے جیتے جاگتے قبر میں دفن کرنا، بھائی بھائی کا دشمن، بیٹا باپ کا نافرمان، عزیز و اقارب ایک دوسرے سے بیزار، قدم قدم پر خدائی کے دعویدار، ایک گھر میں سینکڑوں اصنام، بارش کا خدا، پانی کا خدا، آگ کا خدا، بت تراشی کے فن میں ماہر مگر اپنے آرٹ کے پجاری، ایک قافلہ راستہ سے بھٹکا ہوا، ایک زندگی روح سے خالی، ایک پھول خوشبو سے محروم، ایک چمن خزاں رسیدہ۔۔۔۔ مختصر یہ کہ پوری کائنات کی گود اچھائیوں سے خالی تھی۔

ان حالات میں عرب کے دھوندار افق سے انسانیت کا چاند طلوع ہوا جس نے کائنات کی تاریکی کو روشنی میں بدل کر رکھ دیا۔

یہ آواز اتنی زوردار تھی کہ بتوں کے پجاری بوکھلا گئے اور برائیوں کی گود میں پلی ہوئی حیوانیت سٹپٹا گئی ۔ اس مسلسل اور متواتر گونجنے والی آواز نے اثر کر دکھایا۔ جس کے نتیجہ میں چور چوکیدار ہوئے ، ڈاکو پاسبان بن گئے ،عزت کے بھوکے عصمت کے محافظ بن گئے ،انسانیت جاگ اٹھی ،سود کھانے والے باخدا ہو گئے ،شراب کے رسیا تہجد گزار ہوئے ، پھر ابو بکرؓ کی رضا زندہ ہوئی ،عمرؓ کی شجاعت کا چرچا ہوا ،عثمانؓ کی حیا بلند ہوئی اور علیؓ کے تدبر، علم اور تفقہ کی شہرت ہوئی۔ اس طرح عالم انسانیت کا بھٹکنے والا قافلہ منزل مقصود کو پہنچا۔ زندگی روح سے ہم کنار ہوئی ، پھول میں خوشبو بس گئی ، چمنِ انسانیت بہار سے مالا مال ہوا اور سوئی ہوئی انسانیت کے فانوس جگمگا اٹھے۔

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ اسلام کا آغاز مسافرانہ بے کسی میں ہوا اور وہ پھر مسافرانہ بیکسی کی حالت میں ہو جائے گا اور مسافرت کے بے کسوں کو مبارک ہو۔

شروع میں آپ ﷺ کی صدائے حق کو اجنبی اور نامانوس سمجھا گیا۔ رفتہ رفتہ یہ اجنبیت دور ہوئی ، بیگانگی کافور ہوئی ، آواز کی کشش اور نوائے حق کی بانسری نے دلوں میں اثر کیا، کانوں والے سننے لگے اور جو سننے لگے سر دھننے لگے ۔ یہاں تک کہ وہ دن آیا کہ سارا عرب اس کیف سے معمور اور اس شراب سے مخمور ہو گیا اور اسلام کا مسافر اپنے گھر پہنچ کر اپنے عزیزوں اور دوستوں میں ٹھہر گیا۔

اب وہ قافلہ بن کر آگے کو چلا۔عرب کے ریگستانوں سے نکل کر عراق کی نہروں اور شام کے گلستانوں میں پہنچا۔ پھر آگے بڑھا تو ایران کے مرغزاروں اور مصر کی وادیوں میں آ کر ٹھہرا۔اس سے ذرا آگے بڑھا تو ایک طرف خراسان، ترکستان سے لے کر ہندوستان کے پہاڑوں اور ساحلوں پر اس کا جلوہ نظر آنے لگا۔

پھر ہندوستان کی سرزمین نے ایسے سپوت جنم دیئے جن پر پورا عالمِ اسلام آج بھی فخر کر رہا ہے۔خود پیغمبر ﷺ نے ہندوستان کی فتح اور اس میں اشاعتِ اسلام کی پیش گوئی کی تھی۔اس حوالہ سے پیغمبر ﷺ کی وہ حدیث بھی پیش نظر رہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے (شروع یا آخر میں) ایسے مردانِ کار بھیجتا رہے گا جو اس دین کو اس کی اصل حالت میں پیش کرتے رہیں گے۔

اس کے برخلاف دنیا کے دوسرے مذاہب میں ایسی ہستیوں کی کمی نظر آتی ہے جو ان مذاہب میں نئی روح اور ان میں نئی زندگی پیدا کر دیں۔دوسرے ادیان کی تاریخ میں صدیوں اور ہزاروں برس کے بعد ایسے خلاپُر ہوتے نظر آتے ہیں، وہاں کوئی Reformer اور مجدّد دکھائی نہیں دیتا جو اس دین کو تحریفات، بدعات کے نرغہ سے نکالے۔(۱)

۲۔ برصغیر کی قد آور اور نامور شخصیات میں، سب سے اہم شخصیت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ ملتانی کی ہے جو اپنی صوفیانہ تعلیمات اور ہندوستان کے اس بت کدہ میں اسلام کی شمع روشن کرنے میں سب سے نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔

میں نے اپنے فاضل استاد پروفیسر ڈاکٹر پیر محمد حسنؒ (متوفی ۱۹/اگست ۱۹۹۹ء) جو عربی امہات کتب تصوف کے مترجم ہونے کی وجہ سے مشہور ہیں، سے یہ سنا تھا کہ برصغیر کے تین مشہور شہر جو اولیاء اللہ (زندہ ہوں یا مردہ) سے خالی نہیں ہوتے،ان میں دہلی، لاہور اور ملتان شامل ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر تینوں ''عروس البلاد'' شہروں کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہاں بے شمار اولیاء کرام کے آثار مل جاتے ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے خلق خدا کی بھلائی کے لئے اپنی ساری توانائیاں وقف کیں اور وہ جس سرزمین میں گئے، پھر وہیں کے ہو کر رہے اور اس سرزمین میں پیوند خاک ہوئے۔

چونکہ شیخ الاسلامؒ نے ملتان کو ہی اپنا مرکز بنایا۔آپ نے نہ جانے کس حال میں عالمِ غیب کا مشاہدہ کرتے ہوئے فارسی زبان میں ملتان کے حوالہ سے یہ شعر کہا:

ملتان ما بجنت اعلیٰ برابر است
آہستہ پابند کہ ملک سجدہ مے کنند

اس شعر کے گہرے مطالعہ سے اس امر کی عکاسی ہوتی ہے کہ ملتان حضرت شیخؒ کی آمد سے پہلے ہی انوار و تجلیات کا مرکز بن چکا تھا۔ یقیناً اہل اللہ کی سکونت کی وجہ سے اس شہر پر رحمتوں کا نزول ناگزیر ہے، ملائکہ کا نزول قرآن مجید میں واضح انداز میں ملتا ہے۔ یقیناً اس کا مشاہدہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنی باطنی نگاہوں سے کیا ہوگا، اس لیے وہ اپنے مریدانِ باصفا کو خبردار کر رہے ہیں کہ وہ اس سرزمین پر ادب سے قدم رکھیں کہ میں نے اس سرزمین پر فرشتوں کو سجدہ ریز ہوتے دیکھا ہے۔ چنانچہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صوبہ سندھ سے آنے والے زائرین جو کسی حوالہ سے حضرت شیخ الاسلامؒ کے معتقد ہیں، ملتان کی دھرتی پر قدم رکھتے ہی پاؤں سے جوتا اتار لیتے ہیں اور یہاں ننگے پاؤں چلنے کو باعثِ ثواب سمجھتے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ ان بزرگانِ دین میں سے ایک ہیں جنہوں نے بے لوث خدمتِ خلق اور بے ریا عباداتِ الٰہی کے ذریعہ انسان کو خدا تک پہنچنے کا راستہ دکھایا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کے مختصر حالاتِ زندگی:

اگرچہ آپ کے شخصی حالات بہت کم محفوظ ہیں تاہم جو کچھ سوانح نگاروں نے محفوظ کیا، اس کا اختصار یہ ہے:

ابن بطوطہ نے شیخ الاسلامؒ کے پوتے شیخ رکن الدینؒ سے سنا کہ ان کے جد اعلیٰ محمد بن قاسم کے اس لشکر میں بھرتی ہو کر سندھ پہنچے جو حجاج بن یوسف نے بھیجا تھا۔ فتح سندھ میں شامل ہوئے اور فتح کے بعد سندھ ہی میں بس گئے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے بہت سی اولاد سے نوازا تھا۔

متعدد روایت کے مطابق شیخ الاسلامؒ کے دادا مولانا کمال الدین علی مکہ مکرمہ سے آ کر خوارزم میں آباد ہوئے۔ وہ وہاں سے ملتان آئے اور یہاں کی سکونت اختیار کی۔ تحصیل لیہ میں ایک قدیم قصبہ کوٹ کروڑ ہے، ایک مہاجر بزرگ مولانا حسام الدین خروج تاتار کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑ کر وہاں آ بسے، ان کی بیٹی سے مولانا کمال الدینؒ نے اپنے بیٹے وحید الدین کی شادی کی اور ۵۶۵ھ یا ۵۷۸ھ میں ان کے گھر شیخ بہاء الدینؒ پیدا ہوئے۔

ابتداء شباب ہی سے آپ نے تحصیل علم کے لیے سفر اختیار کیا۔ پہلے خراسان کے بزرگوں

سے بعض کتابیں پڑھیں پھر توران کا رخ کیا۔ بخارا و سمرقند میں اس دور میں فقہ و حدیث کا بحرِ ذخار موجزن تھا۔ چھٹی صدی کے مشہور ترین علماء اس دور میں تورانی تھے۔ ملا قاضی خان اور جندی فرغانی، علی مرغینانی صاحب ہدایہ نجم الائمہ بخاری وغیرہ، یہ انہی بزرگوں اور معاشروں کی کشش تھی جو شیخ الاسلامؒ کو بخارا و سمرقند لے گئی۔ جب آپؒ اسلامی دنیا کے طویل سفر کے بعد ملتان واپس آئے تو اپنے ساتھ سارا مستند لٹریچر جو ان دنوں ماوراء النہر میں لکھا گیا، اپنے ہمراہ وطن لائے۔ آپؒ نے بخارا میں نہ صرف اپنی تعلیم کو مکمل کیا بلکہ پندرہ سال تدریس اور افادۂ علوم میں مصروف رہے۔ آخر میں زیارت حرمین شریفین کے لیے گئے۔ یہاں سے فراغت کے بعد پانچ برس تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ مدینہ منورہ سے بیت المقدس گئے۔ پھر بغداد پہنچے اور شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔(۲)

شیخ نظام الدین کی روایت کے مطابق فقط سترہ دنوں میں آپؒ نے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ بیشتر تذکرہ نگاروں نے یہ مدت سترہ دن لکھی مگر سید صباح الدین نے ستر دن یعنی سوا دو ماہ تقریباً۔(۳)

اس سے حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے مریدوں میں رشک پیدا ہوا اور شیخ سے عرض کی کہ ہم نے اتنے دنوں تک خدمت کی لیکن ہم کو ایسی نعمت نہ ملی مگر ایک ہندوستانی آیا اور تھوڑی ہی مدت میں شیخ بن گیا اور بڑی نعمت پائی۔

حضرت شیخؒ نے عارفانہ جملہ کہا، فرمایا:

"تم سب تر لکڑیوں کی مانند ہو جس میں آگ مشکل اور دیر سے لگتی ہے، بہاء الدینؒ خشک لکڑی کی مانند تھے جس میں آگ جلد اثر کرتی ہے۔"

۳۔ تبلیغِ اسلام کے حوالہ سے آپؒ کی مساعی جمیلہ:

مشہور مغربی مفکر و مؤرخ اور علامہ محمد اقبالؒ کے استاذ، آرنلڈ اپنی مشہور زمانہ کتاب "The Preaching of Islam" میں ہندوستان میں تبلیغ اسلام خصوصاً مغربی صوبوں میں دو اہم شخصیات کا نام لے کر ذکر کیا، ان میں ایک شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ اور دوسرے بابا فرید الدین گنج شکرؒ۔

اس اقتباس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تبلیغ اسلام کے حوالہ سے آپ کے کارہائے نمایاں قابل ذکر تھے جس کے بغیر تبلیغ اسلام کا یہ باب نامکمل کہلائے گا۔ وہ لکھتے ہیں:

''کہتے ہیں پنجاب کے مغربی صوبوں کے باشندوں نے بہاء الحق ملتانیؒ اور پاکپتن کے بابا فریدؒ کی تعلیم و تلقین سے اسلام قبول کیا تھا۔ یہ دونوں بزرگ تیرھویں صدی کے خاتمے اور چودھویں صدی (عیسوی) کے آغاز میں ہو گزرے ہیں۔ ایک تذکرہ نویس نے بابا فریدؒ کے حالات میں سولہ قوموں کی فہرست دی ہے جو ان کے وعظ و نصیحت سے مسلمان ہوئیں لیکن افسوس ہے کہ اس نے ان کی تبلیغ کی تفصیل بیان نہیں کی۔''(۵)

حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنی خانقاہ کے پہلو میں ایک علمی دینی اور صوفیانہ درس گاہ کی بنیاد رکھی جس کے دو شعبے تھے۔ ایک علماء پیدا کرنا اور دوسرے مبلغین۔

مبلغین کے لیے ضروری تھا کہ جس ملک میں انہیں بھیجا جائے انہیں وہاں کی زبان اور ثقافت سے پوری واقفیت ہوتا کہ وہاں پہنچ کر اجنبیت محسوس نہ کریں۔ آپؒ نے ہر ملک سے ایک ایک فاضل عالم طلب کر کے اپنی درس گاہ میں ملازم رکھا تھا جس کے لئے معقول تنخواہ اور رہائش کا تسلی بخش انتظام کیا جاتا تھا۔

حضرتؒ کے خدام کو نہ روپے پیسے کی ضرورت تھی اور نہ مکانوں اور سواریوں کی۔ وہ آبادی، جنگل اور کوہ وصحرا میں ہر جگہ کندھے پر چادر رکھے پہنچ جاتے اور اپنی سادہ معاشرت اور زاہدانہ عادت کے سبب سفر و حضرت میں بلا تکلف گزارہ کر سکتے تھے۔ آپؒ کا یہ طریقہ اس قدر مؤثر ہوا کہ جہاں جہاں ان کے درویشوں کے قدم پہنچے وہاں دین اسلام کے چراغ جگمگانے لگے۔

اب ذرا اس دور کے ملتان کا نقشہ ذہن میں لائیے تو محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے مرشدِ کامل نے اپنی چشمِ بصیرت سے محسوس کر لیا تھا کہ آپ کا ملتان میں رہنا اشد ضروری ہے کہ وہ اس وقت کفر و ضلالت کا گڑھ بنا ہوا تھا۔

البیرونی نے لکھا ہے کہ:

''ملتان میں ہندوؤں کے سورج دیوتا کا لکڑی کا بت تھا جسے ''آدتیہ'' کہتے تھے ہر طرف سے لوگ اس کے درشن کو آتے تھے، نذریں مانتے اور چڑھاوے لاتے تھے۔ ان محاصل سے ملتان ایک آباد اور دولت مند شہر بن گیا تھا۔''(۶)

اس حوالہ سے مشہور سیاح ابن حوقل لکھتا ہے:

''ملتان اہلِ ہند کا صنمِ اعظم ہے جس کی پوجا کے لیے نزدیک، دور سب جگہوں

سے ہندو آتے ہیں اور بہت سا مال چڑھاووں پر چڑھتا ہے جس سے مندر اور اس کے خادموں کا خرچ نکلتا ہے۔ یہ مندر ایک پختہ عمارت ہے جو ملتان کے آباد ترین بازار میں واقع ہے، اس کے ایک طرف ہاتھی دانت پر کام کرنے والوں کا بازار ہے، دوسری طرف سناروں کا بازار ہے۔ مندر کے درمیان میں قبہ ہے جس کے اندر بت ہے۔ گرداگرد خادموں کے مکان ہیں۔" (۷)

ان دو اقتباسات کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد اس دور میں ملتان کی بت پرستی اور پروہتی کا نقشہ ابھر کر سامنے آتا ہے اور اس سے ان بزرگوں کے صائب الرائے ہونے کا احساس ابھرتا ہے کہ انہوں نے اس بتکدہ کو اپنا مستقر کیوں بنایا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے دیکھا کہ اس ملک کے تمام ہندو "پرہلاد جی" کے مندر میں حاضری دینا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں تو آپؒ نے اس عظیم تاریخی مندر کے سامنے اپنی مسند قائم کی۔ جو ہندو یاتری پوجا کر کے مندر سے نکلتا آپؒ کے نورانی چہرہ کو دیکھتے ہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا اور کہتا کہ آپ منش ہیں، بھگوان کے اوتار ہیں جو دھرم آپ کا وہی ہمارا۔ (۸)

آج سے سات صدی بیشتر کے زمانہ کا تصور کر کے اندازہ لگائیے جب کہ پربلاد کا مندر برصغیر پاک و ہند کے کروڑوں ہندوؤں کا مرکز توجہ تھا۔ ہزاروں ہندو مرد، عورتیں صبح و شام اس مندر کے درشنوں کو حاضر ہوتی تھیں۔ سالانہ میلوں ٹھیلوں پر لاکھوں یاتری کوسوں دور کا سفر کر کے یہاں پہنچتے تھے۔ شیخ الاسلامؒ نے اس عظیم معبد کے سائے میں بیٹھ کر اسلام کی شمعیں روشن کی ہوں گی اور صبح شام کی گھنٹیوں اور ناقوسوں کے مقابلہ میں جب ادھر سے اللہ اکبر کی فلک شگاف آواز بلند ہوتی ہوگی تو اس کی صدا و بازگشت سے مندر کے پروہتوں اور مہاشوں کے دلوں پر کتنے سانپ لوٹ جاتے ہوں گے۔

۴۔ آخر میں ہم شیخ کے اس خانقاہی نظام پر روشنی ڈالتے ہیں کہ آپؒ نے ظلمت کدۂ ہند میں اپنی خانقاہ کو اس طرح منظم کیا کہ دور دراز کے باسی اور اپنے اور غیر اس دکانِ عشق کی طرف جوق در جوق آنے لگے۔

شیخ الاسلامؒ کے سوانح نگاروں نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ آپؒ خاندانی طور پر کافی مالدار تھے۔ چنانچہ مخلوق خدا کی بھلائی کے لیے حکام کے ساتھ اشتراک عمل میں بھی گریز نہ کرتے۔ آپ کے تذکرہ نگاروں نے یہ واقعہ خاص طور پر لکھا جو آپ کے جود و سخا کی عکاسی کرتا ہے کہ ایک بار ملتان میں سخت قحط پڑھا۔ والی ملتان کو غلہ کی ضرورت ہوئی۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے غلہ کی ایک بڑی

مقدار اپنے ہاں سے اس کے پاس بھیجی۔۔۔جب غلہ اس کے پاس پہنچا تو اس کے انبار سے نقرئی ٹنکہ کے سات کوزے بھی نکلے۔۔۔والی ملتان نے شیخؒ کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا:

''ہم کو پہلے سے معلوم تھا، لیکن غلہ کے ساتھ اسے بھی ہم نے بخشا ہے۔''

اسی طرح اپنے ذاتی مال سے درویشوں کے لیے حجرے اور مسافروں کے لیے سرائیں تعمیر کرنے کو زکریا یونیورسٹی کے ابتدائی انتظامات پر خرچ کیا۔ آپؒ نے اپنی خانقاہ میں اپنے مریدین باصفا کی رہائش اور خوراک کا باقاعدہ انتظام کر رکھا تھا۔ اس کے علاوہ ہدایا و عطایا کی صورت میں جو کچھ صبح و شام آتا آپؒ اسے یا تو فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیتے یا اس سے خانقاہ کا لنگر باقاعدگی سے چلتا رہتا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کے مطبخ میں طرح طرح کے کھانے پکتے تھے لیکن آپؒ کو ان کھانوں میں اس وقت لذت ملتی جب آپ مہمانوں، مسافروں اور درویشوں کے ساتھ مل کر کھاتے۔ جس شخص کو دیکھتے کہ وہ کھانا رغبت سے کھا رہا ہے اس کو بہت دوست رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ فقراء کی بڑی جماعت دستر خوان پر شریک تھی۔ حضرت شیخؒ نے ہر فقیر کے ساتھ ایک لقمہ کھایا۔ ایک فقیر کو دیکھا کہ روٹی شوربے میں بھگو کر کھا رہا ہے۔ فرمایا: سبحان اللہ! ان سب فقیروں میں یہ فقیر خوب کھانا جانتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ نان تر کو ان کھانوں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو مجھ کو تمام انبیاء پر ہے اور عائشہ صدیقہؓ کو تمام دنیا کی عورتوں پر۔(۹)

مولانا نور احمد فریدیؒ نے آپؒ اور خاص کر آپ کی خانقاہ کی کیفیت کا نقشہ یوں پیش کیا کہ دوسری جماعتیں جو آپ کے مریدین پر مشتمل تھیں وہ اپنے اپنے علاقہ میں تبلیغ کا کام سرانجام دیتی تھیں ۔ یہ افراد حضرتؒ کے تربیت یافتہ درویش تھے۔ سالہا سال حضرت کی خانقاہ میں رہ کر فقر و ولایت کی منزلیں طے کرتے۔ جب انہیں فیضان حاصل ہو جاتا۔ حضرتؒ ان کو اپنے اپنے علاقہ میں عوام کی اصلاح احوال پر مامور فرماتے۔ یہ افراد سال بھر اپنے اپنے حلقہ اثر میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی خدمت سرانجام دیتے۔

موسم بہار میں متلاشیانِ حق کے ایک بڑے قافلہ کو جو بالعموم پانچ چھ سو افراد پر مشتمل ہوتا تھا ، لے کر ملتان چل پڑتے۔ ہر پڑاو پر دکانیں کھل جاتیں، نانبائی کھانا تیار کرتے، بزاز کپڑے کی دکانیں کھولتے، محافظ دستہ جنگی مظاہرہ کر کے نوجوانوں کو جہاد کے لیے ابھارتے، حضرات علماء کرام ایک جانب لاکھوں کے مجمع میں قرآن و حدیث کا وعظ کرتے نظر آتے۔

ملتان پہنچ کر آپ کا خلیفہ شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں تمام صالحین کو پیش کر کے حضرتؒ سے ان کے حق میں دعا کراتا پھر خود سالانہ رپورٹ پیش کرتا۔(۱۰)

اس طرح آپ اپنے مریدین سے بیعت لیتے وقت رسمی بیعت نہ لیتے تھے کہ آپ کا معمول تھا کہ وہ اپنے ارادت منداور عقیدت مند مریدوں سے کہتے:

''دیکھو تم نے مجھ سے بیعت کی ہے تو بیعت کے معانی و مطالب بھی سمجھ لو۔ بیعت کا لفظ ''بیع'' سے نکلا ہے اس کے معنی فروخت کرنا ہے۔ اس طرح ایک مرید بیعت ہو کر اپنے آپ کو اپنے مرشد کے آگے فروخت کر دیتا ہے اس لئے مرشد کے آگے ''کیوں یا کیا'' جیسے لفظ قطعاً استعمال نہ کرنا اور اس کے حکم کو سر تسلیم خم کر کے ماننا ضروری ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس کو مرشد مان لیا جائے پھر اس کو ہی اپنا سب کچھ سمجھو۔۔۔ دربدر بھٹکنے کا سلسلہ مت اختیار کرو۔''

حضرت شیخ الاسلامؒ اپنے مریدین اور پیروکاروں کی معمولی سے معمولی مذہبی و دینی غلطیوں پر نظر رکھتے تھے، جب بھی کسی مرید میں کوئی کوتاہی دیکھتے، اس کی فوراً اصلاح فرماتے۔۔۔ آپ اپنے مریدوں کو یہ نصیحت اکثر اوقات فرماتے۔۔۔ اپنے بیوی بچوں کو رزق طیب، حلال کھلاؤ، اگر ذرہ برابر بھی ناجائز (حرام رزق کسی نے اپنی بیوی و اولاد کو کھلایا تو ان کے اندر بھی حرام رزق کی تاثیر پیدا ہو جائے گی۔ آدمی حرام کاری کے کام ولدالحرام ہونے کی وجہ سے ہی نہیں کرتا بلکہ بیشتر حرام کاری، حرام کے کھانے سے جنم لیتی ہے، اس لیے رزق طیب کا حصول اور تلاش جاری رکھنی چاہیے۔

پھر ایک قابل ذکر طریق کار جو ہمیں بعد کے صوفیاء کے ہاں کم ہی نظر آیا کہ رزق حلال کی تلاش میں اپنے آپ کو اور اپنے مریدین عظام کو مصروف رکھنا، کہ دین اسلام بے عملی نہیں سکھاتا۔ چنانچہ بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کی روزمرہ مصروفیات کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپؒ نے زراعت و تجارت کے کام کو اتنا بڑھا دیا تھا کہ ملتان کے اطراف میں جہاں بھی آپ کو موقع ملتا دور دراز جنگلوں کو آباد کرایا، نہریں تعمیر کرائیں اور تجارت پر بھی خصوصی توجہ دی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے پسندیدہ پیشہ کو زیادہ سے زیادہ محبت، لگن اور محنت سے اپنائے رکھنے کا آپؒ کو شوق اور وارفتگی تھی۔ دوسرے زراعت و تجارت سے کئی ہزار بلکہ لاکھوں افراد کو روزگار کے مواقع میسر آئے جس سے کسب کمال کا شوق لوگوں میں پیدا ہوتا تھا۔ لوگوں کو دستِ سوال کی درازی کے موقع کم سے کم ملتے۔ یہ ایک طرح کا سماجی بہبود کا اصلاحی اقدام تھا۔ جس سے لوگوں کو بہتر کام اور بہتر معاوضے ملتے اور عبادت و ریاضت

کے ساتھ رزق حلال بھی میسر آتا۔(۱۱) یقیناً یہ عمل آج بھی ہمارے لیے قابل تقلید عملی نمونہ ہے۔

ہم اس مختصر تحریر کو آپؒ کے درج ذیل خوبصورت اور پر مغز مکالمہ پر ختم کر رہے ہیں۔

ایک دفعہ آپؒ سے شیخ حمید الدین نے سوال کیا۔

حضرت! کیا وجہ ہے کہ جہاں خزانہ ہوتا ہے وہاں سانپ ضرور ہوتا ہے حالانکہ سانپ اور دولت میں نہ صوری نسبت ہے نہ معنوی؟ آپؒ نے ارشاد فرمایا:

"بے شک سانپ اور مال میں صوری نسبت نہیں لیکن معنوی نسبت ضرور ہے کیونکہ سانپ زہر کے باعث مہلک ہے اور مال بھی انسان کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔"(۱۲)

خلاصہ یہ کہ ملتان وہ خوش نصیب خطہ ہے جسے حضرت بہاء الدین زکریاؒ جیسے جید صوفی بزرگ اور عالم دین ملے۔ آپؒ کی خانقاہ ملتان میں وہ مرکز تھی جہاں نہ صرف ملتان بلکہ پورے ہندوستان اور دوسرے مقامات سے بزرگ اور صوفی اولیاء کرام آئے اور راہنمائی کے فیوض و برکات سمیٹ کر لے گئے اور پھر اس کو اگلی نسل کی طرف بڑھا دیا۔

حوالہ جات

۱۔ سید ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ج ۱، ص ۲۶۔

۲۔ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، مقالات دینی وعلمی، باہتمام احمد ربانی، لاہور، ص ۶۰-۲۵۹۔

۳۔ سید صباح الدین عبدالرحمان، مجالس صوفیہ، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ص ۱۰۵۔

۴۔ حوالہ سابق، ص ۱۰۵، فوائد الفواد، ص ۴۳۔

۵۔ آرنلڈ، دعوتِ اسلام، مترجم، ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف لاہور (۱۹۷۲ء) ص ۲۷۹۔

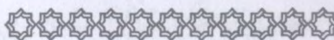
۶۔ مقالات، ص ۹۲۔ ۷۔ حوالہ سابق۔ ص ۱۰۶۔

۸۔ تذکرہ حضرت بہاء الدینؒ، ص ۷۰۔ ۹۔ مجالس صوفیہ، ص ۱۰۹-۱۰۸۔

۱۰۔ نور احمد فریدی، تاریخ ملتان، ج ۱، ص ۴۴-۱۴۳۔

۱۱۔ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ "سیارہ ڈائجسٹ اولیاء کرام نمبر (دسمبر ۱۹۸۶ء)، ج ۲، ص ۳۲۔

۱۲۔ تذکرہ حضرت بہاء الدینؒ، ص ۱۹۸۔



حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ

☆ ڈاکٹر روبینہ ترین

ملتان کے صوفیاء میں سب سے اہم حیثیت حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ ان کے مریدوں اور ہدایت یافتہ لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ دوسرے اس لیے کہ ان کو سیاسی طور پر اقتدار حاصل رہا اور ان کے تعلقات بادشاہوں اور حکمرانوں کے ساتھ رہے۔ یعنی آپؒ ان بزرگوں میں سے تھے جو مذہب اور سیاست کے ملاپ کے لیے حکمرانوں سے تعلقات قائم کیے رہے۔ اس طرح خود بھی سیاسی طور پر مقتدر رہے اور اپنے عہد کے عوام کو فائدہ بھی پہنچاتے رہے۔ بطور صوفی بھی ملتان میں ان کی ولایت قائم رہی۔ مختلف صوفیاء نے ملتان میں ان کی سربراہی اور ولایت کو قبول کیا۔ ملتان میں سہروردیہ سلسلے کے مؤسس اعلیٰ شیخ بہاء الدین زکریاؒ ۲۷ر رمضان المبارک ۵۶۶ھ کو ملتان کے نزدیک قصبہ کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے آباء واجداد کا تعلق قریشِ مکہ کے معزز قبیلہ "القریش الاسدی" سے تھا۔ آپ کے دادا شیخ کمال الدین علی شاہ مکہ معظمہ سے خوارزم آئے اور پھر وہاں سے ملتان تشریف لے آئے اور اسی علاقے میں ان کا سارا خاندان مقیم تھا۔

بہاء الدین زکریا نے ابتدائی تعلیم ملتان ہی میں حاصل کی۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید سات قرأتوں سے حفظ کر لیا تھا۔

> "شیخ بہاء الدین حفظ قرآنِ مجید با ہفت قرأت در کوٹ کروڑ از مولانا نصیر الدین بلخی حاصل کرد۔" (۱)

آپ ابھی دس سال کے تھے کہ والد فوت ہو گئے۔ اس کے بعد آپ خراسان تشریف لے گئے۔ سات برس تک وہاں علماء و مشائخ سے ظاہری و باطنی علوم کی تعلیم حاصل کی۔ پھر بخارا

☆ چیئر پرسن (ر) شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

گئے اور بہت سے اساتذہ سے فیض حاصل کیا۔ بخارا میں آپ تقریباً آٹھ برس تک رہے۔ اس دوران میں تحصیل علوم کے ساتھ ساتھ آپ نے کتب کا ذخیرہ بھی اکٹھا کیا۔ بخارا کے لوگ آپ سے متاثر ہوکر آپ کو ''بہاء الدین فرشتہ'' کہنے لگے تھے۔ بخارا کی تمام درس گاہوں سے علم حاصل کرنے کے بعد بیس برس تک سخت مجاہدے میں مصروف رہے، بخارا سے آپ مکہ گئے۔ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں حرمِ نبوی کے مجاور بنے۔ انہی دنوں میں آپ مولانا کمال الدین محمد یمنی سے حدیث کا درس لیتے رہے۔ سیر العارفین کے مطابق:

''جب حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے تمام علمِ حدیث مولانا (یمنی) سے پڑھ لیا اور اس میں کمال حاصل کرلیا تو مولانا نے حضرت کو اجازت نامہ لکھ کردے دیا اور حدیث کے درس دینے کی بھی اجازت دے دی۔ جیسا کہ محققین محدثین کی رسم ہے۔'' (۲)

پانچ برس مدینہ منورہ میں قیام کے دوران آپ اپنے استاد (مولانا یمنی) کے ساتھ ہر برس حج کے لیے مکہ جاتے رہے۔ مدینہ سے آپ بیت المقدس بھی تشریف لے گئے۔ وہاں انبیاء علیہم السلام کی قبروں کی زیارت کرنے کے بعد آپ بغداد گئے جہاں آپ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور:

''حضرت سلطان المشائخ کی صحبت وارادت کی برکت سے صرف سترہ روز میں یہ دولتِ جاودانی اور سعادت دوجہانی حاصل کرلی۔''

شیخ شہاب الدین سہروردی سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد مرشد کے حکم سے آپ ملتان شریف لے آئے اور یہاں دین اسلام کی خدمت شروع کردی۔ سفینۃ الاولیاء کے مطابق:

''ملتان کو جائے قیام بنانے کے بعد شیخ زکریاؒ نے طالبانِ حق کی ہدایت و ارشاد کی جانب بہت توجہ دی۔ اس شہر اور اطراف کے تمام لوگ آپ کے معتقد ہوگئے۔'' (۲)

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ملتان میں ایک ایسا علمی و دینی مدرسہ قائم کیا جس کے فارغ التحصیل اور تربیت یافتہ علماء، مبلغین اور واعظین نے نہ صرف برصغیر کے

کونے کونے میں بلکہ بیرون ملک یعنی جاوا، سماٹرا، انڈونیشیا، فلپائن، خراسان اور چین تک اسلام کی روشنی پھیلائی۔ یہ مدرسہ ایک ''اقامتی یونیورسٹی'' کی سی حیثیت رکھتا تھا، جہاں ہر ملک کے فاضل جمع تھے۔ ان کا کام تدریس دینا تھا، انہیں معقول مشاہرہ ملتا اور ان کے رہنے سہنے کا انتظام بہت عمدہ تھا۔ طالب علموں کے رہنے اور کھانے پینے کا بھی معقول انتظام تھا۔ اس درس گاہ میں دو شعبے تھے۔ ایک کا کام علماء پیدا کرنا اور دوسرے کا مبلغین اور واعظین کی جماعت تیار کرنا تھا۔ مبلغین کو دوسرے ممالک میں تبلیغ اسلام کے لیے بھجوایا جاتا تھا۔ اس لیے انہیں ان ممالک کی تہذیب و ثقافت اور زبان کے بارے میں خاص طور پر تعلیم دی جاتی تھی تاکہ انہیں تبلیغ میں دقّت پیش نہ آئے۔ جب یہ مبلغین اور واعظین روانہ ہونے لگتے تو انہیں سامانِ تجارت دیا جاتا تاکہ وہ اپنی روزی کا وسیلہ خود بنیں۔

ڈاکٹر شمیم محمود زیدی لکھتی ہیں:

> ''شیخ بہاء الدین زکریاؒ واعظوں اور مبلغین کے مختلف گروہ سندھ، مکران، کشمیر، دہلی اور افغانستان کی طرف تبلیغ کے لیے روانہ فرماتے تھے۔ یہ گروہ سال کے خاتمے پر واپس آکر اپنی کارکردگی کی رپورٹ حضرت کے سامنے پیش کرتے۔ حضرت ان کو ضروریات زندگی اور خرچ کے لیے تجارت کا سامان دیتے تاکہ وہ اس کے ذریعے گزر بسر کریں۔''(۴)

ان لوگوں کو سفر کی مشکلات اور خطرات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے گھڑ سواری، تلوار بازی، تیراندازی اور نیزہ بازی کی باقاعدہ تربیت دی جاتی تھی۔ گویا اس مدرسے کے فارغ التحصیل علماء اور مبلغین دین و دنیا اور ظاہر و باطن کی امتزاجی تربیت سے مکمل انسان بن جاتے تھے۔(۵) یہاں کے تربیت یافتہ علماء نے مختلف جگہوں میں مدارس قائم کیے، جنہیں خانقاہوں کا نام دیا جاتا تھا۔

مولانا نور احمد فریدی کے مطابق:

> ''ان میں ملتان کے مرکزی تبلیغی یونیورسٹی کے نصاب کے مطابق انسانی کمال اور روحانی جلال کے حصول و عروج کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ ایسے روحانی سنٹر پنجاب اور سندھ کے چپہ چپہ پر قائم تھے۔''(۶)

اس مدرسے میں مختلف فنون کی تعلیم بھی دی جاتی تھی، مثلاً خطاطی اور جلد سازی کا کام سکھایا جاتا تھا۔ علامہ عتیق فکری کے بیان کے مطابق:

"محمد بلخی خطاط اس زمانے میں ملتان میں موجود تھا اور اس کے کئی اہلِ ملتان میں سے شاگرد تھے ____ غوث بہاء الدین زکریا کے زمانے میں نستعلیق خط کو بڑا عروج ہوا۔ (۷)

یہ مدرسہ کم وبیش ساٹھ سال تک خود حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں چلتا رہا اور علامہ عتیق فکری کے مطابق:

"آپ نے جو نظامِ تعلیم رائج کیا تھا، اس کا درس قریباً دو صدی تک ملتان میں جاری رہا۔" (۸)

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ خود بھی درس فرماتے تھے۔ ڈاکٹر شمیم محمود زیدی لکھتی ہیں:

"شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ منبر پر بیٹھ جاتے اور قرآن حکیم کی تفسیر بیان فرماتے اور حدیث کی تدریس کرتے۔ کبھی کبھی پچھلے بزرگوں کے اقوال، حکایات اور اشعار سے بھی استفادہ کرتے۔" (۹)

منشی عبدالرحمان کی تصنیف "آئینہ ملتان" میں اس مدرسے کے تعارف کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ:

"یہ سلسلہ سہروردیہ کا ملتان میں سب سے پہلا مدرسہ عالیہ تھا، جو حضرت بہاء الدینؒ نے تعلیمِ دین و دنیا کے لیے قائم کیا تھا۔ یہ موجودہ خانقاہ کے ساتھ واقع تھا۔ آپ بہ نفس نفیس اس میں درس دیا کرتے تھے ____ اس مدرسہ کے کتب خانے کا شہرہ ہندوستان میں دور دراز تک پہنچ چکا تھا۔ وہاں سے ہر شعبۂ حیات کے لوگ اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لیے ملتان کھنچے چلے آتے تھے۔ اس دور میں علومِ اسلامیہ کی تدریس میں نمایاں تبدیلیاں ہوئیں۔ فقہ اور اُصولِ فقہ کے ساتھ منطق اور معمول کی کتابیں بھی داخل نصاب کر دی گئیں۔ یہ مدرسہ اور کتب خانہ لنگاہ خاندان کے زمانہ میں مرزا حسین ارغوانی کے حملہ ملتان میں تباہ ہو گیا۔ اس کے رہے سہے آثار سکھوں نے مٹا دیئے۔" (۱۰)

حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی کی دیکھا دیکھی ناصر الدین قباچہ نے بھی ملتان میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس نے علامہ قطب الدین کاشانی کو کاشان سے بلا کر اس مدرسے کا مہتمم مقرر کیا۔ اس مدرسے کا نام ''دارالعلوم'' تھا اور یہ ''مدرسہ بہائیہ'' کے مقابلے میں قائم کیا گیا تھا۔ اس مدرسے میں منطق، فلسفہ اور علم الکلام کی تعلیم دی جاتی تھی۔ طلبہ کی ایسی خاصی تعداد تھی جن کے قیام و طعام کا انتظام سرکار کرتی تھی۔ اس کے لیے الگ عمارت تعمیر کی گئی۔ کاشانی کے بعد مولانا وجیہ الدین اس مدرسے کے نگرانِ اعلیٰ مقرر ہوئے۔(۱۱)

بہاء الدین زکریاؒ جس زمانے میں ملتان میں تبلیغ و اشاعت کا کام کر رہے تھے، ان دنوں ناصر الدین قباچہ ملتان کا حاکم تھا جو کہ ایک ترکی پہلوان اور جلاّد تھا۔ لیکن ترقی کرتے کرتے سلطان قطب الدین ایبک کے زمانے میں حاکمِ ملتان مقرر ہوا۔ دوسری طرف قطب الدین ایبک نے شمس الدین سے خوش ہو کر اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا اور دہلی کا سلطان بنایا اور ناصر الدین قباچہ کو اس کی نگرانی میں دیا۔ قباچہ اس کو پسند نہ کرتا تھا اور التتمش کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتا۔ اس نے کوشش کی کہ بغاوت کر کے خود مختار ہو جائے۔ بہاء الدین زکریاؒ کو اس کی سازش کا علم ہو گیا۔ آپ التتمش کو اس کے زہد و تقویٰ کے باعث بہت پسند کرتے تھے چنانچہ آپ نے اور ملتان کے قاضی شرف الدین نے اس بارے میں التتمش کو خط بھیجا۔ لیکن وہ دونوں خط قباچہ کے ہاتھ لگ گئے۔ قباچہ نے دونوں کو طلب کیا۔ قاضی شرف الدین کو تو اسی وقت قتل کروا دیا۔ لیکن بہاء الدین زکریاؒ کو سامنے بٹھا کر خط پڑھ کر سنایا گیا۔ خط سُن کر آپ بالکل نہ گھبرائے اور فرمایا کہ:

''جو کچھ میں نے اس میں لکھا ہے وہ حکمِ خدا سے لکھا ہے۔ تو کیا کر سکتا ہے؟'' (۱۲)

قباچہ نے یہ سن کر معذرت کی اور آپ کو رخصت کر دیا۔ بعد میں سلطان شمس الدین التتمش نے آپ کو ''شیخ الاسلام'' مقرر کیا۔

بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے اپنی ساری عمر لوگوں کی فلاح اور رشد و ہدایت کے لیے وقف کر دی، آپ کے پاس بہت دولت تھی، جسے آپ اپنے علاوہ لوگوں پر خرچ کرتے رہتے تھے، خود بھی آرام دہ زندگی گزارنے کے قائل تھے۔ ''گلزار فریدی'' میں لکھا ہے:

''ایک دفعہ حسن نامی قوال حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کی اجازت سے

ملتان آیا اور حضرت غوث بہاء الحق زکریا ملتانیؒ کی زیارت کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب وہ اندر پہنچا تو دیکھا کہ حضرت مخدوم بہاء الدین زکریاؒ سنہری مرصع اور قاقم وسنجاف کے بنے ہوئے پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ سونے چاندی کے شاہانہ ظروف کھڑکیوں میں رکھے تھے۔ غرض یہ کہ سوائے سونے، چاندی اور جواہرات کے کوئی دوسری چیز نظر نہ آتی تھی، حسن قوال حیران ہوگیا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ درویش تو "الفقر فخری" کا قائل ہوتا ہے، جیسا کہ جناب گنج شکرؒ ہیں کہ ان کے گھر میں سوائے بوسیدہ اور پرانے بوریا کے کچھ بھی نہیں۔" (۱۳)

بزم صوفیہ میں ہے کہ ایک مرتبہ ناصر الدین قباچہ کے عہد میں ملتان میں سخت قحط پڑا۔ بہاء الدین زکریاؒ کے لنگر خانے میں بہت سا اناج پڑا تھا۔ اس نے بہاء الدین زکریاؒ سے کچھ گندم مانگی تو آپ نے فرمایا کہ اپنے نوکروں کو بھیج کر فلاں گودام سے گندم اُٹھوالیں۔ قباچہ کے نوکر جب گندم لے گئے تو اس میں نقرئی سکوں کے سات کوزے برآمد ہوئے۔ قباچہ نے وہ کوزے بہاء الدین زکریاؒ کو بھجوا دیئے۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ ہمیں ان کوزوں کا پہلے سے علم تھا، اس لیے گندم ے ساتھ یہ چاندی کے کوزے بھی بخش دیئے تھے۔ (۱۴) لوگوں کو کھلانے پلانے کے علاوہ مشکل وقت میں بھی آپ اہلِ ملتان کے کام آئے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے:

"جب منگول ملتان میں داخل ہوگئے اور برج اور مورچے گرا کر شہر میں قتل و غارت شروع کرنے کو تھے تو حضرت مخدوم العالم شیخ بہاء الدین زکریاؒ ایک لاکھ درہم نقد لے کر پہنچے اور منگولوں کو یہ رقم ادا کر کے شہر کو ان کی تباہی سے بچایا۔" (۱۵)

آپ کے خلفاء بڑی تعداد میں ہیں۔ ان مشہور فخر الدین عراقیؒ اہم ہیں جو آپ کے داماد ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ سہروردی کے بھانجے بھی تھے۔ اس کے علاوہ جلال الدین سرخ بخاری، شیخ کبیر الدین عراق، لعل شہباز قلندر، نواب موسیٰ، خواجہ حسن افغان، خواجہ کمال الدین، مسعود شیروانی، خواجہ فخر الدین گیلانی، شاہ عالم رحمہم اللہ کے علاوہ پنجاب وسندھ کے بہت سے صوفی بزرگ آپ کے عقیدت مند تھے۔

بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے طویل عمر پائی تھی۔ انہوں نے کئی سلاطین کا زمانہ دیکھا۔ ۱۳آپ نے ۷/صفر المظفر ۶۶۱ھ بروز منگل اپنے حجرے میں وفات پائی۔ شیخ عمر عمروی نے آخری غسل دیا اور نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے صدر الدین عارفؒ نے پڑھائی۔ آپ کے وصال کا ذکر مؤرخین اس طرح کرتے ہیں کہ آپ حسبِ معمول نماز ظہر کے بعد حجرہ میں عبادت میں مشغول تھے۔ باہر آپ کے صاحبزادے صدر الدین عارفؒ خانقاہ اور حجروں کا جائزہ لے کر آپ کے حجرے کی طرف آرہے تھے کہ ایک نورانی صورت بزرگ نے سبز رنگ سربمہر لفافہ آپ کو دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے شیخ الاسلام کی خدمت میں پہنچا دیں۔ آپ یہ خط شیخ الاسلام کی خدمت میں پہنچا کر واپس آئے تو قاصد موجود نہ تھا۔ شیخ صدر الدین عارفؒ جلدی سے واپس اندر آگئے تو چاروں طرف یہ آوازیں آرہی تھیں "دوست بدوست رسید" آپ نے گھبرا کر شیخ الاسلام کی جانب دیکھا تو آپ کا سر سجدے میں تھا اور روح قفسِ عنصری کر چکی تھی۔ آپ کا مزار ملتان قلعہ پر واقع ہے اور سال بھر ملک کے کونے کونے سے عقیدت مند حاضر ہو کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ بحوالہ "منبع البرکات" (تذکرہ حقانیہ) قلمی نسخہ، ص ۴۵، مؤلف شیخ شرف الدین قریشی،

۲۔ بحوالہ "سیر العارفین" ص ۱۴۵

۳۔ سفینۃ الاولیاء دارالشکوہ، ص ۱۵۱۔ سفینۃ الاولیاء، فارسی (قلمی نسخہ)، ص ۲۷،

۴۔ بحوالہ احوال و آثار، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ وخلاصۃ العارفین (فارسی) ص ۴۷۔

۵۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے (الف) نقش ملتان ص ۴۴۹ تا ۴۵۸
(ب) تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، ص ۷۱ تا ۷۵

۶۔ بحوالہ "تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ"، ص ۴۷

۷۔ بحوالہ "نقش ملتان"، ص ۴۵۴ ۸۔ ایضاً۔۔۔۔، ص ۴۵۵

۹۔ بحوالہ "احوال و آثار، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ"، وخلاصۃ العارفین"، ص ۳۶۔

۱۰۔ بحوالہ "نقش ملتان"، جلد اول ص ۴۵۵

۱۱۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے (الف) آئینہ ملتان، ص ۲۱۰ (ب) بزم مملوکیہ، ص ۶۰

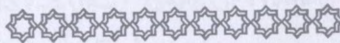
۱۲۔ (ا) فوائد الفواد (فارسی) جلد چہارم، ص ۱۲، میں لکھا ہے کہ " من ہرچہ نوشتہ ام حق نبشتہ ام

واز حق بنشته ام تو ہرچہ خواہی بکن تو خود چہ توانی کردبدست تو چیست"

۱۳۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے (۱) تذکرہ بہاء الدین زکریا ملتانی، ص ۱۸۲ (۲) اولیائے ملتان از بشیر حسین ناظم، ص ۱۷-۱۸۔

۱۴۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے (۱) "بزم صوفیہ" ص ۹۴۔ مطبوعہ معارف اعظم ۱۹۴۹ء (۲) فوائد الفواد، ص ۴۱۸-۴۱۹۔

۱۵۔ بحوالہ "آب کوثر" ص ۲۵۸۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے تذکرہ بہاء الدین زکریا ملتانی"، ص ۲۹۹۔ جبکہ مولوی محمد شفیع نے آٹھویں صدی ہجری کے مؤرخ سیفی ہروی کی کتاب "تاریخ نامہ ہرات" طبع کلکتہ، ص ۱۵۷ کے حوالے سے لکھا ہے کہ "شیخ الاسلامؒ حاکم ملتان کی طرف سے تاتاریوں سے بات چیت کرنے کے لیے گئے تھے اور یہ طے کیا کہ تاتاریوں کو حاکم شہر لاکھ دینار دے دے تو وہ شہر سے چلے جائیں گے۔ دوسرے دن شیخ الاسلامؒ لاکھ دینار لے کر شہر سے باہر آئے مگر یہ نہیں کہا کہ یہ رقم وہ اپنے خزانہ سے لائے۔ بحوالہ: "مقالات دینی و علمی" (جلد اوّل)، ص ۳۶۳۔ علامہ عتیق فکری کا بیان ہے کہ: "ملتان کے عوام کو تباہی سے بچانے کے لیے آپ نے یہ رقم اپنے ذاتی خزانے سے ادا کی اور ملتان کو تاتاریوں کی غارت گری سے بچالیا۔" [بحوالہ نقش ملتان، جلد اول ص ۴۵۸]



حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے افکار کی روشنی میں دین و دنیا کی یکجائی کا تصور اور اس کے تقاضے

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن عارف

علامہ اقبال نے اپنے پانچویں خطبے میں نبی اور صوفی کے مابین فرق کرتے ہوئے کہا ہے:

"محمد ﷺ عربی برفلك الافلاك رفت و باز آمد والله اگر من رفتمے هرگز باز نیامدے" (۱)

''محمد ﷺ فلک الافلاک پر تشریف لے گئے اور واپس آ گئے، اللہ کی قسم اگر میں گیا ہوتا تو کبھی واپس نہ آتا''۔

اس کے بعد حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے صوفیائے کرام اور انبیاء علیہم السلام کے سوچنے کے انداز میں جو فرق ہے، اسے واضح کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صوفی کی سوچ اپنی ذات تک محدود ہوتی ہے جبکہ نبی کی سوچ پوری امت تک وسیع ہوتی ہے۔(۲)

علامہ اقبال کا مقام بہت بلند ہے۔ اور ان کی فکری پختگی اور تحقیق کے اعلیٰ مقام و مرتبے میں بھی شبہہ نہیں ہوسکتا، لیکن اس کے باوجود یہ کہنا بجا ہوگا کہ انہوں نے ''صوفی اور نبی'' میں فرق کرتے ہوئے جو کچھ تحریر کیا ہے اس سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا.

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں دو چار نہیں بلکہ بیسیوں ایسے صوفیائے کرام گزرے ہیں، جنہوں نے ''العلماء ورثة الانبياء'' (علماء نبیوں کے وارث ہیں) کا مصداق بنتے ہوئے انہی کے منہج پر نہ صرف یہ کہ لوگوں کی تعلیم و تربیت فرمائی، بلکہ انبیاء علیہم السلام ہی کے مشن کو جاری و ساری رکھا...... اور اپنے قول و فعل سے انہی کی تعلیمات کو عام کیا، جن کی خوشبوؤں سے زمین معطر ہوئی اور فضاؤں میں روشنیاں بکھریں۔ ان سے ایمانی قوتوں کو قوت و طاقت ملی اور شیطانی طاقتوں کو ہزیمت

☆۔ (ر) شعبہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

عطا ہوئی۔ شیخ الاسلام خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی ذات بھی علمائے کرام کے اسی پاکیزہ اور بابرکت سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ:

"فضل العالم علی العابد لفضلی علی ادنا کم..."

''ایک عالم کی عبادت گزار شخص پر فضیلت واہمیت ایسے ہی ہے، جیسے تم میں سے کسی ادنی شخص پر میری فضیلت ہے۔'' (۳)

شیخ الاسلامؒ کے مختصر حالات زندگی:

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کے جد بزرگوار کمال الدین شاہ قریشی مکہ مکرمہ سے خوارزم آئے اور پھر وہاں سے نقل مکانی کر کے ''قبۃ الاسلام'' ملتان میں سکونت اختیار کی......ان کے صاحب زادے شیخ وجیہہ الدین محمد قریشی تھے، جن کی شادی ''کوٹ کروڑ'' نامی قصبے میں ہوئی۔ جو موجودہ تنظیمی اعتبار سے ضلع لیہ میں واقع ہے اور اس وقت ریاست دیپالپور کے ضلع مظفر گڑھ میں واقع ایک قصبہ تھا۔ یہاں اب ایک ریلوے سٹیشن بھی واقع ہے۔

مولانا حسام الدین ترمذی مولانا کے سسر تھے، جو اسی زمانے میں خراسان سے ہجرت کر کے یہاں آئے تھے۔ کوٹ کروڑ ہی میں شیخ الاسلام خواجہ بہاء الدین زکریاؒ ملتانی نے شب جمعہ لیلۃ القدر بوقت صبح ۲۷ رمضان المبارک ۵۶۶ ھ/ ۳ جون ۱۱۷۱ء کو جنم لیا۔ (تاریخ پیدائش کے متعلق اور بھی کوئی روایات ہیں)۔ شیخ عبدالحق محدث دھلوی نے آپ کی تاریخ پیدائش ۵۶۰ھ/۱۱۶۵ء لکھی ہے۔ (۴)

شیخ الاسلامؒ کی عمر بھی محض بارہ برس تھی کہ وہ اپنے والد محترم کے سائے سے محروم ہو گئے۔ (۵)...... آپ بچپن سے ہی ذہین و فطین واقع ہوئے تھے۔ اور دینی تعلیم سے محبت ورثے میں ملی تھی......جس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ آپؒ نے قرآن مجید ہفت قراءتوں کے ساتھ ابتدائی عمر میں حفظ کر لیا تھا......اور پھر والد صاحب کی وفات کے بعد خراسان چلے گئے، جو اس دور میں مسلم تہذیب و ثقافت کا مرکز ہی نہیں، بلکہ اسلامی علوم و فنون کا بھی منبع و مصدر بھی تھا۔ یہاں آپ سات سال تک ظاہری اور روحانی تعلیم و تربیت کے حصول میں مشغول رہے۔ اور پھر وہاں سے بخارا گئے، اور کامل انہاک کے ساتھ، تحصیل علمی میں مشغول رہے۔ (۶)

شیخ الاسلامؒ جن دنوں بخارا میں مصروف تعلیم تھے، ان دنوں، ان کے ورع و تقویٰ اور روحانی پاکیزگی کا یہ عالم تھا کہ وہاں کے لوگ انہیں، ''بہاء الدین فرشتہ'' کہتے تھے، مؤرخین نے لکھا ہے

کہ اس دور میں خراسان یعنی غزنہ بلخ، ہرات، سرخس، بسطام اور دامغان، وغیرہ کے شہروں میں علم و حکمت کے دریا بہتے تھے اور ان شہروں کی خاک سے سیکڑوں قدر آور علمائے کرام نے جنم لیا اور اپنے علم و فضل سے ہزاروں شاگردوں کو سیراب کیا۔ انہی علماء کی شہرت شیخ الاسلام کو وہاں لے گئی تھی، جبکہ بخارا...... تو صدیوں، علوم اسلامیہ کا...... مشہور ترین مرکز رہا اور اس کی خاک سے، امام محمد بن اسماعیل البخاری، سمیت ہزاروں علماء اٹھے اور انہوں نے اسلامی علوم فنون کی ترویج واشاعت میں بنیادی کردار ادا کیا...... (۷)

شیخ الاسلامؒ نے جب یہاں کی دانش گاہوں سے تحصیل علم سے فراغت پائی۔ تو مزید علوم کی تحصیل اور حج وعمرہ کی ادائیگی کے لیے، مدینہ منورہ تشریف لئے گئے۔ جہاں آپ نے پانچ برس قیام کیا...... اور اس دور کے ایک معروف بزرگ مولانا کمال الدین محمد الیمنی سے علم الحدیث کی تعلیم حاصل کی...... ان پانچ برسوں میں آپ ہر سال حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے مکہ مکرمہ بھی جاتے رہے۔ پانچ برس کے بعد آپ کو اپنے استاد محترم کی طرف سے نہ صرف تکمیل حدیث کا تمغہ ملا، بلکہ حدیث کی تدریس کا اجازۃ بھی حاصل ہوا۔ (۸)

بعدازاں آپ مسجد اقصیٰ کی زیارت کے لئے القدس الشریف گئے اور وہاں کچھ عرصہ مقیم رہ کر بیت المقدس کی اور انبیاء علیہم السلام کے مزارات کی زیارت کی، پھر شیخ شہاب الدین سہروردی سے روحانی علوم میں فیض حاصل کرنے کے لیے بغداد چلے گئے اور ان ہی کے مرید ہو گئے (۹)۔۔۔۔ شیخ نظام الدین بداؤنی۔۔۔۔ کی روایت کے مطابق، آپ صرف سترہ دن وہاں مقیم رہے اور اپنے پیرو مرشد سے خرقۂ خلافت پایا اور شیخ نے آپ کو آپ کے آبائی وطن ملتان میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ روایات کے مطابق شیخ جلال الدین تبریزی بھی ہندوستان آنے کی اجازت لے آپؒ کے ہمراہ آئے۔ مگر وہ خراسان میں ٹھہر گئے۔ مگر شیخ بہاء الدین۔۔۔۔ حسب حکم۔۔۔۔ ملتان پہنچے اور پھر باقی تمام زندگی یہیں بسر کردی۔ (۱۰)

ملتان کا تہذیبی اور سیاسی پس منظر:

ملتان۔۔۔۔ برعظیم پاک و ہند کے ان شہروں میں سے ایک ہے جن کی تاریخ بلا مبالغہ ہزاروں سال پرانی ہے۔۔۔۔ مسلمانوں سے اس کی قسمت ۹۳ھ/۷۱۲ء سے وابستہ ہے۔ جب حضرت محمد بن قاسمؒ نے اسے فتح کر کے اسلامی قلمرو میں شامل کیا۔

سلطان محمود غزنوی کے دور تک ملتان مختلف قسمت آزماؤں کا مرکز بن گیا تھا اور خلافت عباسی سے بھاگنے والوں کے لیے، ایک اہم ترین پناہ گاہ کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ حتیٰ کہ سلطان محمود غزنویؒ کے زمانے میں یہ شہر باطنی فرقے کے ترکتازیوں کا ایک اہم مرکز بن گیا تھا۔ یہاں ہندوؤں کا ایک متبرک بت تھا، اور روایت کے مطابق اسی بت (مولتان) کے نام پر، اس شہر کا یہ نام رکھا گیا۔ ہندو اس بت کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔ اس بت کا طول سات ہاتھ تھا، اور یہ گنبد کے درمیان معلق تھا، اس لیے کہ اسے چاروں طرف سے مقاطیسی پتھر اپنی کشش میں لیے ہوئے تھے۔۔۔۔ اہل ہند بری اور بحری راستے سے اس کی زیارت کے لیے آتے تھے۔۔۔۔ یہ نامور جغرافیا نگار المسعودی کا بیان ہے دوسرے جغرافیا دانوں نے بھی اسی طرح کے حالات لکھے ہیں۔ مذہبی اعتبار سے اس وقت ملتان میں مخلوط معاشرہ تھا، یہاں ہندوؤں کی بھی خاصی بڑی تعداد آباد تھی.

کچھ عرصے سے یہ علاقہ فاطمی داعیوں کی شبانہ روز جدو جہد کے باعث باطنی اور قرامطی فرقے کی ترکتازیوں کا مرکز بن گیا تھا۔ یہ صورت حال اس قدر خطرناک ہوگئی، جلد ہی ان لوگوں نے اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں ملتان قرامطی تحریک کا ایک عظیم مرکز بن گیا تھا، جس کے اثرات آس پاس کے ملکوں پر بھی پڑھ رہے تھے۔ اسی لیے سلطان محمود غزنویؒ نے بذات خود اس تحریک کا قلع قمع کرنے کی ضرورت محسوس کی اور ہندوستان کے جن مقامات پر اس نے خصوصی توجہ دی، اور ان پر حملے کر کے، وہاں کے حکمرانوں کی طاقت اور قوت کو کچلا، ان میں ملتان بھی شامل تھا.

سلطان محمود غزنویؒ نے یہاں موجود قرامطیوں کی طاقت کو کچل ڈالا (۱۰) برسوں بعد ایک مستحکم سنی ریاست قائم کی، مگر سلطان محمود غزنوی کے انتقال ۱۰۳۰ء کے بعد، اس کے بیٹے سلطان مسعود نے دوبارہ ابوالفتح داؤد القرمطی کو رہا کر کے، اسے شہر کا دوبارہ حاکم بنا دیا، جس کی بنا پر اس فرقے نے دوبارہ قوت پیدا کر لی۔ اسی لیے سلطان شہاب الدین محمد غوری، نے ۱۱۹۲ء میں دوبارہ ملتان پر حملہ کر کے اس فرقے کا قطعی طور پر خاتمہ کر دیا۔۔۔۔ (۱۱)

۱۲۱۰ء سے ۱۲۲۷ء تک ملتان اور سندھ پر ناصر الدین قباچہ کی حکومت رہی۔ جو محمد غوری کا ایک معتمد غلام اور قطب الدین ایبک کا داماد تھا۔ وہ بہت زیرک اور صاحب تدبیر شخص تھا۔ اسی کے دور میں، مغل جرنیل طرطائی نے بھیرہ پہنچ کر ملتان پر حملے کے لیے تیاری کی۔ مغلوں کی فوج بلا نامی جرنیل کے زیر کمان تھی، قباچہ نے زر کثیر ادا کر کے اس مصیبت سے نجات حاصل کی۔ ۱۱۲۷ء میں سلطان التمش

نے ملتان پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا اور اسے سلطنت دہلی میں شامل کر لیا۔۔۔۔اس کی بیٹی سلطانہ رضیہ کے زمانے میں ملتان پر دوبارہ حملہ ہوا اور سلطانہ نے فتح کے بعد بخشش اور انعام میں قریشی گردیزی خاندانوں کو جاگیریں دیں۔ ۶۵۸ھ/۱۲۵۷ء میں مغلوں نے ملتان پر دوبارہ حملہ کیا اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی نے ایک لاکھ طلائی دینار دیگر شہر کو مغلوں کی تباہ کاریوں سے بچایا۔ (۱۲)

اس کے علاوہ مسلمانوں کے دار الخلافۃ بغداد سے دور ہونے کے باعث یہاں نہ صرف یہ کہ اسلام کی اشاعت محدود تھی، بلکہ مسلمان بھی کئی طرح کی رسوم و بدعات کا شکار تھے۔۔۔۔یہ وہ حالات تھے، جب خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ کی جانب سے، شیخ الاسلام خواجہ بہاء الدین زکریاؒ کو اس شہر میں کام کرنے کا حکم ملا اور شیخ الاسلامؒ نے اپنی بقیہ عمر اسی حکم کی تعمیل و تکمیل میں صرف کر دی اور ملتان جیسے شہر کو ''قبۃ الاسلام'' بنا دیا۔

خواجہ شیخ الاسلامؒ کی خدمات و تعلیمات پر ایک نظر:

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی اس علاقے میں جو خدمات ہیں، انہیں اس مختصر سی تحریر میں ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علم روحانیہ اور فیوض باطنیہ میں بہت بلند مقام عطا فرمایا تھا۔ آپ نے ہزاروں لوگوں کو دولت اسلام عطا کرنے کے ساتھ ساتھ، لوگوں کی اخلاقی تعلیم و تربیت بھی فرمائی۔ آپ کا شمار ان بزرگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ہندوستان میں دعوت و ارشاد کے طریقے کی بالعموم اور سلسلۂ سہروردیہ کی بالخصوص بنیاد رکھی۔ جیسا کہ اوپر گزرا، آپ بلا واسطہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ اور آپ کے فیض تربیت یافتہ تھے اور دینی علوم و فنون میں، درجۂ کمال پر فائز تھے۔ تاہم آپ کی خدمات کے بعض پہلو ایسے ہیں، جو آپ کو دوسرے صوفیائے کرامؒ سے ممتاز کرتے ہیں اور جن پر عصر حاضر میں خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

دور حاضر کے بہت سے محققین۔۔۔۔۔ ''اسلامی تصوف کے ڈانڈے یونانی اور ہندی تصوف سے ملاتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا تصوف مکمل طور پر یونانیوں اور ہندوؤں کے تصوف سے مستعار لیا گیا ہے۔ اور اس ضمن میں وہ ایسے فلسفیوں کا بھی حوالہ دیتے ہیں، جن کے ساتھ شروع میں ''صوفی'' کا لفظ استعمال کیا گیا۔۔۔۔اس سلسلے میں نام کے علاوہ، ان کا جس امر سے، استدلال ہے، وہ تصوف کی دنیا میں درآمد کیے جانے والے ایسے تصورات وعقائد سے ہیں، جن میں ''نفس کشی'' کے لیے۔۔۔۔جسمانی ریاضتوں پر زور دیا گیا ہے۔۔۔۔اور کچھ ایسے طریقوں کی

تعلیم دی گئی ہے جن سے ہندوؤں، بدھستوں اور عیسائیوں کے تصور ''رہبانیت'' یا ترک دنیا کے نظریے کی بو آتی ہے۔(۱۳)

جبکہ قرآن وسنت میں اسراف وتبذیر سے منع کرتے ہوئے دنیوی آسائشوں سے استفادے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے، بلکہ رہبانیت اور ترک دنیا کی ممانعت کرتے ہوئے جائز اور قانونی طریقوں سے دنیا کمانے کا حکم دیا گیا ہے اور خاندانی زندگی اختیار کرنے کو، انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ بعض صوفیائے کرام کے ہاں اس بارے میں بہت سختی روا رکھی گئی ہے۔

ہمارے خیال کے مطابق ان کی یہ تحقیق درست نہیں ہے۔ اور انہیں اس بارے میں مکمل طور پر ٹھوکر لگی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیائے اسلام میں ایسے صوفیا بھی گزرے ہیں۔ جن کے ہاں خاندانی زندگی سے بے رغبتی پر زور دیا گیا ہے اور یہ بات بھی درست ہے کہ تصوف کا یہ مخصوص نام اس وقت سامنے آیا۔ جب اسلامی دنیا میں یونانی اور ہندی کتابوں کے تراجم ہوئے۔ اور ان تراجم کے تحت نت نئی بحثوں اور نت نئے فلسفوں کا آغاز ہوا۔ مگر یہ بات درست نہیں ہے کہ علم تصوف مکمل طور پر، ایک ''بدیسی'' علم ہے۔۔۔۔ اس لیے کہ مسلمانوں کا ''علم التصوف'' مکمل طور پر قرآن سنۃ پر مبنی ایک پاکیزہ علم ہے جبکہ ہندوؤں اور یونانیوں کا ''علم التصوف''۔۔۔۔ ان کے اپنے فرسودہ خیالات اور معاشرے کے احساس محرومیت کا شکار لوگوں کا خیالات کا مجموعہ ہے۔۔۔۔ دراصل تصوف شروع ہی سے موجود تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔۔۔۔ اس کا عملی نمونہ تھے، جیسا کہ حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصوف کے موضوع پر مبنی شہرۂ آفاق کتاب ''کشف المحجوب'' میں کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

''اس وقت تصوف ایک حقیقت تھا، بغیر نام کے اور اس وقت تصوف ایک نام ہے۔ بغیر حقیقت کے۔'' (۱۴)

ہمارے بہت سے مفسرین نے۔۔۔۔ اسلامی تصوف کو قرآن وسنت کی اصطلاح، احسان کی تعبیر وتشریح قرار دیا ہے، (۱۵) جس کے متعلق حدیث جبریل میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: احسان کیا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قال ان اتعبد الله کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک، (۱۶)

"احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی ایسے عبادت کرے، جیسے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔اس لیے کہ اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا، تو اللہ تعالیٰ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔۔۔۔"

حدیث جبریل علیہ السلام کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جو روایت کی ہے اس میں ہے:

کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان تعمل لله کانک تراہ۔۔۔۔(۱۷)**

یعنی یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کے لیے ایسے عمل کرے، جیسے کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے،۔۔۔۔

غور کیا جائے تو اسی کا نام تصوف ہے۔۔۔۔اور یہی تصوف کی روح ہے.

پھر قریب قریب حدیث کی ہر کتاب میں "کتاب الزھد" کے نام سے ایسی احادیث موجود ہیں۔جن میں دنیا سے بے رغبتی کا درس دیا گیا ہے۔۔۔اور آخرت کی طرف توجہ مبذول کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

ان امور پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام دنیا داری سے منع نہیں کرتا، بلکہ اس میں اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیتا ہے اور یہی بات مسلمانوں کے علم التصوف کو دوسری اقوام کے اسی نام کے فلسفوں سے جدا کرتی ہے اور پھر مسلمانوں کی تاریخ میں بیسوں ایسے صوفیا اور علماء گزرے ہیں جنہوں نے اسلام کے انہی تصورات کو پیش کیا اور اسی کے ذریعے عوام وخواص کی اخلاقی اور روحانی تعلیم وتربیت فرمائی۔

اس پس منظر میں جب ہم شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی تعلیمات کو دیکھتے ہیں تو وہ اسی اسلامی تصور کی آئینہ دار نظر آتی ہیں۔۔۔۔حضرت شیخ الاسلامؒ۔۔۔۔ اسلام کی اصل تعلیمات اور اس کی روح کے مطابق نہ صرف دین ودنیا کی یک جائی کے قائل تھے، بلکہ اس پر بذات خود عامل بھی تھے۔۔۔۔ان کے تمام سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کا اپنے دور کے مال دار ترین لوگوں میں شمار ہوتا تھا، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ان کے حالات میں رقمطراز ہیں.

> "شیخ الاسلام ایسے مستغنی اور شاکر تھے کہ اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ فرمایا: **واٰتینہ فی الدنیا حسنة وانه فی الآخرة لمن الصالحین۔۔۔۔" (۱۸)**
>
> "اور ہم نے انہیں دنیا میں بھلائی عطا کی اور وہ آخرت میں بھی نیکو کاروں میں سے ہوں گے۔۔۔۔" ان پر صادق آتا ہے.

آپ کے ہم عصر ایک شیخ نے آپ فقر وغنا کے بارے میں گفتگو کی، تو آپ نے ارشاد فرمایا

کہ دنیا اپنے تمام اسباب کے ساتھ کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ **قل متاع الدنیا قلیل** (آپ فرما دیجیے کہ دنیا کا سامان بہت کم ہے) اور ظاہر ہے کہ اس تمام دنیا میں سے ہمارے پاس کتنا ہے؟

فرمایا کہ:

''سانپ کا ساتھ رکھنا اس شخص کو نقصان پہنچاتا ہے جو اس کے کاٹے کا منتر نہ جانتا ہو (فرمایا کہ غنا ہمارے رخسارۂ مال کا تل ہے۔'' (۱۹)

جبکہ مولانا عبدالحی صاحب نزہۃ الخواطر نے لکھا ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد شرعی تقسیم سے اولاد میں سے ہر کسی کے حصے میں ستر لاکھ دینار۔۔۔۔ آئے۔ گھر برتن، کپڑے وغیرہ، اس کے علاوہ تھے۔ (۲۰)

ضلع ملتان کے گزیٹیر میں ہے کہ تاتاریوں نے جب ۶۰۰ھ/۱۲۵۷ء میں قلعہ ملتان پر قبضہ کر کے اس کے استحکامات کو برباد کیا۔ تو شیخ بہاء الدینؒ نے اہل ملتان کو قتل و غارت گری سے بچانے کے لیے ایک لاکھ دینار اپنی جیب خاص سے ادا کیے۔ (۲۱)

معروف مؤرخ۔۔۔۔ محمد قاسم فرشتہ کے مطابق، ایک مرتبہ آپ کے ایک تاجر مرید نے آپ کی ایک کرامت دیکھ کر بہت سے اموال و جواہر، جن کی مالیت ستر لاکھ تنکہ تھی، آپ کی خدمت میں ارسال کیے، اگر آپ نے یہ تمام اموال و جواہر دو تین دنوں میں فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیئے۔ (۲۲)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ شیخ فضل اللہ جمالی نے بھی نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ایک دن آپ کے ایک خادم نے آ کر بتلایا، کہ جس صندوق میں پانچ ہزار تنکہ۔۔۔۔ تھے، (تنکہ اس زمانے کے رائج الوقت سکے کا نام تھا جو ابتدا میں چاندی کا تھا۔ بعد میں سونے سے ڈھالا جانے لگا تھا)۔ وہ نہیں مل رہا۔ آپ نے فرمایا الحمدللہ۔۔۔۔ کچھ وقت کے بعد ایک اور شخص نے آ کر بتا دیا کہ وہ صندوق مل گیا ہے فرمایا، الحمدللہ۔۔۔۔ دونوں حالتوں میں الحمدللہ اس لیے کہا کہ اللہ والوں کے ہاں۔۔۔۔ دولت دنیا کا وجود و عدم یکساں ہے، خوشی ہے، تو اس بات کی، دل بدستور ذکر و فکر الٰہی میں مشغول ہے۔ (۲۳)

شیخ الاسلامؒ کی اسی فیاضی اور سخاوت کی بنا پر، لوگ ان سے مانگنے کے لیے عجیب و غریب صورتیں اختیار کرتے تھے۔ مثال کے طور پر، ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہا: آپ کو اللہ کی قسم! ہر پیغمبر کے نام پر، ایک ایک اشرفی عنایت کیجئے، آپ کے خادم خاص حاجی جمال کنبو نے کہا: حضرت اس سوالی کو میرے سپرد کر دیجئے۔ وہ اسے اپنے گھر لے گئے، اور کہا: تم ہر پیغمبر کا نام لیتے جاؤ،

میں ایک ایک اشرفی تمہیں دیتا جاؤں گا۔ سائل کو دس بیس پیغمبروں کے نام آئے، اسے اسی قدر اشرفیاں دے دی گئیں۔۔۔۔ بعد میں یہ ماجرا سن کر۔۔۔۔ شیخ الاسلام نے خوشی کا اظہار فرمایا۔۔۔۔(۲۴)

ان تمام حالات وواقعات سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ الاسلام۔۔۔تصوف میں ایسے تصورات کے خلاف تھے، جن کے تحت، بندہ دنیا اور حالات دنیا سے کنارہ کش ہو جائے۔آپ اسلام کے ''دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی (۲۵) والے تصور کو اپنے کردار اور اپنے عمل کے ذریعے اجاگر کرنا چاہتے تھے، ان کے ہاں، مایوسی کے بجائے رجاء وامید کا اور سختی کے بجائے یسر اور آسانی کا پہلو ہمیشہ غالب رہتا تھا۔انہوں نے اپنے قول وفعل سے اس بات کی تردید کی، کہ لذات دنیوی سے ''کنارہ کشی'' میں ہی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

آپ کو دنیا میں سرمایہ دار اور دولت مند تو بے شمار نظر آئیں گے۔دنیا میں ایک سے بڑھ کر دولت مند دنیا میں موجود ہے، مگر ایسے لوگ جن کے پاس سانپ کا ''منتر'' بھی ہو، بہت کم ملیں گے اور حضرت شیخ الاسلام کے پاس یہ ''منتر'' موجود تھا، اسی لیے یہ سانپ انہیں نقصان پہنچانے کے بجائے، ان کے لیے ممد ومعاون ثابت ہوا۔

اس سانپ کا ''منتر'' کیا تھا، جس پر حضرت شیخ الاسلامؒ نے فخر کا اظہار کیا ہے۔۔۔۔(۲۶) دیکھا جائے، تو اس کا منتر وہی ہے جس کی تفصیل قرآن وسنۃ میں موجود ہے، یعنی یہ کہ اس سانپ کو ''دل ودماغ'' پر حاوی نہ ہونے دیا جائے۔اور اسے اللہ کی راہ میں، اللہ تعالیٰ کی خاطر خرچ کیا جاتا ہے۔اس مال کو بندگان خدا کے فائدے کے لیے استعمال کیا جائے۔تو یہ سانپ، انسان کے مطیع ہو جاتا ہے۔اور یہی وہ ''منتر'' تھا جو شیخ الاسلام کے پاس تھا اور جس کی آپ نے قول وفعل کے ساتھ لوگوں کو تعلیم دی۔

حوالہ جات

۱۔ علامہ اقبال، تشکیل جدید الٰہیات، اردو ترجمہ نذیر نیازی، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، بار دوم، مئی ۱۹۸۳ء، ص ۱۸۸۔

۲۔ ایضاً۔

۳۔ الترمذی، السنن، ۵/۵۰، کتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، حدیث ۲۶۸۵، مطبوعہ بیروت۔

۳۔ خلاصۃ العارفین۔

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دھلوی، اخبار الاخبار، اردو ترجمہ سبحان محمود، مطبوعہ لاہور، ص ۶۲۔۶۳۔

۵۔ مولانا عبدالحی حکیم، نزھۃ الخواطر، ۱/۱۵۷۔

۶۔ ایضاً۔

۷۔ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، مقالات مولوی محمد شفیع، جلد پنجم، ص ۱۴۰۔۱۴۱۔

۸۔ محمد بن قاسم فرشتہ، تاریخ، ۲/۱۵۷۔

۹۔ نزھۃ الخواطر، ۱: ۱۵۷۔

۱۰۔ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، مقالات، ۵/۱۴۱۔۱۴۲۔

۱۱۔ ڈاکٹر عبدالغنی مقالہ ملتان، در اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد پنجم۔

۱۲۔ ایضاً۔

۱۳۔ دیکھیے تاریخ تصوف۔

۱۴۔ شیخ علی الہجویری، کشف المحجوب۔

۱۵۔ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، مطبوعہ دھلی، ۱۹۵۳ء۔

۱۶۔ البخاری، ۸/۱۹۷؛ النسائی، ۸/۶۳۔

۱۷۔ احمد بن حنبل، مسند ۱/۳۱۸، حدیث ۲۹۲۶۔

۱۸۔ النحل، ۱۲۳۔

۱۹۔ النساء، ۷۷۔

۲۰۔ اخبار الاخیار، ص ۶۳۔

۲۱۔ نزھۃ الخواطر، ۱: ۵۷۔

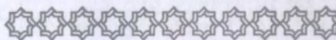
۲۲۔ گزیٹر، ضلع ملتان، ص ۴۰۔

۲۳۔ محمد قاسم، فرشتہ، تاریخ، ۲/۷۶۵

۲۴۔ مولوی محمد شفیع، مقالات، ۵/۱۴۶۔

۲۵۔ البقرہ۔

۲۶۔ اخبار الاخیار، ص ۶۳۔



فارسی

شیخ عراقیؒ در مدحِ
شیخُ الاسلام بهاء الدین زکریاَ رحمة الله علیه

☆دکتر محمد سلطان شاه

شیخ الاسلام ، غوث العالمین، بهاء الدین ابو محمد زکریا ملتانی سهروردی قدس سره العزیز (۵۶۶ - ۶۶۶ق) از اکابرِ اولیاء وعرفاءِ ہند است۔ شیخ در ہند رئیس الاولیاء بودند، و عالِم علوم ظاهری و درمقامات واحوال مکاشفات ومشاہدات بودند(۱)۔ یکی از مریدانِ معروف و خلفائ نامدار زکریا ملتانیؒ ، شیخِ فخر الدین ابراهیم همدانیؒ متخلص بعراقی است۔ محل تولد شیخ عراقیؒ را قریۂ "کمجان" دربیرون شهر همدان ذکر کرده اند (۲)۔ در باب تاریخِ ولادت او در هیچ یك مآخذ متقدم اشاره ای نشده است ولی صاحب مقدمۂ دیوان در پایان آن چنین آورده است :" گویند که چون شیخ فخر الدین به جوارِ رحمت حق پیوست سن او به هفتا د و هشت سال رسیده بود ، وفات او در هشتم ذی القعده سنۂ ثمان و ثمانین و ستمائه بوده است۔ " پس ناچار ولادتش به سال ۶۱۰ ق بمطابق ۱۲۱۳م اتفاق افتاده والبته این درست ترست (۳)۔ اما برخی از تذکره نگاران عراقی را خواهر زادۂ شیخ شهاب الدین عمر سهروردی رحمة اللّٰه علیه (۵۳۹-۶۳۲) نوشته اند ۔ (۴)

پس چون عراقی از تربیت دایه و زحمت گهواره فارغ شد و سن او بپنجسال رسید اُو را در مکتب نشاندند، مدت نه ماه مجموع کلام اللّٰه را حفظ کرد ۔ روز بمکتب بودی و شب که بخانه آمدی وظیفۂ روز را تکرار کردی و بآواز حزین خواندی و زمانی گریستی و هر کس که نغمات صوت او شنیدی بیطاقت شدی و جملۂ همسایگان حیران او بودندی و همۂ شب منتظر نشسته و در خواب بر خود بسته، تا کی او قرآن آغاز کند (۵) در

☆ رئیس گروه علومِ اسلامیه و عربی، دانشگاه، گورنمنت کالج لاہور

هشت سالگی در آنجا برای قرآن خواندن شهرت خاصی کسب کرد۔ هفده ساله بود که از جمله علوم معقول ومنقول آگاهی پیدا کرد و به تدریس مشغول شد (۲)

شیخ عراقیؒ در صحبت قلندران طوف کنان عراق عجم را زیر قدم آورد۔ پس باهمان دوستان عزم هندوستان کرد۔ چون به شهر ملتان رسیدند، به خانقاه سلطان المحققین مولانا بهاء الدین زکریا ملتانیؒ نزول کردند و به شرف دستبوس شیخ مشرف گشتند ۔ شیخ بهاء الدینؒ در آن جمع نظر کرد، شیخ فخر الدین عراقی را آشنا دید، باشیخ عماد الدینؒ که مقرب او بود گفت :" درین جوان استعداد تام یافتم، اورا این جا می باید بود "۔ شیخ فخر الدینؒ اصحاب را گفت: " بر مثال مغناطیس که آهن را جذب کند شیخ مرا مقید خواهد کرد، ازین مقام زود ترمی باید رفت" (۷) شیخ عرقیؒ در ۶۴۱ در حلقه مریدان بهاء الدین زکریاؒ در آمده (۸) شیخ به قول خودش هفده سال و به روایت دیگر بیست و پنج سال در خدمت بهاء الدین زکریاؒ به سربرده (۹) وقتی شیخ بهاء الدین زکریا از کمال معنوی و مقام عرفانی عراقی متأثر شد و به جای اربعین در ده روز به وی خرقه عطا کرد و دختر خود ---نور بی بی را نیز به اُوداد ۔ به روایت مجمل التواریخ شیخ عراقیؒ به دو دختر نیز داماد اوست (۱۰) عراقی در اواخر ایام حیات در دمشق مسکن گزید ۔ وفات او در ۶۸۸ ق بوده است ۔ قبر او پهلوی شیخ محی الدین ابن عربیؒ واقع است (۱۱)۔

او شیخ کامل و شاعر فاضل بود و سخنان عارفانه اش یاری از تصوف و وجد وحال می دهد ۔ او شاعر صوفی منش بود که افکار عاشقانه خود را بایك نوع جذبه و مستی خاص آشکار کرده است ۔ دیوان عراقی محتوی ۶۸۰۰ بیت است (۱۲)۔فیلسوف و متفکر اسلامی علامه دکتر محمد اقبال لاهوریؒ (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) دربارۂ عراقی و جامی می گوید :

گهی شعر عراقی را بخوانم
گهی جامی زند آتش بجانم (۱۳)

دربارۂ عراقی حافظ شیرازی (م۔۷۹۱ھ) این طور می گوید:

مطر با پرده بگردان و بزن راه عراق   که از این راه بشد یار وزما یاد نکرد

از غزلها عراقی است سرود حافظ   که شنید این ره دلسوز که فریاد نکرد (۱۴)

شیخ نیز ارادت و عقیدت فراوانی به مرشد روحانی خودش داشت و باید گفت که اصلاً شیفته و فریفتهٔ پیر مولتانی و غوث صمدانی شده بود قصایدی چند در مدح وی سروده و در آنها مقامات و مراتب معنوی پیر طریقت و مرشد کامل را به نحواتم بیان کرده است (۱۵)-

ملتان، شهرِ مرشد اوست - چنانکه یك قطعه بسیار نغز و دل انگیز درباره این شهر هم گفته است- شیخ عراقی گوید:

گرچه بیماری، ای نسیمِ سحر   خبر من به مولتان برسان
ورچه در خورد نیست خدمت من   به بزرگان خرده دان برسان
به زبانی که بی دلان گویند   سخن من بدان زبان برسان
خبر از حال من بدان دیده   صبح گاهی به گلستان برسان
نغمهٔ ارغنون نالهٔ من   بامدادان به ارغوان برسان
به جناب بزرگ قدوهٔ دین   بندگی های بیکران برسان (۱۶)

شیخ فخر الدین عراقی در مدحِ شیخ الاسلام بهاء الدین زکریا ملتانیؒ اشعار متعددی گفته از آن جمله چند بیت زیراست:

راهبر اصفیاء پیشرو اولیاء   هم کنف انبیاء صاحب حق کامیاب
شیخ شیوخ جهان قطب زمین وزمان   غوث همه انس و جان معتق مالك رقاب
ناشر علم الیقین کاشف عین الیقین   واجد حق الیقین هادی مهدی خطاب
مفضل فاضل پناه عالم عالم نواز   مکمل کامل صفات عالی عالی جناب
پرسی اگر در جهان کیست امام الامام؟   نشنوی از آسمان جز زکریا جواب (۱۷)

در قصیدهٔ دیگری عراقی در وصف بهاء الدین زکریا ملتانی می گوید:

روشنان آینهٔ دل چو مصفا بینند   روی دلدار در آن آینه پیدا بینند
خاص حق، صاحب قلوس، بهاء الاسلام   غوث دین، رحمت عالم زکریا بینند
خاك پایش بتبرك همه در دیده کشند   تا مگر از مددش نور تجلا بینند
قطب وقت اوست، همه عالم ازو آسوده   بردرش زبدهٔ ابدال تولا بینند
بوسه جای همه پاکان جهان باد درت   کزهمه درگه تو ملجأ و مأوی بینند (۱۸)

و نیز ملاحظه شود:

شیخ ربانی بهاء الحق و الدین آنکه ما

بوسه بر خاك درش چون قدسیان ہر دم زنیم (۱۹)

عراقی در مدح شیخ زکریا ملتانی اشعار زیادی سروده که مطلع ہر قصیده اینجا ملاحظه شود:

یا نسیم خوش بهار وزید یا صبا نافهٔ تتار دمید (۲۰)

....

یا رب این بوی چنین خوش ز گلستان آید؟
یا ز باغ ارم و روضهٔ رضوان آید (۲۱)

....

فرستاد دریای فضل و هنر
بدین خشك لب بحری از شعر تر (۲۲)

....

طاب روح النسیم بالاسحار
این دور الندیم بالادوار؟ (۲۳)

....

هنوز باغ جهان را نبود نام و نشان
که مست بودم از آن می که جام اوست جهان (۲۴)

....

قبلهٔ روی صوفیان بارگه صفای او
سرمه چشم قدسیان خاك در سرای او (۲۵)

در دیوان عراقی مرثیه ای دیده میشود که او در رثای مرشد خود شیخ بهاء الدین زکریا ملتانیؒ در ترکیب بندی مفصل شرح سوز و فراق خود را از محضر پیر بلند نظر بیان داشته از خدمات او و راهبردن خود بتوسط شیخ به مقامات سیر و سلوك و جذبه وصال می کند و باتأثر تمام در عزای اوند بهٔ ماتم آغاز می کند و درپایان برای او طلب آمرزش و درباره اولاد مرشد دعا کرده و سلامت باز ماند گان پیر طریقت را آرزو می کند ـ (۲۶)

آن مرثیه در ادبیات فارسی بی نظیر است ـ چند تا ابیات آن مرثیه اینجا نقل گردیده است :

چون ننالم، چرا نگریم زار؟ چون نمویم؟ که می نیابم یار
کارم از دست رفت و دست از کار دیده بی نور ماند و دل بی یار
دل فگارم، چرا نگریم خون؟ درد مندم، چرا ننالم زار؟
خاك بر فرق سر چرا نکنم؟ چون نشویم بخون دل رخسار؟
یار غارم زدست رفت، دریغ! ماندم، افسوس، پای بردم مار

آفتابم ز خانه بیرون شد | منم امروز و وحشت شب تار
حال بیچاره ای چگونه بود؟ | رفته از سر مسیح و او بیمار
دلم از من بسی خراب ترست | خاطرم از جگرم کباب ترست(۲۷)

در همین مرثیه عراقی میگوید:

مطلع نور جلال کجاست؟ | مشرق قدس فیض سُبحان کو؟
خاتم اولیاء، امام زمان، | مرشد صد هزار حیران کو؟
صاحب حق، بهای عالم قدس، | زکریا، ندیم رحمان کو؟ (۲۸)

شیخ عراقی در اشعار خود به فرزندان شیخ زکریا نیز مدح نموده است نمونه ملاحظه شود:

هفت فرزندان تو، که او تادند | هر یکی غوث هفت کشور باد
قطبشان صدر صفهٔ ملکوت | که مقامش زعرش برتر باد
بر سر کوی هر یکی گردون | چون عراقی کمینه چاکر باد (۲۹)

شیخ عراقی، به شیخ صدر الدین عارف (م۶۸۶ھ) پسر شیخ زکریا ملتانی آنقدر عقیدت داشت که به وقت زیارت مدینه طیبه علاوه بر عشق حضرت پیغمبرﷺ محبت صدر الدین عارف نیز در نظر بوده که در مدح وی همانجا قصیده ای سروده (۳۰)۔

عرقی در اشعار خود شیخ عارف را به شرح زیر ستوده است:

زنده کردی شکسته را بسه بیت | کز دم عیسوی نشان دارد
حرز جان ساختم سه بیت ترا | کم ز صد فتنه در امان دارد
خسته چون خواند نظم تو، ز طرب | پای بر فرق فرقدان دارد
در مدح تو چون زنم، که زغم | خاطرم قفل بر دهان دارد
باد از انوار تو جهان روشن | تاجهان نور ز اختران دارد (۳۱)

شیخ فخر الدین عراقی نیز به شیخ عماد الدین اسماعیل پسر شیخ صدر الدین عارف عقیدت داشته و بر ایش قطعه ای سروده است۔

در شعرِ اوّل در مدح شیخ عماد الدین، شیخ عراقی گوید:

راحت دوستان عماد الدین | چونکه امروز بهترك هستی (۳۲)

می توان گفت که عراقی نه تنها مرید شیخ بهاء الدین زکریا بوده بلکه نوه گان وی را نیز مورد ستایش و مدح قرار داده است۔ در دیوانِ عراقی، اغلب شعروی، در مدح مرشد خود می باشد۔

حوالہ جات

۱۔ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، گمبٹ ضلع خیر پور: فاروق اکیڈمی، ص ۲۷

۲۔ سعید نفیسی، کلیاتِ عراقی، انتشاراتِ سنائی ایران، چاپ ہشتم، ۱۳۷۵،ص ۶۔

۳۔ محمد اختر چیمہ، دکتر، مقام شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی در تصوف اسلامی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و باکستان، اسلام آباد، ۱۹۹۴م، ص ۳۳۔

۴۔ ایضاً، ص ۲۹ ۵۔ سعید نفیسی، کلیات عراقی، مقدمۂ دیوان، ص ۴۸

۶۔ شمیم محمود زیدی، بانو دکتر۔ احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، انتشارات مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۹۴ھ، ص ۶۸

۷۔ عراقی، شیخ فخر الدین ابراہیم، دیوانِ عراقی، مؤسسۃ انتشارات نگاہ، تہران، ۱۳۷۴، مقدمہ، ص ۲۱

۸۔ سعید نفیسی، کلیاتِ عراقی، ص ۱۸

۹۔ محمد اختر چیمہ، مقام شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی در تصوفِ اسلامی، ص ۴۱

۱۰۔ ایضاً، ص ۴۲ ۱۱۔ ایضاً، ۵۲

۱۲۔ شمیم محمود زیدی، بانو دکتر، احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریاؒ ملتانی، ص ۷۰۔

۱۳۔ علامہ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال فارسی، ارمغانِ حجاز، ص ۴۴۰

۱۴۔ سجاد حسین، مولانا قاضی (ترجمہ و حواشی)، دیوان حافظ، مرکز تحقیقاتِ اسلامی فارسی ایران و باکستان، اسلام آباد، ۱۳۶۳ھ، ص ۲۱۹

۱۵۔ محمد اختر چیمہ، دکتر، مقام شیخ فخر الدین ابراہیم عراقیؒ در تصوفِ اسلامی، ص ۱۸۲

۱۶۔ عراقی، دیوانِ عراقی، ص ۳۳۰

۱۷۔ عراقی، فخر الدین ابراہیم ہمدانیؒ، کلیاتِ عراقی، بہ کوشش سعید نفیسی، ص ۶۸، ۶۹

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۵۶ – ۲۶۰ ۱۹۔ ایضاً، ص ۲۷۵

۲۰۔ سعید نفیسی، کلیاتِ عراقی، ص ۷۷ / دیوانِ عراقی، ص ۲۶۰

۲۱۔ ایضاً، ص ۷۸ / دیوانِ عراقی، ص ۲۶۱ ۲۲۔ ایضاً، ص ۷۹/ دیوانِ عراقی، ص ۲۶۳

۲۳۔ ایضاً، ص ۸۰/ دیوانِ عراقی، ص ۲۶۴ ۲۴۔ ایضاً، ص ۸۹/ دیوانِ عراقی، ص ۲۷۵

۲۵۔ ایضاً، ص ۹۱ / دیوانِ عراقی، ص ۲۷۷

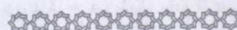
۲۶۔ شمیم محمود زیدی، احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریاؒ ملتانی، ص ۷۰

۲۷۔ عراقیؒ، شیخ فخر الدین ابراہیم ہمدانیؒ، دیوانِ عراقی، ص ۳۲۴

۲۸۔ ایضاً، ص ۳۲۶ ۲۹۔ ایضاً، ص ۳۲۷، ۳۲۸

۳۰۔ محمد اختر چیمہ، دکتر، مقام شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی در تصوفِ اسلامی، ص ۱۸۵

۳۱۔ سعید نفیسی، کلیاتِ عراقی، ص ۷۴ ۳۲۔ ایضاً، ص ۱۰۷



عربی

بهاؤ الدين الزكريا المولتانى رحمة الله عليه

☆الدكتوره راحيله خالد قريشى

إن التصوف الاسلامى له ميزات خاصة وأصله كما قال ابن خلدون العكوف على العبادة والانقطاع إلى الله والانصراف عن الناس (١) وللصوفياء الكرام درجات عالية ومقامات مرفوعة فانهم قاموا بمجاهدة النفسى ومحاسبتها ودعا عامة الناس إلى البرّ والتقوىٰ وبذلوا مساعيهم الجميلة لشيوع الإسلام. فيتعاليهم انتشرت أضواء الدين القيم إلى أنحاء العالم فإذا أمعن النظر إلى دراسة تاريخ باك وهند نجد أن عددا كبيرا من الصوفياء والأولياء قد وصلوا إلى شبه القارة و أقاموا فى مدنها المختلفة واشتغلوا فى تبليغ الدين واشاعته هكذا اصبح مدينة ملتان وأج ولاهور و كجرات وغيرها مراكز الحضارة الاسلامية والدينية ولا شك فيه أن لهؤلاء الصوفياء حظ وافر فى اشاعة الاسلام على هذه أرض المقدسة ومن بين هؤلاء الأولياء واشتهر "الشيخ على الهجويرى" و "بابا فريد الدين مسعود كنج شكر ومعين الدين الجشتى والشيخ صدر الدين عارف (ابن بهاؤ الدين زكريا) وحضرة السلطان باهو وحضرة خواجه نور محمد المهاروى وغيرهم من المتصوفين رحمهم الله ونوّر مراقدهم. ومنهم الصوفى العظيم، قطب الأولياء،شيخ الأتقياء وقدورة الأصفياء أبومحمد بهاؤ الدين الزكريا المولتانى و كنيتة أبومحمد وقيل كنيته "أبو البركات" (٢)، يرتفع نسبه إلى أسرة كريمة، فكان جده الشيخ كما الدين على الشاه" من قبيلة قريش.

نسبه:

ونسبه كما روى فى كتب الطبقات والتراجم هو بهاء الدين بن الشيخ وجيهه الدين بن محمد الغوث بن كمال الدين بن ابو بكر بن جلال الدين بن على بن قاضى بن شمس الدين بن حسين بن عبدالله بن حسين بن مطرف بن حزيمه بن حازم بن تاج الدين

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی ، دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

بن المطرف بن عبدالرحيم بن عبدالرحمن بن هبار بن اسد بن هاشم بن عبدالمناف رحمهم الله تعالىٰ.

وفى الروايات أن جده الشيخ كمال الدين القرشى هاجر من مكة المكرمة إلى مدينة خوارزم ثم انتقل إلى مدينة "مولتان" وأقام فيها. وكان مدينة مولتان مركز العلوم والمعارف والنشاط الدينى وقتئذ، فتأثر الناس تبعا ليمه وبايعوا على يده(٣) وفى هذه المدينة ولد ابنه الشيخ "وجيهه الدين" وتزوّج وجيه الدين مع فاطمة بنت الشيخ حسام الدين الترمذى وفى ذلك العصر، كان التتار يهاجمون على "ملتان" ولسبب تلك الغارات والحملات انتقل حسام الدين إلى قرية "كوت كرور" بجوارملتان. فانتقل الشيخ وجيهه الدين أيضًا مع صهره إلى تلك القرية واستوطن فيها ولد هناك الشيخ بهاء الدين زكريّا. فى "كوت كرور" وهى القرية التّى فتحها السلطان محمود الغزنوى(٤).

وقد جاء فى الرواية الأخرى أن جده من الأم، كان اسمه "عيسٰى" وهو من أسباط الشيخ عبدالقادر الجيلانى كان يسكن فى قرية اسمها "هامة" فذهب وجيهه الدين اليه ذات مرّة. فتزوّج "عيسٰى" ابنة حسام الدين. وأقام وجيهُ الدين بضعة أيّام هناك ثم انتقل إلى "كوت كرور" وأقام فيها.

مولده و تعليمه:

وكان مولده صبيحة يوم الجمعة فى ٢٧ من شهررمضان المبارك سنة ٥٥٦٦ الموافق ١١٧٢م(٥). وقيل إنّ مولده فى سنة ٥٥٦٥(٦) وحصل بتعليمه الابتدائى من أبيه. ومات أبوه وهو فى السنة الثانية عشر من عمرة. والتحق بمدرسة تحفيظ القرآن بعد وفاة أبيه وحفظ القرآن الكريم ونال التخصّص فى القرأت العشر من ائمة عصره فى علوم القرآن.ورُوى أنّه حفظ القرآن الكريم وهو ابن سبع سنوات فقط(٧). وكان وليّاً كاملاًمن رحم أمّه حكى أنّه لم يشرب من أمّة بعد ولادته يوماً من أيّام شهررمضان نهاراً الاّ بعد غروب الشمس. حتى بدأ شهر الشوال المكرّم(٨). وحكى أيضًا كلّما قرأ أبوه شيئا من القرآن الكريم فكان يسمع إليه وترك ثدى أمّه أثناء السماع ولم يشرب منها اللّبن. فنظم أحد من الشعراء هذه الأبيات يظهربها رغبته الى القرآن منذ صغره(٩).

وكانت خراسان معروفة فى ذلك العصر بعلومها ومعارفها وكان منبع العلماء

والأولياء الاتقياء فسافر بهاء الدين إلى تلك المدينة واتّصل بعلمائها وحضر فى نواديها العلمية والاجتماعات الدينية ومكث ثمانية سنوات فى صحبة شيوخها وعلمائها وتعلّم منهم الآداب والسلوك. واشتهر بها باسم "بهاء الدين الفرشته" لأوصافه الحميدة وخصاله الجميلة(١٠). ثم سافر إلى المكة المكرمة قاصدًا للحجّ وبعد الفراغ من مناسك الحجّ، ذهب إلى المدينة المنوّرة. وكان بها الشيخ كمال الدين محمد اليمنى (عالم من كبار المحدثين) فتلمّذ أمامه وحصل علم الحديث منه وقضى معه خمس سنوات وبعد الفراغ من تعليم الحديث اعتكف بهاء الدين رحمه اللّٰه تعالىٰ قرب روضة النّبى ﷺ لتزكية النفس وصفاء القلب حتى هاجر إلى البيت المقدس ومن البيت المقدس رحل إلى مدينة بغداد واتّصل بها بالشيخ شهاب الدين السهروردى فبايع على يده وظلّ فى صحبته واستفاد من علومه وحصل على كثيرٍ من كنوز معارفه يقول الشيخ نظام الدين الأولياء فى عقيدته به(١١):

"أقام الشيخ بهاء الدين بصحبة مرشده لمدّة سبع عشرة يومًا وتعلّم منه جميع العلوم والمعارف وصعد منازل السلوك والمعرفة ونال منه الاجازة".

وكان الشيخ شهاب الدين يفضّله على سائر أتباعه ويحبّه حبّا شديدا. ولعلّه وجد فيه من الصفات التى ما لم يجد فى غيره ولذلك لمّا منحه "خرقة الخلافة" أو الاجازة فنصحه أن يذهب إلى مدينة "مولتان" وأن يدعو الناس إلى دين الاسلام. فوصل بهاء الدين بها وظلّ يعلّم الناس تعاليم الاسلام ويرشدهم إلى الصراط المستقيم لمحدة طويلة فروى فى "نزهة الخواطر" أن الطريقة. السهروردية وصلت إلى أهل الهند من جهة الشيخ شهاب الدين السهروردى ببهاء الدين زكريا الملتانى. فانّه أخذ من الشيخ شهاب الدين وأخذ عن البهاء الدين ولده صدر الدين وعنه ولده ركن الدين وأخذ عنه الشيخ جلال الدين الحسينى الأشى وهو الّذى بلغها إلى أعظم المعمورة وبعده قام بأعباء الطريقة صنوه صدر الدين فى بلاد السند"(١٢).

وتأثر الناس بعلم بهاء الدين رحمه اللّٰه تعالىٰ وحسن معاملته وزهده فاجتمعوا حوله وبايعوا كثيرهم على يده. وقيل أنّ مدينة ملتان أصبح منوّرا بقدومه اليها وقال احد انتشرت أضواء فيوضه وبركاته فى سائر الهند أثناء قيامه فى "ملتان" وكان عصره هو فى الحقيقة خير الأعصار(١٣).

يقول صاحب "تذكرة الأولياء" بحوالة مؤلف "سلسلة الذهب"(وهو محمد نور بخش)(١٤).

"كان بهاء الدين زكريا المولتانى رئيس الأولياء بالهند وصوفياء كاملا فى العلوم الظاهرية والمكاشفات والمشاهدات والأحوال وتشعّب منه سلسلة طويلة من أولياء الله. وكان مرشدا كاملا، فرشد الناس إلى سبيل النجاة وأخرجهم من ظلمات الكفر والعصيان إلى نور الايمان والطاعة وأنقذهم من ضلال المعصية".

وكان فى عصره "ناصر الدين قباجه" حاكما على منطقة ملتان وكان حريفاً وعدوا للسلطان "شمس الدين التمش" كانت طبيعة بهاء الدين زكريا المولتانى مائلة إلى السلطان شمس الدين لزهده وورعه. فلمّا بدأ ناصر الدين المذكور المحاولات ضدّ حكم السلطان شمس الدين، أخبره بذلك فى مكتوب وارسله اليه. ولكن أخذه ناصر الدين قباچه وعلم الأمر فدعا بهاء الدين على الطعام وجلسا على المائدة وأعطاه ذلك المكتوب الّذى أرسله إلى السلطان التمش. ولكنّه قال بكمال الشجاعة والجرأة"أنى كتبتها بأمر الله وانّى لعلٰى الهدى فيه". فندم ناصر الدين واعتذر منه وودّعه بالاكرام (١٥).

آثاره:

كان بهاء الدين زكريا المولتانى شخصيته فريدة، تعدّدت معارفها وكثرت فيوضها على الناس(عامة وخاصة ولم يفرق بينهم). لا يبيّن التاريخ شيئا عن آثاره العلمية إلاّ ما تركه من ثروة الأوراد والوصايا والمكتوبات وقد جمعها مؤلف أخبار الأخبار. وله شعر يسير أشهره ما نظمه فى مدح الشيخ الأعظم عبدالقادر الجيلانى. وقد نقلت تلك الأبيات فى خلاصة العارفين(١٦).

صفاته:

وصفه المترجمون بأنّه كان عفيفا زاهدا، عالى الهمة، متواضعا، متدينا، جوّاداً وسخيًّا وقال بعضهم أنه كان فى غاية الزهد والورع، صاحب حالات ومقالات وكشف وكرامات، وقد نقلت روايات كثيرة فى جوده وسخائه فى كتب التراجم والطبقات. رُوى أن الأطعمة الّتى كانت تطبخ فى مطبخه هى ذات الأنواع والأقسام(وقيل ثلاثة أقسام) ومن عادته أنه كان يأكل مع الضيوف وأبناء السبيل والفقراء ولم يأكل منفردا

وحيدا قطّ. وكان مستغنيا ولم يبال لثروة ومال فى عمره أبدا بل تصدّق جميع ما عنده من أموالٍ بين الفقراء والمساكين، فيوما من الأيّام أو خادمه أن يحضر له صندوق المال من الغرفة، ذهب الخادم و أخذ بحث الصندوق أطراف الغرفة ولكن بدون جدوى فرجع الى الشيخ متأسفا وأخبره بذلك فقال الشيخ والحمد لله. وبعد قليل وجد الخادم ذلك فأخبره. فقال الشيخ مرة ثانية: الحمد لله فسئال الناس عن الحكمة فيه فأجابهم: ثروة الدنيا وعدمها متساوية عندى وبحصولها لم أفرح وبهلاكتها لم أحزن ثم وزع المال(من الصندوق) بين المحتاجين (١٧).

ومن أقواله "على العبد أن يعبد الله بغاية الاخلاص والصدق وأن ينفى غير الله فى عباداته وأفكاره والسبيل إلى رضاء الله هوأن يحاسب العبد نفسه فى أقواله وأفعاله وأن يصلح أحواله دائما وأن لا يقول قولاً ولا يعمل عملا إلاّ بدون الحاجة وأن يدعو اللهتعالىٰ قبل كلّ قول وقبل كل عمل أن يوفقه إلى عمل صالح"(١٨).

وكان يقول:

"سلامة البدن فى قلّة الطعام وسلامة الروح فى ترك المعاصى

وسلامة الدين فى الصلوة على خير البشر محمدﷺ"(١٩).

ونصح أتباعه مرّة وقال:

"عليكم بذكر الله، و به يصل الطالب إلى المطلوب (المحبوب)إنّ الحب يحرق الأقذاء(أقذاء النفس) واذا رسخ الحبّ فيصبح الذكر بمثابه مشاهدة المذكور(المطلوب) وهذا هو الذكر الّذى وعد الله له بالفلاح فى قوله(واذكروا الله كثيرا لعلكم تفلحون)(٢٠).

وكان يؤكد على أتباعه بحفظ أرزاقهم من الحرام وباجتناب من صحبة الناس وبانصراف إلى ذكر الله من زينة الدّنيا وملاحيها"(٢١).

كان يحب الشيخ "حسن أفغان" حبا شديدا (وهو من أتباعه) ومعتقديه وانّه كان أمّياً مزينا ولكن كان ظاهره وباطنه بالتعاليم الروحانية فى ظاهره وباطنه. وكان الشيخ بهاء الدين يقول فيه "إن سأل الله يوم القيامة ماذا كسبت فى الحياة الدنيا فأقول له إنى كتسبت حسن افغان فى جميع حياتى(٢٢). وكان يكرم الصوفى العظيم "بابا كنج

شكـر " ويـحبّـه وقـد كتب بعض المؤرخين أنهما كان أخوه من أخت امّه وبينهما مودّة. كتب اليه بهاء الدين معتذرا بمناسبة.

"ميان ما وشما عشق بازى است"

(ومعناه بينى وبينك مقابلة الحبّ)

فردّ اليـه قائلاً "بابا فريد كنج شكر" "ميان ما وشما عشق است بازى نيست"يعنى ليس بينا المسابقة أو المقابلة فى الحب بل الحب الصادق فقط(٢٣). ومن خلفائه الشيخ صدر الدين عارف و حضرة السيد جلال الدين بخارى ولعل شهباز السندى والشيخ فخر الدين ابراهيم العراقى والسيّد صدر الدين أحمد المعروف بالسيّد حسين. رحمهم اللّٰه تعالىٰ

وكان كثير العبادة وقضى اكثر أوقاته فى تلاوة القرآن الكريم بشغف واحترام وفى رواية أنّه كان جالسًا فى مسجد مع خلفائه فقال يخاطبهم. هل أحد منكم أن ينوى لركعتين ثم يختتم القرآن المجيد كلّه فى الركعة الاولى. فلم يجبه أحد فقام ونوى ركعتين وقرأ القرآن الكريم كلّه فى الركعة الأولى(٢٤).

وفاته:

قد اختلف المؤرخون فى تاريخ وفاته. فقال صاحب "راحة القلوب" أنّه توفى فى سنة ٦٥٦ھ وقال صاحب اخبار الأخبار انه مات فى ٦٦١ھ وقد اتفق صاحب سفينة الأولياء والفرشته برواية صاحب الاخبار، وكتب صاحب وكتب مصنف"مرأة الأسرار" أنّه توفى فى سنة ٦٦٥ھ(٢٥).

ورُوى أنّه كان مشغولاً فى العبادة فى حجرته يوم وفاته اذ ظهر رجلٌ ضعيف فجأة خارج الحجرة وعلى وجهه نورٌ. وأعطى الشيخ صدر الدين العارف ابن بهاء الدين مكتوبا، فذهب به إلى والده وأعطاه ايّاه، ولمّا فتح بهاء الدين المكتوب، طار روحه من جسده وسمع صوت".

"دوست بدوست رسيد"

"أى قد وصل الحبيب إلى حبيبه."

"سمع صدر الدين ذلك الصوت فأسرع ووجده متوفى"ا(٢٦)

وفى "راحة القلوب" حين مات بهاء الدين، كان "كنج شكر" فى مدينة

"اجودهن (ولم يبلغه خبر موته) فغش معًا ولمَّا أفاق، فقال:

"برادرم بهاء الدين زكريا ازيں بيابان فستابه شهرستان بقاء برونـد".

أى قد رحل أخى بهاء الدين من هذه الدنيا إلى الحياة الأبدية(۲۷).

انّا للّٰه وانّا اليه راجعون

وَمِن أشهر معاصريه حضرة خواجه فريد الدين، حضرة خواجه قطب الدين بختيار أوشى، حضرة نظام الدين الأولياء، وحضرة الشيخ جلال الدين التبريزى والقاضى قطب الدين كاشانى والقاضى شرف الدين الاصفهانى رحمهم الله. (۲۸) ويقع مزاره على القلعة القديمة والتاريخية بملتان على شارع قاسم وهو مرجع الخلائق والناس. ويقيمو ا حفلة ميلاده فى ۵، ٦، ۷ من شهر صفو المظفر.

الحوامش

١. مقدمة ابن خلدون لعبد الرحمن بن محمد بن خلدون (العلامة) مؤسسة الأعلمى للمطبوعات

بيروت لبنان، ص۲۷ (أنظر تفصيل علم التصوف).

٢. مسالک السالكين، ۲/ ۵۰۹.

٣. ايضاً ۲/ ۵۱۰.

٤. المصدر السابق.

٥. خلاصة العارفين، ص۸ (الترجمع الأردية) المترجم د/محمد بشير انور، بيكن بكس لاهور.

٦. تذكره اولياء پاک و هند، ص: ۴۳، د. ظهور الحسن شارب، مكتبه الفيصل، اردو بازار لاهور.

٧. مسالک السالكين، ۲/ ۵۱۱.

٨. تذكره اولياء پاک و هند، ص: ۴۳.

٩. " " بحوالة مسالک السالكين، ۲/ ۵۱۱.

١٠. المصدر السابق.

١١. تذكره اولياء ملتان لامتياز حسين شاه، ص: ۲۱.

١٢. خلاصة العارفين(ترجمة) د. محمد بشير انور، ص: ۹.

١٣. تذكرة اولياء ملتان، ص ٢٣.

١۴. المصدر السابق.

١۵. المصدر السابق.

١٦. تذكرة اولياء پاک و هند، ص۴٧.

١٧. تذكرة اولياء ملتان، ص ٢۵.

١٨. خلاصة العارفين، ص١٧.

١٩. المصدر السابق، ص١٨.

٢٠. خلاصة العارفين، ص ١٦-١٧.

٢١. تذكرة اولياء ملتان، ص ٣٦.

٢٢. المصدر السابق، ص ٣٦.

٢٣. المصدر السابق، ص٢٧. ٢۴. المصدر السابق، ص ٣٢.

٢۵. خلاصة العارفين، ص١۵. ٢٦. تذكرة اولياء ملتان، ص ٣۴.

٢٧. التذكرة، ص٣۵. ٢٨. خلاصة العارفين، ص١٦.

المصادر والمراجع

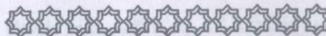
١. تذكره اوليائے پاک و هند، لدكتور ظهور الحسن شارب، مكتبه الفيصل، لاهور.

٢. تذكرة اولياء ملتان، المرتب: امتياز حسين شاه، مكتبه حاجى نياز أحمد، ملتان.

٣. الثقافة الاسلامية بالهند(لتعارف التصرف).

۴. خلاصة العارفين مترجم د. محمد بشير انور، المكتبه بيكن لاهور.

۵. مقدمة ابن خلدون لعبدالرحمن بن محمد بن خلدون(العلامة) مؤسسة الأعلمى للمطبوعات، لبنان.



شيخ الإسلام بهاء الدين زكريا الملتاني وخدماته للحديث النبوي الشريف

★ الدكتور محمد سلطان شاه*
★ ضياء المصطفى القصوري*

ومن الشخصيات البارزة التي تركت أثر بالغا على خريطة العالم وخاصة في شبه القارة الهندية وبذلت قصارى مجهوداتها ليلا ونهارا لنشر علوم الإسلام وترويجها ونهضة الإسلامية وجمع شملها تحت لواء الكتاب والسنة النبوية الشريفة, الشيخ غوث بهاء الحق والدين زكريا المولتاني. وفي هذا المقال الموجز نحن نلقي الأضواء على شخصيته ودوره الذي أداه لنشر علوم الحديث في هذه القارة.

بدأ دراسته في صغر سنه, وقام أبوه الشيخ محمد غوث بتعليمه وتربيته على خطوط إسلامية قويمة سامية وأرسله إلى الشيخ الأستاذ نصير الدين البلخي لهذا الغرض النبيل. والله سبحانه وتعالى ألهمه جودة الطبع وبفضله وكرمه نال شرف تحفيظ كتاب الله عز وجل في صباه بسبع قراءات وكان عمره لم يتجاوز سبعة أعوام. ثم توجه إلى

★ رئيس قسم الدراسات الإسلامية والعربية, بجامعة جي سي, لاهور
★ الأستاذ المساعد (مرحوم) بقسم اللغة العربية وآدابها بكلية الإسلامية الحكومية, لاهور

العلوم الإسلامية والعربية. ولما وصل إلى الثاني عشر من سنه توفي أبوه وانتقل إلى جوار ربه. واستمر في دراسته في مولتان عند المشايخ والعلماء إلى فترة, وتتلمذ عليهم, ثم رحل إلى خراسان للتحصل على العلوم المتداولة. مكث هناك سبع سنوات واستفاد من المشايخ والعلماء في العلوم الظاهرية والباطنية. ثم وصل إلى بخارا وأكمل دراسته هناك, وبلغ نبوغه في هذا المجال إلى مرتبة الاجتهاد.[1]

وفي القرن السادس كان ازدهار علوم الحديث والفقه والأدب على قمتها وعروجها في ماوراء النهر. والشيخ قاضي خان ادزجندي الفرغاني (م 592هـ) و على المرغيناني مؤلف "الهداية" (م 593 هـ) والعلامة الزمخشري (م 538) من كبار علماء هذا القرن.[2]

وبعد ثماني سنوات في بخارا قصد إلى مكة المكرمة للحج, وبعد الفراغ من أداء مناسك الحج راح إلى مدينة الرسول عليه الصلاة والسلام للزيارة, ومكث في جوار سيدنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خمس سنوات وتناول في هذه الفترة علوم الحديث من المحدث الكبير الشيخ كمال الدين محمد اليماني الذي تشرف بمجاورة الحرم النبوي الشريف ثلاث وخمسين سنة.[3] ويرافقه الشيخ للحج كل عام,

---

[1]- الهاشمي, حميد الله شاه, أحوال وآثار حضرة بهاء الدين زكريا ملتاني:ص 27-28

[2] محمد شفيع المولوي, "الشيخ الكبير شيخ الإسلام أبو محمد زكريا الملتاني" في مقالاته رتبها أحمد رباني. ص 28.

[3]- أنوار أصفياء: ص 187

ويرجع بعد أداء مناسك الحج إلى المدينة المنورة.[1]

ويقول محمد الغوثي الشطاري: إن الشيخ كمال الدين محمد كان من أبرز المحدثين في العرب والشيخ زكريا الملتاني نال منه الشهادة في علوم الحديث بعد قراءة الكتب الستة للحديث.[2]

وشيخ الشيخ بهاؤ الدين زكريا المولتاني, الشيخ الإمام شهاب الدين عمر السهروردي كان عالما تقيا, ومحدثا جليلا, ومتصوفا كبيرا, ومؤلفه " عوارف المعارف" من أبرز كتب التصوف الشهيرة, ومن مطالعته نرى أن اطلاعه على علوم الحديث النبوي عميق, ومنح الشيخ بهاؤ الدين زكريا الملتاني إجازة لرواية الحديث الشريف, وكتب له إجازة في 21 من ذي الحج 626 هـ ليلا ونصه كما يلي:

" لقد استبشرت بما منح الله لشيخ الأجل العالم العارف بهاء الدين زين الإسلام وجمال الفرق زكريا بن محمد زاد الله تعالى من فضله وبلغني ما انتشر في الناس في نواح وطنه من بركة وصحبة, والله تعالى منحه الحظ الكبير بالصحبة اليسيرة لما كان عنده من حسن الاستعداد فنفعه الله تعالى بالصحبة ونفع به, وقد سألت الله تعالى له مزيد الاجتهاد والحظ بهذا العلم النافع المعين على سلوك طريقة الاستقامة فأذنت له أن يلبس الخرقة ويتوب لمن أراد, وأجزت له أن يروي عني جميع مسوعاتي ومجازاتي, ومن ذلك الكتاب المترجم بعوارف المعارف, وناولته فيروي الشيخ بهاء الدين هذا الكتاب بعد أن يطالعه.

ونسأل الله حسن الفهم الوقوف. والله الموفق والمعين للصواب وصلى الله على خير خلقه محمد وآله أجمعين.

---

[1]- حميد الله شاه, أحوال وآثار حضرة بهاؤ الدين زكريا ملتاني: ص 30

[2]- محمد الغوثي الشطاري الماندوي, أذكار أبرار,(كلزار أبرار ترجمة أردية) ص 56.

وذلك مهلة الحادي والعشرين من ذي الحجة سنة ستة وعشرين وستمائة بمكة حرسها الله تعالى في الحرم الشريف زاده الله تعالى شرفا وعزا, ثم بأذني.

وكتب

عمر بن محمد السهروردي[1]

ويظهر من ذلك أن شيخه منحه إجازة لمؤلفه " عوارف المعارف" ولرواية جميع مسموعاته.

إنشاء المدرسة البهائية

وبعد العودة من بغداد إلى ملتان قام الشيخ بإنشاء المدرسة لنشر العلوم الإسلامية والعربية ولترويجها. وكان يدرس فيها جميع العلوم والفنون والآداب العالية: مثلا الصرف والنحو, واللغة والبلاغة, والفقه وأصوله, والحديث وأصوله, والتفسير وأصوله. وما كان يدرس فيها طلاب شبه القارة فقط بل يتوافد إليها طلاب من أكثر البلاد والأمصار الأخرى لطلب العلوم من آسيا والبلاد العربية عراق والسورية والحجاز. وصار الإقبال إليها شديدا بعد أن ذاع صيتها.[2]

ونظرا إلى أهمية تعاليم الكتاب ومعارف السنة النبوية الشريفة, اعتنى بها اعتناء خاصا, ونرى أن كتابي " مشارق الأنوار[3] ومصابيح

---

[1]- السهروردي,شهاب الدين,أبوحفص, عمر بن محمد,إجازة لبهاءالدين زكريا الملتاني

[2]- ذكره حميد الله شاه, الهاشمي في مؤلفه "أحوال وآثار حضرة بهاء الدين زكريا ملتاني, ص 84.

[3]- ألفه الشيخ رضي الدين بن محمد بن حسن الصنعاني (المتوفي 650 هـ) كانت ولادته سنة 577 هـ بمدينة لاهور.

السنة[1] في مقرراتها الدراسية. وتخرج منها عدد كبير من العلماء الذين زينوا قلوبهم بعلوم معارف كتاب الله عز وجل ونوروا أذهانهم وأفكارهم من علوم الحديث النبوي الشريف. ومن أبرزهم جمال الدين محمد ابن الشيخ بهاء الدين زكريا المولتاني وخلفه وكان بايع على شيخ كبير في عصره الشيخ صدر الدين. وجعل نصب عينيه نشر العلوم الإسلامية والعربية في هذه المنطقة, واشتغل بتدريس هذه العلوم بمدينة "أوج" واستمر فيه أعواما كثيرة, وجعل يدرس هناك كتاب مشارق الأنوار.[2]

الشيخ مخدوم جهانيان جهانكشت[3] تعلم بمدينة "أوج" من العالم الكبير الشيخ بهاء الدين والمحدث جمال الدين. وبعد الفراغ من الدراسة توجه نحو ملتان واتصل بمكتب الشيخ بهاء الدين زكريا المولتاني ودرس الكتب المختلفة تتعلق بالعلوم والفنون بالإضافة إلى مشارق الأنوار ومصابيح السنة. وخلال قيامه في دلهي عام 781 هـ كان الشيخ المخدوم يدرس الطلاب كتابي "مشارق الأنوار" و"مصابيح السنة". ويرى من هذا أن الشيخ درس الحديث النبوي الشريف في مدرسة بهاء الدين سنة كاملة. وهذان الكتابان المذكوران أعلاهما في المقررات الدراسية. ويقول الأستاذ بختيار حسين الصديقي: وخلال فترة 1489 هـ

---

[1]- ألفه الشيخ الإمام أبو محمد حسين بن مسعود البغوي والذي كتاب " معالم التنزيل" على تفسير القرآن للخازن وشهير بتفسير البغوي.

[2]- ذكره محمد إسحاق الدكتور في كتابه " علم حديث مين باك وهند كا حصه" (مساهمة باك وهند في علم الحديث) ترجمه شاهد حسن رزافي, ص 94.

[3]- هو الشيخ جلال الدين حسين الشريف بن أحمد الكبير الشريف بن جلال البخاري الشريف. ولد بقرية "أوج" سنة 707هـ, ولقبه الشيخ ركن عالم الملتاني بمخدوم جهانيان جهانكشت, من أساتذته الإمام عبد الله اليافعي. واعتنق الإسلام خلق كثير بتعليماته. توفي سنة 785هـ بها. (الدر المنظوم: 2/775-776)

- 1642 هـ "مشارق الأنوار" و"مصابيح السنة" في المقررات الدراسية في المدارس الدينية,[1] في شبه القارة الهندية.

تعليم الحديث

ولا شك أن الشيخ بهاؤ الدين زكريا كان محدثا كبيرا.[2]
يقول الدكتور شميم محمود الزيدي :
" إن الشيخ بهاء الدين زكريا المولتاني يجلس على المنبر بعد صلاة العصر ويبين تفسير الآيات البينات من كتاب الله سبحانه وتعالى ويدرس الحديث النبوي الشريف.[3]

أسماء بعض المحدثين الكبار في عصره

1- الإمام المحدث علي بن حسن ابن عساكر الدمشقي (م 571 هـ)
2- الإمام المحدث عبد الرحمن بن عبد الله السهيلي (م 581 هـ)
3- الإمام عبد الرحمن بن علي بن الجوزي (597 هـ)
4- الإمام الحافظ عبد الغني المقدسي (م 600 هـ)
5- الإمام عز الدين علي بن محمد ابن أثير (م 606 هـ)
6- الإمام أبو زكريا يحيي بن شرف النووي الشافعي (م 616 هـ)
7- الإمام عثمان بن عبد الرحمن ابن الصلاح (م 643 هـ)

---

[1]- ذكره بختيار حسين الصديقي في مؤلفه "بر صغير باك وهند كي قديم عربي مدارس كا نظام تعليم" (نظام التعليم في مدارس القارة القديمة) ص: 105-106

[2]- ذكره الدكتور زبيد أحمد في مؤلفه "عربي أدبيات مين باك وهند كا حصه " (مساهمة القارة الهندية في الآداب العربية) نقله إلى الأردية شاهد حسين رزاقي ص: 278.

[3]- ذكرته شميم محمود بانو الدكتور في "أحوال وآثار الشيخ بهاء الدين زكريا المولتاني" ص: 136

8- الإمام أحمد بن عبد الحليم ابن تيميه (م 652 هـ)
9- الإمام أبو الفتح ابن سيد الناس (م 659 هـ)
10- الإمام أبو عبد الله محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي (م671 هـ)
11- الإمام أحمد بن محمد ابن خلكان (م 681 هـ)

ويظهر من هؤلاء العلماء الأعلام من المحدثين الكبار أن علوم الحديث النبوي كانت تزدهر وتتطور كبيرا في عصره يوما فيوما في البلاد العربية والأمصار الأخرى. ونرى أثره علي شخصية الشيخ بهاء الدين زكريا المولتاني, فلذا قام بإنشاء المدرسة لنشر معارف الكتاب والسنة النبوية في هذه المنطقة واعتنى بهما خاصة واهتم بهما اهتماما كبيرا.

الحديث فی كلامه

ومن عادة أهل العلم أنهم يزينون كلامهم بحديث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم, ونحن نرى بأن الشيخ كان يكثر ذكر الحديث النبوي الشريف في كلامه, مرة جاء رجل وما كان عند الشيخ للأكل شيء, قال الرجل: هل هذا الحديث صحيح؟

من زار حيا ولم يذق منه شيئا فكأنما زار ميتا. [1]

فأجابه: نعم.

وقال: ولكن الناس لا يعرفون معناه, لأن للخلق نوعان: عامة وخاصة. وأنا لا أعني العامة ولكن الخاصة إذا جاءوا يستفيضون حسب استعدادهم, وهذا هو معنى الحديث. [2]

---

[1]- أخرجه العجلوني في كشف الخفاء ورقمه 2493, 330/2, ولفظه: من زار حيا ولم يكرمه فكأنما زار ميتا.

[2]- سير العارفين (المخطوط) ص 21, الفريدي: تذكرة حضرة بهاء الدين زكريا المولتاني" ص: 115

ولما أنشأ السلطان ناصر الدين قباجه المدرسة ضد مكتب شيخ الإسلام بهاء الدين زكريا, وبنى جامعا كبيرا, ودعا من كاشان الإمام الشيخ قطب الدين الكاشاني وعينه رئيس المدرسين في المدرسة. والشيخ بهاء الدين زكريا يخرج من بيته ويصلى خلفه صلاة الفجر. قال له الإمام قطب الدين يوما: سيدي! صل في جامعك, ولا تشق بهذا. فأجابه قائلا: أنا أجئ هنا اتباعا بهذا الحديث النبوي الشريف: [1]

من صلى خلف عالم فكأنما صلى خلف نبي مرسل [2]

---

[1]- الفريدي: تذكرة حضرة بهاء الدين زكريا المولتاني" ص: 104

[2]- كشف الأسرار: رقم الحديث 1865 122/2, والحديث بتمامه: قدموا خياركم تزكوا صلاتكم رواه الديلمي عن جابر مرفوعا ورواه الحاكم والطبراني بسند ضعيف عن مرثد بن أبي مرثد الغنوي رفعه بلفظ ان سركم أن تقبل صلاتكم فليؤمكم خياركم وفي رواية للطبراني علماؤكم فانهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم وللدارقطني عن ابن عباس مرفوعا اجعلوا أئمتكم خياركم فانهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم قال في الأصل وما وقع في الهداية للحنفية بلفظ من صلى خلف عالم تقي فكأنما صلى خلف نبي فلم صليت عليه بهذا اللفظ. ورقم 2514 من صلى خلف عالم تقي فكأنما صلى خلف نبي تقدم عن السخاوي أنه لم يقف عليه337/2, والدراية في تخريج أحاديث الهداية: رقم الحديث 201, والحديث بتمامه: 201 حديث يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله فإن كانوا في القراءة سواء فأعلمهم بالسنة مسلم والأربعة من حديث أبي مسعود بهذا وزاد فإن كانوا في السنة سواء فأقدمهم هجرة فإن كانوا في الهجرة سواء فأقدمهم سلما وفي رواية سنا الحديث وصححه ابن حبان وأخرجه الحاكم وقال بدل قوله بالسنة فأفقههم فقها ثم قال فأكبرهم سنا واعترف أن مسلما أخرجه قال ولفظه الفقه عزيزة غريبة وأخرجه من وجه آخر فيه ضعف بلفظ يؤم القوم أقدمهم هجرة فإن كانوا في الهجرة سواء فأفقههم في الدين فإن كانوا في الفقه سواء فاقرأهم للقرآن وهذا مخالف للأحاديث الصحيح في الباب حديث عمرو بن سلمة الجرمي وإذا عملا الصلاة فليؤذن أحدكم وليؤمكم أكثركم قرآنا الحديث أخرجه البخاري وحديث من صلى خلف عالم تقي فكأنما صلى خلف نبي لم أجده وقد روى الحاكم والطبراني من حديث مرثد بن أبي مرثد الغنوي إن سركم أن تقبل صلاتكم فليؤمكم خياركم وفي رواية الطبراني علماؤكم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم وأخرجه الدارقطني من حديث ابن عباس بلفظ اجعلوا أئمتكم خياركم فإنهم وفدكم فيما بينكم

مرة كان الشيخ جالسا مع جماعة الدراويش, فأتي بطعام, فجعل الشيخ يأكل مع كل أحد, فرأى الشيخ أن واحدا منهم يأكل فتات الخبز بعد إلقاءها في الشوربة, فقال: سبحان الله! هذا الدرويش يعرف طريقة أكل الطعام منهم فقط. قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:

فضل الثريد على سائر الطعام كفضلي على سائر الأنبياء. فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام.[1] [2]

الأحاديث النبوية فى مؤلفات شيخ الإسلام

مؤلفات شيخ الإسلام فيما يلي:

1- الأوراد

2- شروط الأربعين في جلوس المعتكفين

3- الرسالة

وهذه المؤلفات تتزين بالآيات القرآنية والأحاديث النبوية وأقوال العلماء الأعلام والسادة الصوفية العظام. ونحن نلقي في هذا المقال اليسير الأضواء على الأحاديث المباركة التي رواها الشيخ في مؤلفاته.

وبين ربكم, 202 حديث وليؤمكما أكبركما متفق عليه من حديث مالك بن الحويرث بلفظ إذا عملا الصلاة فأذنا ثم أقيما وليؤمكما أكبركما وله عندهم طرق وألفاظ. ويقول على بن سلطان القاري الهروي في المصنوع تحت رقم 344 حديث من صلى خلف تقي فكأنما صلى خلف نبي لا أصل له.

[1]- أمير حسن علا سجزي الدهلوي, خواجه: فوائد الفواد. (مترجم أردية) الخواجه حسن الثاني النظامي" ص: 181-182

[2]- أخرجه الحاكم في المستدرك, رقم الحديث 1812, 669/1, والهيثمي في مجمع الزوائد, باب الاستنصار بالدعاء 132/10, وأبو يعلي في مسنده: رقم الحديث 439, 344/1, و 1812, 346/3, وفيها لفظ " نعم السلاح الدعاء" والقضاعي في مسند الشهاب: 143, 116/1, والديلمي 3085, 223/7, و6787, 267/4, وفيه لفظ : نعم سلاح المؤمن الصبر.

الأوراد

هذا المؤلف القيم يحتوي على علم الأدعية والأوراد. وفيه يبحث عن الأدعية المأثورة والأوراد المشهورة. والشيخ قام بتصحيحها وضبطها وبيان خواصها وبيان تكرارها وأوقات قراءتها وشروطها ومن غرض بيانه أن يعرف القارئ ويتمكن بسهولة على قراءتها كي يتناول ثمراتها ونتائجها في الدنيا والأخر. [1]

وفي هذا العلم يستفاد من علم الحديث, فلذا يعد هذا العلم من فروعه. وعلى هذا الموضوع كتاب الأذكار للإمام النووي, والحصن الحصين للإمام محمد الجزري, وكتاب للإمام عبد الرحمن البسطامي مفيدة جدا, كتاب الأوراد باللغة الفارسية ولكن الأوراد المذكورة فيها باللغة العربية فلذا يرى الكتاب عربيا. ومخطوط الأوراد يوجد في مكتبة جامعة بنجاب.

ويقول الدكتور المولوي محمد شفيع: ولكتاب " الأوراد" نسخ عديدة, وهي في مكتبة رامفور (الهند). ولهذا الكتاب شرح بتسمية "كنز العباد" وهو شرح بسيط نفيس في مجلدين ضخمين. وله مكانة علمية كبيرة, ومؤلفه الشيخ علي بن أحمد الغوري أحد مريدي الشيخ شاه ركن عالم الملتاني رحمه الله تعالى. ونسخ مخطوطه عام 856 هـ في سمرقند, وكاتبه شمس الدين أحمد بن مولانا صدر الدين. ولكنز العباد شرح الأوراد نسخة مخطوطة في مكتبة جامعة بنجاب. وكتب الشارح في بداية الكتاب "

---

[1]- طاش كبري زاده : مفتاح السعادة, 422/2

بهاء الحق والشرع والدين". وبهذا رد من أنكر أو أراب وزعم أنه من ليس من مؤلفات الشيخ زكريا الملتاني.[1]

والآن نحن نلاحظ الكلمات التي بدأ بها الشيخ علي بن أحمد الغوري شرح كنز العباد:

أعظم المحامد لله العظيم وأكرم الصلوات على رسوله الكريم. أما بعد! فإن هذا شرح أوراد الشيخ الأجل الكبير محي السنة, ماحي البدعة, كاشف الحقائق, مظهر الدقائق, حجة الحق والدين على الحق, بهاء الحق والشرع والدين, أسكنه في أعلى عليين. ألفه العبد الضعيف الصغير خدام الشيخ الأعظم المعظم المكرم الأكرم, قدوة الثقلين سلطان المشايخ الخافقين, ركن الحق والشرع والدين رضي الله تعالى عنه وأرضاه عنا وجعل الفردوس مثواه وهو على بن أحمد الغوري الساكن بخطة كرة. وسميته بكنز العباد في شرح الأوراد فالمأمول من الله القوي القدير أن يكون مقبولا لدي الصغير والكبير.[2]

وخاتمة الكتاب بهذه الكلمات الآتية:

والله الموفق, وقع الفراغ من تسويد هذه النسخة الشريفة الميمونة المسماة بشرح الأوراد, والله اعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب.[3]

يقول الشيخ نور أحمد الفريدي:

إن كتاب "الأوراد" ليس كتاب الأوراد فقط بل تأليف فقهي غلب عليه لون التصوف, وذكر فيه مسائل الطهارة والصلاة والصوم وبعض موضوعاته تتعلق بالأخلاق والسيرة. وشرح هذه المسائل في شرح كنز العباد وضع على ترتيب فقهي. وطريق شيخ الإسلام ومسلكه يوافق

---

[1]- زكريا الملتاني, شيخ الإسلام حضرة بهاء الدين(ترجمه وعلق عليه) محمد ميان الصديقي" ص: 19-20

[2]- الغوري, علي بن أحمد, كنز العباد (مخطوط) جامعة بنجاب" ص: 1

[3]- المرجع المذكور أعلاه. الصفحة الأخيرة.

الشريعة الغراء السامية والتصوف فلذا تأليفه " الأوراد" كأنه اسم آخر لإدراك وفهم وتعمق في مسائل الشريعة, ولا يعد عنده أوراد سوى اتباع الشريعة.[1]

وجمع في هذا الكتاب الشيخ بهاء الدين زكريا الملتاني قدس سره العزيز الأدعية المأثورة التي تقرأ تدعى بها في مناسبات مختلفة. مثلا الدعاء عند الخروج من البيت, وعند دخول المسجد, وعند النوم والاستيقاظ والدعاء عند دخول المرحاض وعند استعمال المشط.

وذكر الشيخ بهاء الدين فيه طريق مسنون لأداء الصلوات الخمس وصلاة العيدين والجنازة وطريقة النوافل المختلفة وأجرها. وهذا الكتاب مستفاد من كتب الأحاديث المختلفة, وصرح بعض الأحاديث في نقلها وبعضها لم يصرح.

وأرشد فيه لقراءة وتلاوة بعض الآيات والسور القرآنية في أوقات مختلفة. واعتنى بطباعة متن "الأوراد" الدكتور محمد ميان الصديقي عام 1978م/1398هـ بمشاركة مركز تحقيقات فارسي ايران وباكستان بإسلام آباد, وإسلامك بك فاؤنديشن (مؤسسة الكتب الإسلامية) بلاهور, ثم طبعت ترجمته في الأردية عام 1999م/1420هـ من مؤسسة التصوف بلاهور, وهذا العمل المهم تكمل تحت عناية الشيخ أرشد القريشي, ولاشك أنه من الأمور المهمة والأعمال الكبيرة.

شروط الأربعين في جلوس المعتكفين

وفي هذه الرسالة الموجزة باللغة الفارسية يبحث فيها عن آداب وشروط الاعتكاف. وذكر فيها المؤلف أربعين شروط للمعتكفين

---

[1]- الفريدي: تذكرة حضرة بهاء الدين زكريا المولتاني" ص: 241

المستفادة من الآيات القرآنية والأحاديث النبوية ومن أقوال المشايخ والأئمة. وذكر فيها بعض الأبيات الفارسية وبيتا واحدا بالعربي ة. ونحن نذكر فيما يأتي الأحاديث بعد التخريج التي كتبها شيخ الإسلام فيها. و ها هي:

1- الشيخ في قومه كالنبي في أمته•.[1]

• - الفريدي: تذكرة حضرة بهاء الدين زكريا المولتاني" ص: 252, و حميد الله شاه الهاشمي في مؤلفه "أحوال وآثار حضرة بهاء الدين زكريا ملتاني, ص 194.

[1]- الفردوس بمأثور الخطاب: رقم الحديث: 3666, 373/2, ولفظه: الشيخ في أهله كالنبي في أمته. وذكر المناوي في فيض القدير 185/4 وقال ابن الجوزي حديث لا يصح الشيخ في أهله وفي رواية في قومه كالنبي أمته أي يجب له من التوقير مثل ما للنبي في أمته منه أو المراد يتعلمون من علمه ويتأدبون من أدبه لزيادة تجربته التي هي ثمرة عقله ولذلك ترى الأكراد والأتراك وأجلاف العرب مع قرب رتبتهم من البهيمة يوقرون الشيخ بالطبع تنبيه قال ابن عربي الشيوخ نواب الحق كالرسل في زمانهم فهم ورثوا الشرائع وعليهم حفظ الشريعة لا التشريع وحفظ القلوب ورعاية الآداب فهم من العلماء بالله بمنزلة الطبيب من العالم بعلم الطبيعة والطبيب لا يعرف الطبيعة إلا بما هي مدبرة للبدن والعالم بالطبيعة يعرفها مطلقا وإن لم يكن طبيبا وقد يجمع الشيخ بينهما لكن حظ الشيخ من العلم أن يعرف من الناس موارد حركاتهم ومصادرها والعلم بالخواطر مذمومها ومحبوبها وموضع اللبس الداخل فيها من ظهور خاطر مذموم في صورة محمودة ويعرف الأنفاس والنظرة وما لهما وما يحتويان عليه من خير وشر ويعرف العلل والأدوية والأزمنة والسن والأمكنة والأغذية وما يصلح المزاج وما يفسده والفرق بين الكشف الحقيقي والخيالي ويعرف التجلي الإلهي ويعرف التربية وانتقال المريد من الطفولية إلى الشباب ومنه إلى الكهولة ويعلم ما للنفس والشيطان من الأحكام وأدويتها ومتى يصدق خواطر المريد ويعلم ما تكنه نفس المريد مما لا يشعر به ويفرق للمريد إذا فتح عليه في باطنه بين الفتح الروحاني والإلهي ويعلم بالشم أهل الطريق الذين يصلحون له والتحلية التي تحلى به نفوس المريدين الذين هم عرائس الحق فالشيخ عبارة عن جمع جميع ما يحتاجه المريد في حال تربيته وكشفه إلى انتهائه إلى الشيخوخة وما يحتاجه إذا مرض خاطره لشبهة وقعت له لا يعرف صحتها من سقمها كما وقع لشيخنا حين قيل له أنت عيسى بن مريم فتأوله الشيخ بما ينبغي وكذا إذا ابتلي بسماع النهي عن واجب أو فعل حرام فالشيخ طبيب الدين فمهما نقص مما يحتاجه المريد في تربيته فلا يحل له القعود على منصة الشيخوخة فإنه يفسد أكثر مما يصلح ويفتن

2- من لا شيخ له فشيخه الشيطان.[1]

3- قال عليه السلام: الوضوء سلاح المؤمن.•[2]

4- قال أم المؤمنين عائشة: ولا اعتكاف إلا بصوم.•[1]

كالمتطبب يعل الصحيح ويقتل المريض الخليلي في مشيخته وابن النجار في تاريخه كلاهما من حديث أحمد بن يعقوب القرشي الجرجاني الأموي عن عبد الملك القناطري عن إسماعيل عن أبيه عن رافع عن أبي رافع قال ابن حبان وهذا موضوع وقال غيره هذا باطل وقال الزركشي ليس من كلام النبي وفي الميزان في ترجمة محمد بن عبد الملك القناطري عن أبيه عن رافع روى حديثا باطلا الشيخ في أهله كالنبي في أمته وقيل له القناطري لأنه كان يكذب قناطير اه وفي اللسان قال الخليلي حديث الطبراني وضعه كذاب على مالك يقال له صخر الحاجب وهو الذي وضع حديث الشيخ في أهله كالنبي في أمته, الشيخ في بيته يعني في أهله وعشيرته كالنبي في قومه لا لكبر سنه ولا لكمال قوته بل لتناهي عقله. وذكر الذهبي في ميزان الاعتدال روى عن مالك عن نافع عن ابن عمر مرفوعا الشيخ في بيته كالنبي في قومه. وقال ابن حجر العسقلاني في لسان الميزان 183/3 وضع حديث الشيخ في أهله كالنبي في أمته الكذاب على مالك يقال له صخر الحاجبى, وقال بن عدى عامة ما يرويه مناكير ومن موضوعاته ورأيت أهل مرو مجتمعين على ضعفه وإسقاطه. والعجلوني في كشف الخفاء رقم الحديث 1576 الشيخ في قومه كالنبي في أمته. قال في المقاصد رواه ابن حبان في الضعفاء وكذا الديلمي عن أبي رافع مرفوعا لكن بلفظ الشيخ في أهله ورواه ابن حبان أيضا في ترجمة عبد الله بن عمر الافريقي عن ابن عمر ثم قال وهو موضوع.

[1]- ما وجدت هذا الحديث. ولعل هذا ليس من كلام رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم. وهذا كلام شخص آخر.

• - الفريدي: تذكرة حضرة بهاء الدين زكريا المولتاني" ص: 253, وحميد الله شاه, الهاشمي في مؤلفه "أحوال وآثار حضرة بهاء الدين زكريا ملتاني, ص 194.

[2]- أخرجه الحاكم في المستدرك, رقم الحديث 1812, 669/1, والهيثمي في مجمع الزوائد, باب الاستنصار بالدعاء 132/10, وأبو يعلي في مسنده: رقم الحديث 439, 344/1, و 1812, 346/3, وفيها لفظ " نعم السلاح الدعاء" والقضاعي في مسند الشهاب: 143, 116/1, والديلمي 3085, 223/7, و6787, 267/4, وفيه لفظ : نعم سلاح المؤمن الصبر.

• - الفريدي: تذكرة حضرة بهاء الدين زكريا المولتاني" ص: 253, وحميد الله شاه, الهاشمي في مؤلفه "أحوال وآثار حضرة بهاء الدين زكريا ملتاني, ص 195.

5- لكل شيء أصل وفرع فإن أصل الطاعات ذكر الموت والطاعة فرعه وإن أصل المعاصي نسيان الموت والمعاصي فرعه.

6- من بكت نفسه من خشية الله يدخل الجنة ضاحكا.

7- من لم يرض بقضائي ولم يصبر على بلائي ولم يشكر على نعمائي ولم يقنع بعطائي فليطلب ربا سواى. • [2]

8- قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: لا اعتكاف إلا في المسجد الجامع. • [3]

9- وفي الخبر قال الله تعالى : يا بن آدم منك الاستغفار ومني المغفرة. •

10- فقيه واحد أشد على الشيطان من ألف عابد • [1]

---

[1]- أخرجه البيهقي في السنن الكبرى, رقم: 8377, 321/4, وأبو داود في سننه: 2473, 333/2, والطبراني في المعجم الكبير: 9509, والترمذي: 1539, 112/4, ابن عبد البر في التمهيد330/8, و197/11, وابن حجر العسقلاني في الدراية: 385, 292/1.

• ـ المرجع السابق" ص: 258, و ص 200-201.

[2]- نقله المناوي في فيض القدير من شرح العوارف 470/4, والنص بتمامه: أول ما كتب الله في اللوح المحفوظ إني أنا الله لا إله إلا أنا من لم يرض بقضائي ولم يشكر نعمائي ولم يصبر على بلائي فليطلب ربا سواي طب وكذا الديلمي عن أبي هند الداري. ذكره الذهبي في الميزان :3186, 202/3, وابن حجر العسقلاني في لسان الميزان: 140, 30/3, وابن حبان البستي في المجروحين: 407, 327/1, ولفظه: قال الله عز وجل: من لم يرض بقضائي ولم يصبر على بلائي فليطلب ربا سواي.

• ـ المرجع السابق" ص: 258, و ص 201.

[3]- أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه رقم: 9668, 337/2, ولفظه: لا اعتكاف إلا في مسجد يجمع فيه. وعبد الرزاق رقم 810, 347/4, ولفظه: لا اعتكاف إلا في مسجد جماعة. وفي كتاب الآثار: 139, 26/1, لا اعتكاف إلا في المسجد الأعظم. والطبراني في المعجم الكبير: 9510, 301/9.

• ـ الفريدي: تذكرة حضرة بهاء الدين زكريا المولتاني" ص: 258, و حميد الله شاه, الهاشمي في مؤلفه "أحوال وآثار حضرة بهاء الدين زكريا ملتاني, ص 201.

• ـ المرجع السابق" ص: 254, و ص 196.

11- قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: الزاهدون في الدنيا, الراغبون في الآخرة هم الآمنون يوم القيامة •

12- قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: الصيام والقرآن يشفعان للعبد يوم القيامة.•[2]

الـــــرسالة

هذه الرسالة باللغة الفارسية على بيان "الطريقة "(مخطوط) لم ير النور, وطبع متنه في مجلة " الصحيفة " في عدد يناير 1971م. سأله أحد مريديه عن الطريقة فحرر الجواب بعد الاستخارة.[3] وهذه الرسالة مزينة بالأحاديث النبوية الشريفة. ونحن نذكرها هنا بعد التخريج ما أمكن لي تخريجها:

قال عليه الصلاة والسلام: أخوف ما اتباع الهوى وطول الأمل.

---

[1]- أخرجه ابن ماجه : 4222, 81/1, والطبراني في مسند الشاميين: 1109, 161/2, والمعجم الكبير:11099, 78/11, والديلمي في الفردوس 4398, 148/3, والعجلوني في كشف الخفاء: 1139, 114/2, و2054, 188/2.

• - المرجع السابق ص: 256, و ص 19.7

• - المرجع السابق" ص: 256, و, ص 198.

[2]- أخرجه الحاكم في المستدرك: 20306, 240/1, والهيثمي في مجمع الزوائد, باب في فضل الصوم, 181/3, وباب شفاعة الأعمال:381/10, وأحمد في مسنده: 66201, 174/2, واللفظ له, والبيهقي في شعب الإيمان: 1994, 346/3, وابن المبارك في الزهد: 385, 114/1.

[3]- ذكره حميد الله شاه, الهاشمي في مؤلفه "أحوال وآثار حضرة بهاء الدين زكريا ملتاني, ص 204

وجاء في الأ......... من حفظ ...... أكرمته بست: من حفظ لسانه, ومن حفظ بصره من غيري أكرمته برؤيتي, ومن حفظ لسانه وحفظ قلبه من حب الدنيا, أكرمته بنظري, يوم القيامة.[1]

وجاء في حديث الأسرار: إن الله تعالى قال للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم: يا أحمد ! وأحذر أن لا تكون مثل صبي إذا نظر إلى الشيء الأخضر والأصفر أحبه, وإذا أعطي شيئا من الحلو والحامض اغتر, يا أحمد! إن أول المعصية إلتي يعملها العبد شبع البطن, وفتح اللسان فيما لا يعنيه ومخالطة المخلوق بأهوائهم.

قال أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه: قابل لي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم, وتمسي وليس في قلبك غل, وذلك من سنتي, ومن .....حياتي[2] كان معي في الجنة.

قم فصل فإنك لم تصل.[3]

---

[1]- هكذا في مقالة أحوال وآثار بهاء الدين زكريا الملتاني ص 104, وهذا ناقص, وما وجدنا نصا تاما.

[2]- هكذا في الأصل ولعل الصواب:" من أحب سنتي كان معي في الجنة." والله اعلم بالصواب.

[3]- أخرجه المسلم في صحيحه وحديث رقم: 397, 298/1, هذا جزء الحديث والحديث بتمامه: عن أبي هريرة ثم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلى ثم على رسول الله صلى الله عليه وسلم فرد رسول الله صلى الله عليه وسلم السلام قال ارجع فصل فإنك لم تصل فرجع الرجل فصلى كما كان صلى ثم جاء إلى النبي عليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليك السلام ثم قال ارجع فصل فإنك لم تصل حتى فعل ذلك ثلاث مرات فقال الرجل والذي بعثك بالحق ما هذا علمني قال إذا قمت إلى الصلاة فكبر ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعا ثم ارفع حتى تعتدل قائما ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع حتى تطمئن جالسا ثم افعل ذلك في صلاتك كلها. وابن الجارود في المنتقى: حديث رقم: 194, 98/1, والبخاري: حديث رقم:724, 263/1, و760, 274/1, و5897, 2307/5, و6290, 2455/6, وابن خزيمة في صحيحه: 461, /234 وغيرها.

وجاء في الأسرار: إن الله (تعالى قال لرسوله) عليه الصلاة والسلام: يا أحمد! إن أحببت أن تكون أورع الناس؟ فازهد في الدنيا وارغب في الآخرة. قال: الهي : كيف أزهد في الدنيا وارغب في الآخرة؟ قال الله تعالى: خذ من الدنيا خفا من الطعام والشراب واللباس, ولا تحبس شيئا لغد, وتدام على ذكري. قال: يا رب! كيف أدوم على ذكرك؟ قال: بالخلوة عن الناس, وتبغضك للحلو والحامض, وفراغ بيتك وبطنك من الدنيا.

نعوذ بالله منها من عمل بلا علم, وعلم بلا عمل.

تفكر ساعة خير من عبادة سنة.[1]

نرى أن الشيخ بهاء الدين زكريا المولتاني بذل حياته في نشر وترويج علوم كتاب الله عز وجل والسنة النبوية الشريفة. كان يدرس الطلاب نهارا ويزكي نفوسهم وأذهانهم وفق تعاليم الكتاب والسنة. وموعظته يدور حولهما, وهكذا يربي السالكين والمريدين والمحبين له.

وتوفي هذا الشيخ الكبير بعد سطوع أنوار العلوم في مختلف بقاع المعمورة خاصة في القارة الهندية في شهر صفر المظفر عام ٦٦١ الهجرية.

المصادر و المراجع (العربيه)

التمهيد لابن عبد البر: لأبى عمر يوسف بن عبدالله بن عبد البر النمرى (463ھ) 64 مجلدا، وزارة عموم الاوقاف والشون الاسلامية. المغرب، 1387 ھ، تحقيق : مصطفى بن أحمد العلوى، ومحمد عبدالكبير البكرى.

---

[1] - أخرجه علي بن سلطان الهروي القاري في المصنوع (94) 1/ 94 حديث تفكر ساعة خير من عبادة سنة ليس بحديث إنما هو من كلام السري السقطي رحمه الله تعالى82, والعجلوني في كشف الخفاء (1004) 370/1, وفي الجامع الصغير بلفظ: فكرة ساعة خير من ستين سنة, وهناد في الزهد, والديلمي في الفردوس, وابن عاصم في الزهد والبيهقي في شعب الإيمان بلفظ: تفكر ساعة خير من قيام ليلة.

الجامع الصحیح: للبخاری محمد بن اسماعیل، ابی عبدالله (192ھ - 256ھ) دار ابن کثیر الیمامۃ۔ بیروت۔ ط۔ الثالثۃ، تحقیق: د۔ مصطفی أدیب البقاء۔

الجامع الصحیح: لمسلم بن الحجاج، ابی الحسین القشیری النیسابوری (206ھ - 311ھ)

دار احیا التراث العربی۔ بیروت۔ تحقیق۔ محمد فواد عبدالباقی۔

الجامع الصغیر: عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد بن سابق الخضری (849-911ھ)

مجلد واحد، دار طا ر العلم۔ جلۃ، تحقیق: عبدالرؤوف المناوی۔

الدرایۃ فی تخریج أحادیث الهدایۃ: لابن حجر العسقلانی احمد بن علی۔

دار المعرفۃ۔ بیروت۔ تحقیق: السید عبد الله هاشم الیمانی المدنی۔

سنن الترمذی: محمد بن عیسی، ابی عیسی السلمی الترمذی۔

دار احیاء التراث العربی۔ بیروت۔ تحقیق، احمد محمد شاکر واخرون۔

السنن الکبری: لبیهقی، احمد بن الحسین بن علی بن موسی (384- 458ھ)

۱۰ مجلدات، مکتبۃ دار الباز۔ مکۃ المکرمۃ 1414ھ / 1994م، ت: محمد عبدالقادر عطاء

سنن ابن ماجہ: محمد بن یزید، ابی عبدالله القزوینی (207-275ھ)

مجلدان، دار الفکر۔ بیروت، تحقیق: محمد فواد عبدالباقی۔

سنن ابی داود: لسلیمان بن اشعث، ابی داود السجستانی الازدی(202- 275ھ)

شعب الایمان: للبیهقی، ابی بکر احمد بن الحسین (384-458ھ)

8مجلدات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط الاولی 1410 ھ، تحقیق محمد العبید بسیونی زغلول۔

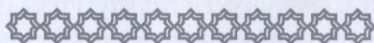
صحیح ابن حبان: محمد بن حبان بن أحمد، ابی حاتم التمیمی البستی (354ھ)

18 مجلدات، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط ۔ الثانیۃ 1414ھ / 1993 م، تحقیق: شعیب الارنؤوط

صحيح ابن خزيمة: محمد بن اسحاق بن خزيمة ابی بکر السلمی النيسابوری(311ھ)
4 مجلدات، المكتب الاسلامی، بيروت 1390ھ /1970م، ت:د /محمد مصطفی الاعظمی۔
الفردوس بماثور الخطاب: للديلمی، ابی شجاع شيرويہ بن شهردار الهمدانی (509ھ)
5 مجلدات، دار الكتب العلمیۃ۔ بيروت، ط ۔ الاولی، تحقيق: السعيد بسيونی زغلول۔
فيض القدير شرح جامع الصغير: للمناوی، عبدالرووف ۔ دارالمعرفۃ۔ بيروت۔ ط ۔ الثانیۃ 1391ھ /1973 م
الكشف الخفاء و مزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث علی السنة الناس: للجلونی، اسماعيل بن محمد۔
مجمع الزوا د: للهيثمی، علی بن ابی بکر
10 مجلدات، دار الريان للتراث، دار الكتاب العربی القاهرة۔ بيروت، 1407ھ ۔
المستدرک علی الصحيحين: للحاكم ، ابی عبدالله النيسابوری۔ دار العرفۃ۔ بيروت۔
مسند الشاميين: للطبرانی، الامام ابی القاسم، سيلمان بن احمد بن ايوب۔
مجلدان، مؤسسۃ الرسالۃ، بيروت، ط ۔ الاولی 1405 ھ / 1984 م، ت: حمدی بن عبدالمجيد السلفی۔

Royal Book Company' 1990) P.128.

16. Buehler, Arthur F., Sufi Heirs of the Prophet (Columbia: University of North Carolina Press, 1998) P.169.
17. Tara Chand, Influence of Islam on Indian Culture (Lahore: Book Traders, P.O.Box 1854, 1979) P.47
18. Lal, K.S., Early Muslims in India (Lahore: Iqbal Publications, n.d.) P.124 - 5.
19. Fauja Singh, Hisotry of the Punjab (A.D. 1000 - 1526) (Patiala: Punjabi University, 1972) Vol.3, P.15.
20. Nijjar, Bakhshish Singh, Punjab Under the Sultans (Lahore: Book Traders, 1979) pp.139-40
21. Khushwant Singh, The History of the Sikhs (1469-1839) (Delhi: Oxford University Press, 1984) Vol. PP.27-28
22. Maclagan, E.D., Gazetteer of the Multan Districts, PP.339- 40.
23. Ibid, P.339
24. Ibid. P.348
25. Roseberry III, J.Royal, Imperial Rule in Punjab (New Dehli: Manohar Publications, 1987) P.80.



REFERENCES

1. The Encyclopedia of Islam(Leiden:E.J.Brill,1986) vol. 1, P.912. Also Muhammad Latif, Sayyed, The Early History of Multan (Lahore: People Publishing House, 1965) PP.73-75.
2. Maclagan, E.D., Gazetteer of the Multan District (Lahore: Civil and Military Gazettee Press, 1902) P.339
3. Griffin, Sir Lepel, Punjab Chiefs, Urdu Translation by Sayyed Nawazish Ali(Lahore:Sing-e-Meel Publications,1993)Vol.2, P.492.
4. Arnold, Sir Thomas W., The Preaching of Islam (Lahore: Shirkat-i-Kaulam, 1956) P.281.
5. Jones, L.Bevan, The People of the Mosque (Calcutta: Y.M.C.A. Publishing House, 1939) P.165.
6. Trimingham, J. Spencer, The Sufi Orders in Islam (Oxford: At the Claredon Press, 1971) P.65.
7. Arberry, A.J., Sufism ---------- An Account of the Mystics of Islam (London: George Allen & Unwin Ltd., 1950) P.86.
8. Arberry, A.J., Mysticism in "The Cambridge History of Islam" edited by P.M. Holt Ann K.S. Lambton & B.Lews (Combridge University Press, 1970) Vol. 2 , P.622)
9. Holt, P.M. etal. (eds) The Cambridge History of Islam (Cambridge: Cambridge University Press,1970)vol.2-B, P.622.
10. Brown, John P., The Darivishes or Oriental Spiritualism, edited by H. A. Rose (Frank Cass & Company Ltd. 1968) P.4
11. Encyclopedia of Religion and Ethics, Vol. VIII, P.747
12. Ibid, Vol. XI, P.69
13. Annemarie Schimmel, Mystical Dimension of Islam (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 203) P.352.
14. Annemarie Schimmel, Islam in Indian Subcontinent (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2003) PP.31 - 32.
15. Titus, Murray T., Islam in India and Pakistan (Karachi:

inches. This is surmounted by an octagon, about one-half of the height of the square, above which there is a hemisphere dome. The greater part of the building is a mass of white plaster; but on the eastern side there are still existing some fairly preserved specimens of diaper ornament in glazed tiles." (22)

According to Cunningham there is only one other specimen of the architecture of this exact period, and that is at Sonepat. (23). The shrine of Bahawal Hakk is enlivened at times by the visits of bands of pilgrims from Sindh and elsewhere who march in with flags, crying out in chorus: *" Dam Bahawal Hakk! Dam Bahawal Hakk!"* (24)

The shrine of this great saint has been revered both by the Muslims and non-Muslims as J.Royal Roseberry III writes:

> "Many Hindus venerated Muslim saints. Mulraj's mother made offerings at the shrine of Bahawal Hakk, praying. "that her son might not only conquer the English, but afterwards the Sikhs and become King of the Punjab" (25)

It is evident from the above statements that contribution of Hadrat Baha' al-Din Zakariyya to Islam has been acknowledged even by non-Muslim writers. They had referred to him in their writings. The Hindus, Sikhs and orientalists had eulogized this great sufi and the founder of Suharwardi order in India.

(Allah's mercy be upon him)

learning associated with the names of Pirs and Fakirs were established. Among them, the Suhrawardy order was the most prominent. The Original founder of this branch was Sufi saint of Baghdad, Shahab-ud-Din Suhrawardi". In Multan, the foundation of this order or Silsila was laid down by the Sufi Saint Baha-ud-Din Zakaria". (19)

Dr. Bakhshish Singh *Nijjar* of Mahandra College *Patiala* has written "Punjab under the Sultans (1000-1526 A.D)" in which he writes about Shaykh Baha' al-Din Zakariyya in the following words:

"Baha-ud-din Zakariya was the founder of Suhrawardi sufi order in India who was born at Kot Aror near Multan in 1182-83. He met the famous Sufi Shahab-ud-din Suhrawardi during the course of his journey to Bukhara, Baghdad and Jerusalem. He set up Khanqa at Multan where he lived and worked for about half a century and where he died in December 1263, his descendants Shaikh Sadr-ud-din and Abul Fath Rukn-ud-din, carried on the work of spiritual salvation after his demise. His cult was accepted by both the communities. He was the most influential sufi saint of thirteenth century. His mystic ideology differed greatly from that of the Chishti Sufis."(20)

Khushwant Singh has also referred to this great sufi in his book entitled "The History of the Sikhs". He has mentioned that the Suhrawardi sufis Baha' al-Din Zakariyya and Shah Rukn al-Din opened a centre of Sufism at Multan.(21)

E.D. Maclagan has given the details in the following words:

"The lower part of the tomb is in square of 51 feet 9

by the grand sufi masters of the Chishtiyya and Suhrawardiyya, Baba Farid Ganj-e-Shakar (d.664/1265) of Pakpatten and Baha' uddin Zakariya (d.666/1267) of Multan respectively."(16)

Besides orientalists some non-Muslim historians of the sub-continent have also mentioned this great Sufi in their books. Among Hindus, Dr.Tara Chand has written about Baha' al-Din Zakariyya in his book "Influence of Islam on India Culture". (17) K.S. Lal in his book "Early Muslims in India" writes about this saint as follows:

"The founder of the Suhrawardi Silsila was Shaikh Shahab-ud-din Suhrawardi. He directed his disciples to work in India. The most prominent among these was Shaikh Baha-ud-din Zakariyya of Multan. Baha-ud-din Zakariyya was born at Karor in 1182-83 and after a long sojourn of many important centres of Muslim learning, he settled down in his Khanqah at Multan where he died in 1262 after half a century's work. The credit of organizing the Suhrawardi order in India belongs to him. He did not believe in poverty or torturing the body. He lived a comfortable life and emphasized and practiced the external forms of Islam .... Bahauddin Zakariyya did not shun wealth; in fact he accumulated it. He also mixed freely with sultans and practiced politics. It is said that he was the richest Muslim saint of medieval India". (18)

Some Sikh historians have also highlighted the achievements of Zakariyya Multani. For instance, Dr Fauja Singh of Punjabi University Patiala (India) writes:

"By and by, at Multan and Uch, permanent seats of

catch fire. Returning to Multan, Baha-ud-din soon gained many followers, although his lifestyle differed considerably from the austere, God-trusting, yet emotionally charged atmosphere of his Chishti neighbours. His Khankah was well run; he had fixed hours for reception...... Baha' ud-Din Zakariyya accepted government grants and cooperated with those rulers whom he found acceptable, following with Najib-ud-din Suhrawardi the Koranic device: 'Obey God and His Prophet and Obey those with authority among you (Sura 4/59). Thus, he cooperated with Iltutimish as his successors cooperated with Feroz Tughluq." (14)

Murray T. Titus, while writing about Shaykh Baha'al-Din Zakariyya says:

"Following the appearance of the Chishti order in India, the next Darwish fraternity to be introduced was the Suhrawardi order, which was sponsored by Baha'ud-Din Zakariyya, a native of Multan. He went to Baghdad and attached himself to Shihab-ud-Din Suhrawardi, the founder of the order, who as himself a contemporary of 'Abd-ul-Qadir Jilani, the founder of Qadiri Order. In A.D. 1266, he died at Multan where his tomb is greatly revered" (15)

Arthur F. Buehler who has embraced Islam, has praised the contribution of Baha'-al-Din Zakariyya in spreading Islam in the Punjab. He writes:

"Punjabi Islam was structured in a meditational pattern from the beginning. The spread of Islam throughout the western Punjab has been attributed to the efforts initiated

whose influence the mystical poet Fakhar-ud-din 'Iraqi remained for a long time."(10)

In the Encyclopedia of Religion of Ethics, Shaykh Zakariyya is mentioned in the following words:

"Of importance in the history of Islam in the Punjab is the Settlement in that part of India of saints of Suhrawardi Order; e.g., to the preaching of Baha' al-Din Zakariya and of Sayyid Jalal al-Din and his descendants, many of the tribes of the Punjab owe their conversion." (11)

At another place, it is further told:

"Baha-al-Din Zakariya settled in Multan, in the neighborhood of which he had been born, and his tomb, which he is said to have built during his lifetime, is of the few great monuments of Indian Architecture of this period."(12)

Annemarie Schimmel has undertaken research work on Islamic mysticism and has written a number of books on this subject. She writes:

"And even greater Suhrawardi impact on Muslim religious life was made by Baha'-ud-Din Zakariyya Multani (d.Ca.1262 A.D), contemporary of Farid-ud-din Ganj-e-Shakar...... And he was willing to mix freely with members of the ruling classes just as Abu-Hafs-Umar *Suhrawardi* himself had served the Caliph an-Nasir" (13)

Dr. Schimmel has also given the details about Shaykh Baha' al-Din Zakariyya. She writes:

"He went to the central Islamic lands to study Hadith, and when he finally met Abu-Hafs-Suhrawardi in Baghdad, this teacher found him ready as dry wood to

tariqa.........The chief propagandist in Sindh and Punjab was another disciple, Baha ad-din Zakariyya (A.D.1182 - 1268), the succession continuing in the same family." (6)

Famous orientalist A.J. Arberry has also paid tribute to him. He writes:

"Shihab al-Din wrote many books, large and small, the most famous and influential being the 'Awarifal-Ma'arif which became fundamental text book of the order. His teaching was carried to India by Baha' al-Din Zakariyya of Multan, and therefore found immediate acceptance." (7)

He also holds the view that, the Suhrawardiyyah order was carried to India by Baha' al-Din al-Multani'. (8)

The Cambridge History of Islam" also contain a brief introduction to Sufi orders. About Suharwardi order it has been underlined:

"A second order was presently established in Baghdad by Shihab al-Din (539-633A.H/1144-1234A.D), a nephew of a sufi rector of the Nizamiyya Academy and himself an accomplished *Shafi'i scholar*, a pupil of 'Abd al-Qadir, his best known work is the 'Awarif al-ma'arif (Benefits of gnoses). The Suhrawardiyya was carried to Inida by Baha' al-Din al-Multani." (9)

John P. Brown published a book about oriental spiritualism in 1868A.D that was later on edited by H. A. Rose and published in 1968 A.D. In this book *Shaykh* Zakariyya is mentioned as follows:

"In Multan the *Suhrawardiya* centered around the attractive personality of Baha'uddin *Zakariya* (d.666)........ a pupil of Omar Suhrawardi............under

Sadr-ud-din. He read it and gave up the spirit; and a loud voice was heard from the four corners of the town: "Friend is untied to friend" (Dost ba dost rasid)"(2)

Sir Lepel Griffin has given an account of Shaykh Baha' al-Din in "Punjab Chiefs" and has praised his piety due to which a large number of people embraced Islam and became his disciples. (3)

Professor Sir, Thomas Arnold, a teacher of Allama Muhammad Iqbal at Government College Lahore, in his book entitled "The Preaching of Islam" has elucidated how did Islam spread in different parts of the world. While describing the preaching of Islam in India, he has admitted:

"The conversion of the inhabitants of the western plains of the Punjab is said to have been effected through the preaching of Bahawal Hakk of Multan and Baba Farid al-Din of Pakpattan, who flourished about the end of the thirteenth and beginning of the fourteenth centuries." (4)

L.Bevan Jones of the Baptist Missionary Society in his book "The People of the Mosque" has acknowledged the services of Baha'al-Din Zakariyya for propagation of Islam. He writes:

"This (Suhrawardi) order was founded by Dia-ul-Din Abi Najib Suhrawardi, who died in A.D. 1167. It was introduced into India by Shaikh Baha-ud-Din Zakariyya of Multan, a disciple of Shaikh Shihab-ud-Din, who succeeded the founder. Baha-ud-din died in 1266A.H. His tomb in Multan is greatly revered. His spiritual descendants are active and successful propagandists of Islam." (5)

J.Spencer Trimingham wrote about this mystic as follows:

"The Suhrawardi Silsila spread in India as a distinctive school of mystical ascription to be one of the major

instruction, the later appointed him his successor and ordered him to set up a Suhrawardi Khankah in Multan.

He complied with the order of his master and worked in Multan for more than half a century and died in Multan on 7 Safar, 661/21 December, 1262. (1)

Hadrat Baha' al-Din is such saint who has been equally revered both by the Muslims and non-Muslims. A number of Orientalists and indigenous non-Muslim writers have mentioned him in their books. Homage paid by the Christians, the Hindus and the Sikhs to this mystic is reflected from the following paragraphs.

E.d.Maclagan, a Settlement Officer, who compiled "Gazetteer of the Multan District" in 1901-02 writes about Shaykh Baha' al-Din Zakariyya as follows:

> "Shaikh Baha-ud-Din Zakaraia, otherwise known as "Bahawal Hakk", was, according to Abul Fazl, "the son of Wajih-ud-din Muhammad b. Kamal-ud-Din Ali Shah and was born at *Kot Karor* near Multan in A.H. 565 (A.D. 1669-70). His father died when he was a child; he grew in wisdom, and studied in Turan and Iran. He received his doctrine from Shaykh Shihab-ud-Din Suharwardi at Baghdad, and reached a degree of vice-gerent. He was on terms of great friendship with Shaikh Farid al-Din Shakarganj, and lived with him for a considerable time. Sheikh Iraki and Mir, Husayni were his disciples. Bahawal Hakk was for many years the great saint of Multan, and has still a very extensive reputation in the South by West Punjab and in Sindh ………… His death is thus described Abdul Fazl: 'on the 7th of Safar, A.H. 665 (7th November, 1266), an aged person of grave aspect sent in to him a sealed letter by the hand of his son

THE HINDUS, SIKHS AND ORIENTALISTS EULOGIZE THE GREAT SAINT OF MULTAN

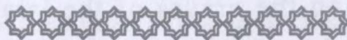
☆*Dr. Muhammad Sultan Shah*

Islam was propagated in Indian subcontinent by saints who had either migrated here from Islamic centres or had been trained by the spiritual guides of different Sufi orders residing in Islamic lands. These mystics belonged to Naqshbandi, Qadri, Chishti,and Suhrawardi Orders.The preaching efforts by Sufi saints resulted in the conversion of a large number of people to Islam. Among such mystics Hadrat Shaykh Baha' al-Din Zakariyya Multani, occupies a remarkable place. He dedicated the whole of his life for preaching of Islam.

This great Sufi was born at Kot Karor near Multan in 566 A.H. He was a lineal descendant of Asad, the son of Hashim, the great-grandfather of the Holy Prophet (Upon whom be peace and greeting). His father died when he was twelve years of age. After completing his study of the Holy Qur'an according to its seven methods of recitation at *Kot Karor*, he visited the great centres of Muslim learning in Khurasan, Bukhara, Madinah, and in Palestine. He learnt Hadith with an eminent traditionist, Shaykh Kamal al-Din Yamani at Madinah and he was employed as an attendant at the mausoleum of the Holy Prophet (Peace be upon him) for 5 years. After visiting the graves of the Israelite Prophets in Palestine, he reached Baghdad and became a disciple of Shaykh Shihab al-Din Suhrawardi. At that time he was, as his master said, a dry wood ready to catch fire, and so after seventeen days'

☆ *Chairperson, Department of Arabic & Islamic Studies, GC University Lahore*

6. Nizami, K.A., Encyclopedia of Islam, Bahauddin, 912.
7. Dhareeja, Zahoor Ahmad, Siraiki Wasaib, Siraiki Adbi Board, Multan, 2004, p. 14.
8. Khan, Asif, Allah ke Wali, Itiqad Publishing House New Delhi, 2005, p.478.
9. Alam Faqri, Tadhkirah Awliya-i-Paksitan, Shabbir Brothers, Urdu Bazar, Lahore. P.69.
10. Dasti, Humera Faiz, Multan: A Province of Moghal Empire, Royal Book Company, Karachi, 1998, pp. 262-63.
11. Nizam, K.A., Life and Time of Shaykh Nizamud-Din Auliya, pp. 140-47.
12. Riaz-ul-Islam, Sufism in South Asia, Oxford University Press Karachi, 2002, p. 403.
13. Kitabul-Luma, P. 298; Qushariya, pp. 591-96; Kashf-ul-Mahjub, pp. 393-420.
14. Awariful-Maarif, pp. 320-55.
15. Riaz-ul-Islam, Sufism in South Asia, p.442.
16. Dehlawi, Abdul Haqq Muhaddith, Akhbar ul-Akhyar, Delhi, 1914, P. 27.
17. Jawami-ul-Kalim, Malfuzat of Sayyid Gasudaraz, Compiled by Sayyid Akhtar Husaini, Munuscript British Museum or 252, quoted by Riaz-ul-Islam, Sufism in South Asia, P. 39.
18. Ibid. P.44
19. Nizami, K.A; The Surhrawardi Silsila etc., Mideval India Quarterly, Aligarh, 1957-58, Vol. 3, PP. 113-18.



Khanqah And Begging :

Khanqah was a generic name known all over the Muslim world. Rules for the organization were chartered out in Sh. Shihabuddin Suhrawardi's "*Awarif-ul-Maarif*". The Suhrawardi Khanqah had a different atmosphere. They were generally more specious, well built, but they were not open to common people and visitors as were the *Chishti J aat Khanas*. The economy of Khanqahs were normally based on *Futuh*(un asked charity) and on land grants. The Suhrawardies received *Futuh* as indicated above in the case of Bahauddin Zakariya Multani, the Suhrawardi Khanqah's were prosperous. In Multan, there was no practice of working and earning one's livelihood. Though begging was not a major problem in South Asian Sufism. The Suhrawardi saints of Multan and Uchh Sharif were prosperous and had much wealth and food grains in reserve. So, there was no need of begging for them or for their hospice inmates. (19)

Last, but not the least, it is highly to remark that Bahauddin Zakariya was a great Sufi of 13th century. He helped to promote Islam in the sub-continent especially in Multan.

REFERENCES

1. Farishta, Muhammad Qasim, Tarikh-i-Farishta, Trans. Abdul Haye Khawaja, Dost Associates, Lahore. Vol. 4, p.791.
2. Riaz-ul-Islam, Sufims in South Asia, Oxford University Press, Karachi, 2002, p. 392.
3. See note 01.
4. http://en.wikipedia.org/wiki,bahauddinzakariya.
5. Ghazetteer of the Multan District, Sang-e-Meel publications, Lahore 1923-24, p. 278.

cup, full of milk, showing that there was no place for Bahauddin Zakariya in Multan. The Shaikh asked for a flower and put it on the top and returned back to the senders-saints, meant that he would live in Multan like a flower floating on a cup of milk. The saints and the local population were impressed by the Shaikh's sense of sensibility. They accepted him and assured him of obedience.(16)

Ta'alli (Pride of Spiritual Power):

Humility is the quality usually associated with Sufis, while *Ta'alli* is vice versa. There are some stories in Sufi literature and one of them is related with our Shaikh. Therefore, we would like to mention it. Sh. Bahauddin says "Sayyid Gesudaraz, once announced that he had received a divine communication that anyone who saw his face during the next three days would he granted divine pardon. The Shaikh then mounted a palanquin and went round the city of Multan so that every onc could see him.(17)

Bahauddin had been shown as of having *Jalali* nature. One anecdote is mentioned in *Malfuzat* of Makhdum Jahaniyan.

One day Sh. Was resting while his disciple, Ali Khokhar Darwesh was on duty to pull the fan to freshen the air of the Shaikh's room. The Darwesh took himself to offer supererogatory praysers, but before going out he beckoned the fan to keep moving. The Sheikh woke up to find the *Darwesh* missing but the fan moving. This display of Karamat on the part of a disciple angered the Shaikh and he cursed him with perpetual hunger.

In the event Sh. Jalal Tabrizi cured him of his dire condition. After knowing Sh. Bahauddin kicked Ali Khakhar. As a result latter's hunger activated so that he ate and indulged himself endlessly. (18)

Sama or Music :

Sama sessions, *Quwwalis* and *Qawwals* were familiar elements in sufi congregational life from the tenth century onwards. It was natural that sufi writers should have produced a considerable literature on the various aspects of the practice including the permissibility and desirability.

In sufi literature one basic idea is shared among most writers that *Sama* is permissible only for those whose heart is purified. *"Kitab-ul-luma"* gives a balánce treatment of the subject and is inclined towards *Sama*. Both the *"Risala Qushairiya"* and the *"Kashful Mahjub"* are generally restrictive and even when permitting *Sama,* under special conditions advise that it were best to abstain from listening to Sama and the young *Murids* should never be allowed to attend Sama gathering.(13) The *"Awariful Maarif"* provides a comprehensive details bringing in both positive and negative arguments, yet on the whole favoring restriction rather relaxations.(14)

"Jami-ul-ulum" and *Malfuzat* of the Makhdum-i-Jahaniyan of Uchh has only a passing reference to *Sama*. While in his other *Malfuzat*, the *Siraj-ul-Hidaya*, stated that the Suharawardi do not consider *Sama* permissible.

Bahaud-din Zakariya himself was not very much interested in Sama gathering while some sources do suggest that he attended the *"Mahafil-i-Sama"*. (15)

Sensibility:

Sh. Abdul-Haq Dehlawi narrates that when Sh. Bahauddin Zakariya arrived at Multan with plans for settling there permanently, the local saints of the city were greatly perturbed. They sent him a

has a good library and madrassa. The gatherings, at this"*Bahaiya Madrassa*" had notable scholars even foreigners. Majalis where arranged where Qazis and Ulamas would join. His contemporaries Baba Farid-ud-Din of Pak Patan and his desciple Nizamuddin Auliya of Delhi were also in contact with him. So, they kept informed each othter about the knowledge and activities of each other. Once some disciples of Shaykh Bahauddin Zakariya Multani were sent to offer respect to Sh. Nizamuddin. Pleasant party was arranged and food was served. A foot soldier who happened to be *Mujaid*(one who sports long curly hair) came and joined the meal. The sheikh noticed that some of the guests withdrew their hands from the food and one of them indeed walked out. The Sheikh enquired as to what had happened. Someone pointed out that the foot-solider was Mujaid, imply that they could not take food in his company. This anecdote indicates that the guest of Nizam-ud-din Auliya, sent by Bahauddin, had some base/source for doing so.(11)

Karamat :

It can easily be assert that all masters of Sufi theory and traditions treat *Karamat* as an essential part and characteristics of sainthood. Passing on to South Asian Sufism we notice that Chishti Sufi writings are deeply coloured by *Karamat* oriented beliefs and practices. In the Fridausiya literature of Sh. Sharaf-ud-Din and his successor *Karamat* finds only a rare reference, and that too at a theoretical level of the Suharawardiya writings. The last known collections of *Mulfuzat* the *Jamiul-ulum* and The *Siraj-ul-Hidaya*, not have many *Karamat*. Bahaud-din Zakariya himself readily disproved *Karamat*.(12) However, some miracles are attributed to him in the literature.

Multan by offering one hundred thousand dinars to Mongols in 1246 A-C as mentioned above.(10)

He also saved Multan from the cruelties of Nasiruddin Qabacha when he informed the situation secretly to the Caliph.

Bahaud-din Zakariya in all his sincerity acquitted himself of all his obligations to God. He treated the people with unfailing kindness and affection. He spread his graciousness on all creatures and he bore with good cheer their malevolence. He prayed to God to take good care of them. He never took vengeance on others and he did his best to keep his heart free from malice against people. He kept his tongue under control and never spoke ill of anyone. He was pious, kind, generous, caring and devoted personality.

It can be said with certainty, that he walked on the road of Allah; his life was the best life, his method the soundest method, his character the purists character, intellect of the intellectous and the learning of the learned and the scholarship of the scholars and was versed in the profundities of revealed truth.

Bahauddin Zakariya's views spread rapidly and achieved an astonishing popularity. His activities were mainly focused on education and of artistic sensitivity. His doctrine of divine love attracted most. His popularity among Sufis and masses remains for a longe time unquestionable.

Impacts :

Sufism is a wide-ranging subject with many forms, doctrines, practices, orders, and sub-orders. It's impact on social life had many variations as well. Sufism emphasized on ethics, so much so, several great Sufis declared that *Tasawwuf* was nothing but *Akhlaq* (morals).

Bahauddin Zakariya Multani was scholar of distinction. He

Shaykh Bahaud-din Zakariya was very generous towards his students, guests, passengers and strangers. He used to cook numerous types of food in his kitchen and would love those who would eat to his fill. Once during Qaht he delivered hundreds of camels of wheat to the poor. It is told that once a flood destroyed the vicinities of the town. He came out and gave each and everything which he had with him. You will be astonished to know that traders once came and gave him seventy lacs "*tankas*" of silver. Bahaud-din Zakariya distributed all that amount to the needy and those who deserved within three days.(9)

Mystic Ideology:

Bahauddin Zakariya's mystic ideology was radically different from that of *Chishti* contemporaries . He believed in living a normal life and did not recommend a life of salvation. He himself took part in politics and accepted Jagirs from sultans of Delhi. The main source of Suharawardi thought is "*Awarif-ul-Maaraf* ". The Sufi orders that transplanted their hospices in India in the wake of the Ghorids conquest continued the principle of the same close correspondence between the heroteric and exoteric elements of religious life. In the Suharawardi Order the surest means of approach to the unique being of God is the prescribed prayer (*Salat*) which unites the created with the creator. This order believes in that same doctrine of legal purity as it enjoined in the Orthodox Islam. Muslim saints were not necessarily ascetics. They helped in creating a healthy social and political atmosphere. That is why that Bahauddin Zakariya lead an aristocratic life.

Respected by kings and commons alike, he played the part of peace maker in times of war. Syakh Bahaud-din Zakariya saved

and persuaded them to raise the siege.(6)

As mentioned above, Bahauddin Zakariya established institution called "Bahaiya Madrassa". Qur'an, Hadith, Fiqh, Fatawa, Philosophy, Ilm-ul-kalam were taught in this madrassa. Hostels were also built where students and scholars used to dwell. A huge library was established where thousands books and manuscripts were preserved. Hundreds copies of the Qur'an were kept which were written by Gold.(7) Shaykh of Multan was the head of this institution where from eminent scholars were produced. His important disciples were;

1. ***Shaykh Sadru-din*:**

He was the son of Bahaud-din Zakariya. He earned a great fame and became successor of his father. He has the honor to meet Fakharud-din Iraqi who was also brother in law of him.

2. ***Shaykh Rukn-ud-din Abu al-Fatih:***

He was the grandson of Bahaud-din and was directly inspired of him. He earned a lot respect from the rulers of time especially Alauddin Khilji, who paid homage to him. He was very fan of him.

Apart from the above mentioned two Sufis he also produced preachers of Islam, they were sent to the different parts of the world. Special instructions were given to them at the time of their departure; they will not be allowed to transgress the Islamic teachings. (8)

He further admonished his disciples to earn *Rizq-i-halal* (permissible). He used to advise to his pupils that earning in a forbidden manner leads to Hell.

religious devotions at the mausoleum of the Prophet Muhammad(P.B.U.H). He also visited the tombs of other prophets when he visited Palestine. He also visited Syria, Baghdad and many other Muslim Countries. After his wanderings Bahawal Haq settled in Multan in A.D1222 and very soon his sanctity, piety and learning spread throughout the country.(4)

He lived and worked for almost half a century and developed a great centre of mystic discipline in the sub-continent. His death is described by Abul Fazal: on the 7th of Safar A.H. 665 (7th Nov. 1266-67 A.D) when an aged person of grave aspect sent into him a sealed letter by the hand of his son Sadruddin Arif. He read it and gave up the ghost (spirit) and a loud vice was heard from the four corners of the town. "Friend united to friend" (*Dost ba dost rasid*).(5)

Thus the great man passed away from this world. He preached for the glory of Islam; his fame as a teacher and a pious man spread and the number of his followers swell to thousands. Disciples came from Herat, Hamadan, Bukhara and all parts of India, especially from Sind. He had the ability to control the minds of his pupils. His teachings were different from those of Chishti Order. He never allowed all sorts of people to throng round him. Kalandars seldom obtained access to him. He lived in an aristocratic way and had treasuries in his Khanqah. He never permitted to bow beforë him. He believed in keeping close contact with the rulers and the bureaucracy.

It was the reign of Iltutmish to whom he helped in establishing his hold over Multan and accepted from him the honorific title of "*Shaykh-ul-Islam*". In 644-A.H/1246-A.D when the Mongols besiged Multan and the ruler of Herat joined them, the Shaykh offered them, 100,000(one lac) dinars to the invaders

BAHAUDDIN ZAKARIYA: A GREAT SUFI OF 13TH CENTURY

☆*Prof. Dr. Muhammad Akram Rana*

Bahauddin Zakariya: commonly known as "*Bahul-Haq*", a saint of Suhrawardiya order, was born at *kot Karor* (near Multan) in 598A.H/1182-83A.D. He was one of the most distinguished Khalifas of Shaykh Shihab-u-din Suharawardi and was the founder of this order in India.(1)

It is noteworthy that Sh. Shihab-u-din Sohrawardi superseded several senior disciples of long standing in appointing Sh. Bahauldin Zakariya whose discipleship lasted only seventeen days to Khilafat.(2)

The choice proved eminently successful. What was that enabled the great master to make the right choice? It was the saint's ability to read the thoughts of Murid. There should be no difficulty in comprehending that shaikhs of long standing were able to understand the psychology of their disciples, detect their hidden weaknesses, and guide them to overcome problems met with in the course of their spiritual growth; they would certainly be able to divine their intellectual and spiritual gifts and locate the right kind of disciple for assignments such as Khilafat.

We remember when his master said, "Dry wood is ready to catch fire".(3) Sh. Bahauddin Zakariya completed his study of the Quran according to the seven methods (*Qirat*) of recitation. He went to Medina and learnt hadith with an eminent traditionist Shaykh Kamaluddin Yamni and spent severeal years in

☆*Director(R) Islamic Research Centre, Bahauddin Zakariya University, Multan .*

References

1: Tazkarah Hadrat Baha-ud-din Zakariyya, pp. 35-36
2: Akhbarul Akhyar, Urdu, p.62
3: Urdu Da'irtul Ma'arif Islamiyyah, vol.vp.94 with reference to Tarikh Farishtah/Khazinatul Asfiya, p.696
4: Safinatul Auliya Urdu, p.152
5: Tazkarah Shaykhul Islam Baha-ud-din Zakariyya, p.40
6: Khulasatul, Arifin, p.30
7: Sufi Order in Islam, Oxford University, London, p 30, 33, 35
8: Khazinatul-Asfiya, p.21
9: Safinatul-Auliya, p.197
10: Nuzhatu Khiawatir, Volume I, p.158, with reference to Akhbarul-Akhyar, p.27
11: Ab-I-Kauthar, pp.294-295,quoting AnwarGhauthiyyah, pp.48-49
12: Bazm-i-Sufiyah, p. 92
13: Urdu Tarjumah Da'wat-I-Islam, p. 279.
14: Marginal note to Urdu Tarjumah Da'wat-I-Islam p. 279
15: Fawa'id al-Fawa'id, p. 221
16: Fawa'id al-Fawad, pp. 221
17: Article titled as Shaykh al-Islam, published in the Oriental college Magazine, Lahore, p 21
18: Muhaddith Dehlawi, Akhbar al-Akhyar, p. 284.
19: Khulasatul-Arifin, p.74



manuscript is preserved in the Punjab University Library, Lahore.

Teachings:

The sources of his teachings are his own writings and malfuzat. Maulana Manzur Ahmad Khan Faridi has introduced Kanzul 'Ibad fi Shahrh al-'Aurad and Arba in
and the manuscript of Malfuzat by the name and style Khulasartul Arifin is present in the Punjab University Library. From these books some of his teachings are presented:

1: A traveler of the mystic way must take bath with such an intention as if it is the last bath of his life.

2: A traveler of the mystic way must remove all worries and whispers besides Allah.

3: A traveler of the mystic way must always continue the remembrance by uttering the Sacred Article of faith:
La'ilaha'illallahua Muhammadur Rasulullah.

4: A traveler of the mystic way must observe the Divine power and deeply ponder upon it.

5: There must be observed care and moderation in the matter of food.

6: Always eat and wear lawful.

7: It is essential to offer five timely prayers in congregation.

Status and Rank:

He was Shaykh al-Islam and Ghauth of his time. All leading mystics have mentioned him with the same honorable titles.

to his efforts. The numbers of the adherents and attaché's to his mystical Order is exceeding billions. Besides his own sons, the names of Some of his Khulafa are:

1: Hadrat Makhdum Sayyid Jalaluddin Bukhari (Allah's mercy be on him);

2: Shaykh Mir Husayni (Allah's mercy be on him);

3: Shaykh Fakhuruddin Iraqi (Allah's mercy be on him);

4: Shaykh Kabiruddin Iraqi (Allah's mercy be on him);

5: Lal Shahbaz Qalandar (Allah's mercy be on him);

6: Sultan al-Takiikin Hamid-ud-din Hakim Qurayshi al-Hashimi (Allah's mercy be on him)

7: Khawajah Hasan Afhgan (Allah's mercy be on him)

Works:

Most of the life span of Shaykh al-Islam was spent in j0ourneys for the sake of attaining knowledge in the *Zahiri* and *Batini* filed. Hence he could not spare time towards writings and compilations. However, the following writings are attributed to him:

1: ***Kitab al-Aurad*** (Persian). Maulana Ali Bin Ahmad has written a commentary of it by the name and style of Kanzul 'Ibad'. It is a book of jurisprudence and consists of legal chapters.

2: ***Shurat'Arba'in*** (Persian). It is a brochure containing the Manners and conditions requisite for observation of I 'tikaf or Chillah Kashi.

3: ***Qur'an Majid (A manuscript)***. It is preserved at the premises of the holy shrine of Hadrat Makhdum Lal'Isan.

4: ***Kashf al-Mahjub (A Manuscript)***. It has seen the light of its publication by the cooperation of the Punjab Auqaf Department.

5: ***Malfuzat*** by the title and name: ***Khulasatul'Arifin***. Its

begin. "Shaykh al-Islam heard the speech of the said qawwal in seclusion as the murshid had also heard him.

Marriage and children:

He had married two wives, viz. Shahr bano and Rashidah Bano the sister of Makhdum Abdur Rasahid. From both of them he got seven sons and three daughters. Shaykh al-Islam paid special attention toward the education and training of his children. IT was due to this special attention of Shaykh al-Islam that his sons and grand sons were much advanced in the matter of knowledge and excellence.

Except Shaykh Zia'uddin and Shaykh Burhanuddin all the sons had children. The daughter of Shaykh al-Islam was married to Mir Husayni, Shaykh Fakhruddin Iraqi and Sutan al-Tarikin Hamiduddin Hakiim.

Death and the place of Burial:

The research scholars have given two years of his death:

1: According to Muhaddith Dehlawi, Shaykh al-Islam died on the 7th of Safar al-Muzaffar in the year 661A.H.(18) Shaykh Jalaluddin Bukhari has also accepted this year as the year of the death of Shaykh al-Islam.

2: According to *Lata'if Ashrafi* Shaykh al-Islam died in the year 666 A.H.

The research scholars have consensus on the year 661 AH. He is buried in Multan City inside the Fort in a splendid tomb. People from all walks of life visit the shrine and get blessings.

Leading Khulafa:

He was a great Sufi and patron of his time. Beside India, the lands of Morocco, Jawa and Samatra got the light of Islam due

was reserved as a trust in service of the poor and the needy. For example, once there had occurred famine in Multan. He donated seven full baskets of silver coins and a huge volume of corn to the Ruler of Multan to meet the need of the persons affected by the famine.He also performed tablighi journeys along with his followers from Kahmir to Ras Kumari and from Sarandip and Delhi to Balkh and Bukhara with a view to propagate the teachings of Islam.

School of thought followed by Shaykh al-Islam in the matter of Sama:

He was an inheritor of the Ulum-i-Nabuwwat in the real sense of the term. He observed the *Shari'at* very strictly. Hence he was not convinced of hearing music (sama'). It was also forbidden even inside the promises of Khanqah.

He had never arranged a concert of hearing music throughout his life. His khalifah and son-in-law Maulana Fakhruddin Iraq2i used to utter verses in a state of *Jazb-o-Sukkr* (absorption and ecstasy) and danced being out of self-control. Thus, he too had to exit from the Khanqah.

Dr. Maulwi Muhammad Shafi writes:

> *"Once Abdullah qawwal come to him and submitted: Shaykh al-Shuyukh had heard his qawwali, let your honor may also listen it...Thus on one night of Sama' concert was held."* (17)

Abdullah Qawwal says: I and my co-qawwal were sent to the chamber of Sama'. Hadrat Shaykh al-Islam came all-alone after offering the 'Isha prayer and became busy in the recitation of the Holy Qur'an. Afterwards, when all the people in the Khanqah had slept, he bolted the door and extinguished the lamp and directed to

behalf and also directed to go to 'Uch Sharif and learn the Fiqh (Science of Law). (15)

Religious and Political Services of Shaykh al-Islam:

Before the arrival of Shaykh al-Islam in Multan, it was the great center of Qiramtah. Mahmud Ghaznawi had broken their political strength but Islam in hits true spirit gained prevalence and acceptance by the blessings of Hadrat Shaykh al-Islam. Further by the blessed personality being present in Multan it remained protected from the attacks of Mangoles otherwise prior to his arrival they used to attack and damage the city every year.

In the year 644 A.H the Mangoles had besieged Multan and the ruler of Hijrat had helped them and Shaykh al-Islam by using his political insight he got the besiege withdrawn by paying an amount of One Lac Dinars.

During those days the ruler of Multan and Sindh was Nasiruddin Qabachah who was extremely arrogant and harsh person and the general public was not happy over his attitude. He rebelled against the Delhi Empire and sought help from Shaykh al-Islam but the later refused and instead declare that Shaykh al-Islam will help Sultan Altamash of Delhi. Resultantly, Altamash became successful and Qabachah died in the battle. On that Sultan Altamash offered him with the title of honor "Shaykh al-Islam" which he was pleased to accept. The reason of this acceptance was that Altamash was a man of good conduct. He had visited Khawaja Shihabuddin Suhrawardi during his childhood and had been blessed with his prayer in his favor. Further, it was Sultan Altamash who has had the privilege to lead the funeral prayer of Hadrat Khawajah Qutubuddin Bakhtiyar Kaki.

Shaykh al-Islam was economically affluent but his treasure

5: Professor T.W. Arnold a great Orientalist writes:

"*The residents of the western Provinces of the Punjab had embraced Islam by the education and exhortation of Hadrat Baha ul Haq Multani and Baba Fariduddin of Pakpattan.*"(13)

6: Dr. Shaykh Inayatullah writes:

"*Baha ul-haq" who is well known by the name of "Baha uddin Zakariyya"... stayed at Multan on the directions of his murshid and became engaged in the preaching of Islam and mystic discipline of the Suharwardiyyah Order. Many people embraced Islam by his efforts.*" (14)

7: Reformation and training of the *Muridin* in the discipline.

It is the distinctive rank of Hadrat Baha uddin Zakariyya that he was a great worshipper and a religious scholar of the highest rank of his time. He disciplined and reformed his devotees sitting in his chamber and also delivered lectures and sermons in the mosque to the general audience. If he felt any slackness on the part of his *Muridin* in the matter of their performance of the acts of worship he took notice of it and asked the Murid to mend himself.Hadrat Mahbub Ilahi stated that Hadrat shaykh Baha-ud-din Zakariyya once visited Shaykh Sulayman who was well known of his engagement in worship in the whole of Multan and asked him to offer two *Rak'ats* of *Nawafil* (supererogatory prayer). So that the manner of his performance of the prayer is examined. He offered the said Prayer. The Shaykh noticed that he did not maintain that much distance between the two feet while standing in prayer as much was *Masnun* [the practice of he Messenger of Allah]. (Peace and blessings of Allah be upon him). He informed him of the correct distance to be observed in that

in every township attached to the (convents) *Khanqahs*. Such spiritual centers were present every proper place in Punjab, Sindh and Baluchistan. The whole are blessed by the light of Islam. It is on this count that Multan, Sindh and Baluchistan is called the territoty of his spiritual empire.

Regarding his struggle in the cause of propagation of Islamic teaching an deformation of the people the research scholars have expressed their opinions which are as under:

1: According to Dara Shikoh:

> *"He had come to Multan at the direction of the Shaykh-ul Shuyukh... and became busy in imparting guidance and education of the seekers of the Truth". By his blessings many people came back to the right path and the people of this City and of the areas around it became his adherents."* (9)

2: According to Shaykh Nur Bakhsh:

> *"He was the Chief of the Auliya in India. He was perfect in the disciplines of manifest sciences and the stations and states of observations and unveilings... He brought out the people from infidelity and showed them the path of faith... He was a man of high rank."*(10)

3: It is mentioned in *Anwar-i Ghauthiyyah*:

> *"By his blessings the Hindus of Sind, Multan and Lahore embraced Islam in multitudes. He also developed the agri culture and trade for the public welfare along with the work of Da'wah and Tabligh."*(11)

4: Sayyid Sabahuddin 'Abdur Rahman has written:

> *"During his stay at Multan not only Multan rather the whole of India had become aluminous by his blessings.His age is termed as "Kahayrul-a'sar (the best of the ages)"*.(12)

will remain in the milk like a rose flower. This cause peace of mind and satisfaction of heart to all the masha'ikh of Multan.

Missionary Activities:

He established a school for imparting religious education along with the Convent (*Khanqah*) from where trained '*Ulama*' and '*Muballighin*' were produced for propagation of Islam. To whatever foreign land a *Muballigh* or a scholar was sent, he was also tayght the foreign language and provided information about the culture of that country. Thus it was an international university where teachers from all over the world were on roll an highly paid by way of their salaries. While deputing *Muballighin* they were provided goods at least of he value of five thousands golden coins and they were fairly instructed,

☆ To sell those goods on minimum profit,
☆ To keep in view the Islamic principles of commerce and trade,
☆ Not to offer for sale any article found defective in any manner,
☆ To deal with the buyers in a polite and pleasant manner,

To extend the invitation to Islam to the foreigners only after they are confidant that the response will be positive.

In this way the bands of traders reached java. Samatra. Philipi- -nes and China. They did their commerce business and also presented their own good conduct and moral behavior that impressed the people and they embrace Islam.

Shaykh al-Islam used to look after the functioning of the missionary work himself. The scholars after completing their education in the disciple of *Da'wah* and *Irshad*(*wa'izin*) proceeded out and engaged in their function from Kashmir to the Ras Kumari and Gawadr to Bengal. In order to make the system more working the devotees of Shaykh-ul Islam established religious institutions

4: Qadiriyyah Chain of mystic order:

Shaykh al-Shyukh Shihabuddin Suharwardi, Shaykh Abdul Qadir Jilani, Shaykh Abu Sa'id Makhzumi, Shaykh Abu al-Hasian Hankari, Shaykh Abu al-Farah Tartusi, Shaykh Abdul Wahid Tamimi, Shaykh Abu Bakr Shibli, Shaykh Junayd Baghdadi;

Arrival of Shaykhul-Islam in Multan:

After bestowal of the khilafat robes upon Hadrat Baha-ud-din Zakariyya, the Shaykh-ul Shayukh directed him to proceed to Multan to perform purely for the sake of Allah, the function of showing the right path to the people who have gone astray. Thus he left Baghdad for Multan in the year 614 A.H. On the way while he was passing through the suburbs of Ghazna, there had broken war between the Khiljis of Ghazna and Sultan Nasiruddin Qabachah the ruler of Multan and he had to stay in a village on the from t line and became busy in guiding the people who had fallen into error. The way he rendered his services in performing his missionary job had so much positive effect that the very nomenclature of that village became popularly known as "Baha'uddin". Now a day that area is called "Badin" a form of abridgement of the same name by the language slang. It is one of the health resorts of Frontier Province.

When the normalcy prevailed, he came to Multan where he was welcomed by his cousin Makhdum Abdur Rashd. Seekers of the Truth came in large groups one after the other and got their respective share of conduct building material. This generated jealousy in the hearts of the Masha'ikh of Multan and they sent him a cup of milk in order to indicate that Multan is full of Mashaikhlike that cup and there was no scope for him there. He put a rose flower in that cup and returned the same to them indicating the answer that he

despite adoption of high spiritual domain his material domain remained intact. Undoubtedly, his faqr conformed to the proverb:

Darwaysh zi wa kulah-i-tatari dar

(Live the life of a darwaysh and wear the turban of Tatri).

Mystic way Order (Silsila-i-tariqat) of Shaykhul-Islam Baha-ud-din Zakariyya:

The Murshid of Shaykhul-Islam, Shaykh al-Shuyukh Hadrat Shihabuddin Suharwardi had the khilafat in four mystic orders that reached Hadrat Junayd Baghdadi (Allah's mercy be on him), viz. Rudabariyah, Khafifah, Mumshadiyah and Qadiriyyah. The chains of these mystic orders run as under:

1: Rudabariyah Chain of mystic order:

Shaykh al-Shuyukh Shihabuddin Suharwardi, Abu al-Najib'Abdul Qahir` Suharwardi, Shaykh Ahmad Ghazzali, Shaykh Abu Bakr Nassaj, Shaykh Abu al- Qasim Gurgani, Shaykh Abu 'Uthman Maghrabi,' Shaykh Abu 'Ali Katib Misri',Shaykh Abu 'Ali Rudbari,'Shaykh Junayd Baghdadi';

2: Khafifah chain of mystic order:

Shaykh al-Shuyukh Shihabuddin Suharwardi, Shaykh Wajihuddin Suharwardi, Shaykh 'Akhi Farrukh Zanjani, Shaykh Al-Abbas Nihawandi, Shaykh Abdullah Khafif, Shaykh Ruwaym, Shaykh Junayd Baghdadi;

3: Mamshadiyah Chain of mystic order:

Shaykh al-Shuyukh Shihabuddin Suharwardi, Shaykh Wajihuddin Suharwardi, Shaykh Muhammad 'Amwiyah, Shaykh Ahmad Aswad Dinuri, Shaykh Mamshad Dinuri, Shaykh Junayd Baghdadi;

The Murshid appreciated the reply and the conduct. After it, the murshid asked all the muridin to bring grass to be spread in the Khanqahs. They went to the grassy jungle, cut the grass and brought it to the murshid while Shaykhul Islam came back with dry grass. The murshid questioned the Shaykhul Islam "Why have you brought the dry grass." He submitted:

"Wherever I went, I found the fresh green grass busy in remembrance of Allah and I found the dry grass as not busy in the remembrance of Allah, hence I have brought it. Hearing this reply all the Muridin became ashamed. On that the Murshid (Shaykh-al-Shayukh) addressed the muridin and said:

"Your are like wet sticks while Shaykh Baha-ud-din Zakariyya is like a dried stick. The light of Divine Love has its effect on it instantaneously."

Glad tidings of affluence from the Murshid:

Though Shaykhul Islam inherited the ancestral Jagir in Kot *Karor* and there was a possibility that during the visit abroad that had spread over a period of two decades in search of knowledge and *faqr* he would have discarded the worldly wealth and esteem and had fully adopted *faqr* and faqh but it was no so. It is narrated that his Murshid Hadrat Shihabuddin Suhrawadi had given him a pomegranate cut into two pieces and directed to eat it. He obeyed the direction but one seed fell down out of it. He picked it up and ate it. The Murshid remarked:

"This seed was in fact the world. I desired that you should not be engaged in it but now when you have picked it up. Now go both the material as well as moral spheres shall be under your control."

Thus this is the secret and the wisdom behind it that

Oath of Allegiance at the hand of the true guide:

He remained in search of the spiritual guide for a sufficient long time and had performed long journeys and ultimately he came to Shaykh al-Shuyukh Shihabuddin Suhrawardi and was fully attracted by his personality and submitted to him;

"Ma ba'ishq-i-tau na' imroz griftar shudaym kih
gariftariy-i-ma ba tau az rozi-I-azal ast."

[We have not fallen in love with you only today. i.e our attachment with you is not of recent.Rather our falling into love with you is since the day there had occurred the dialogue between the Creator of all souls and the Lord Almighty had asked them; am I not your Lord? And all had said: Yes].

Hearing this Shaykh al-Shuyukh embraced him and took him into his allegiance and after teaching and training of the discipline of his Mystic Order granted him his own prayer carpet and the khalafat robe that had come to him form Hadrat ' Ali (Allah's pleasure be on him) through the Masha'ikh. On this bestowal the other muridin were astonishes and submitted that they had been engaged in the exercised of the discipline of the Mystic Order and were not so gifted. On that the Shaykh al-Shuyukh gave a pigeon to each one of them and directed to slaughter it at a place where no one is seeing it. All the Muridin except Shaykh Islam went into their respective rooms, slaughtered the pigeon, and came back. Shaykhaul Islam came back with his pigeon alive. The murshid asked him; ""Why have you brought back your pigeon unslaughtered?" Shaykhul Islam submitted:

"Wherever I proceeded, Allah Almighty was found
present seeing me, Hence, I had no option but to
come back with the pigeon alive."

was one of those teachers is in Muhallah Kaitrah, Multan.

Visit of Islamic Countries for higher education:

After compeleting his education by the local Ulama, he proceeded to Bukhara, Khurasan, Madinah Munawwarah, and Palestine. He remained in Bukhara for eight years and got the perfection from the perfect scholars. He collected about two thousand books. There he became well known on account of his high moral conduct as "Baha'uddin Farishtah". He stayed in Khurasan for seven years and studied both the external and internal sciences from the *masha'ikh.* Then he proceeded to Madinah Munawwarah and there he obtained the highest degree in the science of Hadith from Muhaddith Shaykh Kamal-ud din Yamani, the khalifah of Khawaja Shihabuddin Suhrawardi and become full conversant in the seven Qira'at of the Holy Qur'an. He remained Mu'takif at the Raudah of the Messenger of Allah (peace and blessings of Allah be upon him). Then he came to Palestine and benefitted from the seats of learning there. He visited the Holy graves of the Prophets of Bani Isra'il. Then he came to Baghdad via Damascus. There he made oath of allegiance at the hand of Shaykh Shihabuddin Suharwardi (the author of the book 'Awariful-Ma'arif') and was appointed by him as his khalifah. Then he came back to Multan under the command of his Shaykh and stayed there.

Exercises of mystical discipline:

During the visit of Islamic countries for the purpose of getting higher education, he spent twenty years and performed many exercises of mystical discipline. It is narrated that in such exercise he observed fast by taking one *chattank* of water, one *chattank* of food and similarly at the time of *Iftar* the same was the quantity of water and food.

Shaykh Abu Bakr bin Shaykh Jalaluddin bin Shaykh Ali Qadi bin Shams-ud-din Muhammad bin al-Husayn bin 'Abdullah bin al-Husayn al-Mutraf bin Khuzaymah bin Hazim bin Muhammad al-Mutraf bin Abdur Rahim bin Abdur Rahman bin Habar bin Aswad bin Muttalib bin Asad bin 'Abdul Uzza bin Qusayy".

Birth:

The historians have given different years of birth of Shaykhul Islam Hadrat Baha-ud-din Zakariya.

1: That He was born in the year 568 A.H;

2: That He was born in the year 578 A.H/1182-83 AD;

3: That He was born in the year 566 A.H;

4: Maulana Nur Ahmad Khan Faridi has also with reference to Shaykh Jalal Bukhari has adopted the year of his birth as 566 A.H. And has quoted the following verse in that behalf;

Ba tarikh-i-tawallud Ghauth-i-Alam
Dar az bahr qadam, amad ba'alam

He also writes that his birth took place in the month of Ramadan al-Mubarak and he did not drink milk during the days of Ramadan al-Mubarak till the sight of the Crescent of the month of Shawwal al-Mukarram. Further, when his father recited the Holy Qur'an he used to be attentive towards him.

Education:

He learnt by heart the Holy Qur'an from Maulana Nasiruddin in the age of seven years and then studied the books of syllabus. His father died in the year 577 AH while his age was only twelve years. His uncle Shaykh Ahmad Ghauth celebrated hisDastbar-Bandi in the accompany for the ' Ulama and Masha'ikh' and entrusted him the office of his father to him and collected the renowned scholars for his education and training. The grave of Maulana Abdur Rashid who

Mangols were defeated. In other parts of the Islamic world the political disharmony had begun. The rule of Khawarizm Jalaluddin Khawarzmi was absconding from Chnagezis while the Khalafat-i 'Abbasiyyah had come to an end by the attack of Halaku Khan on Baghdad in the year 660 A.H. Only a hundred years before this event the vast Islamic state had been divided into many independent states and the unity was at its last breath.

Name and parentage:

His name "Zakariyya", his Kuniyat "Abu Muhammd" and "Abul-Barkat", and his title is "Baha-uddin" and "Shaykh-ul Islam". The name of his father is Shaykh Wajih-ud-din Muhammad Ghauth and the name of his mother is Fatimah. His paternal grandfather was Shaykh Abu Bakr and his maternal grandfather was Hisamuddin Tirmizi. His father was a Qadi of *Kot Karor* and the said territory was granted to him as a *jagir*. After him this office was entrusted to his uncle Shaykh Ahmad Ghauth who was a *Murid* of Shaykh Jalaluddin Sulayman the father of Hadrat Baba Fariduddin Ganj Shakar.

Geneology:

Through twenty generations his geneological table joins him with Qusayy bin Kilab. Qusayy had two sons 'Abdul Manaf and Abdul Uzza. The geneology of the Messenger of Allah (Peace and blessings of Allah be upon him) joins 'Abdul Manaf through four generations. The geneological table of Hadrat Baha-ud-din Zakariyya through Hadrat Habar bin Aswad, who embraced Islam after conquer of Makkah, join Abdul Uzza by intervening 19 links. The genealogical table reads as under:

Hadrat Baha-ud-din Zakariyya bin Shaykh Muhammad Ghauth bin

23. Shaykh Sharfuddin Kirmani (Allah's mercy be on him);
24. Shaykh Abu Bakr Tusi (Allah's mercy be on him);
25. Shaykh Ala'uddin, Usuli (Allah's mercy be on him);
26. Shaykh Taqi'uddin Muhammad (Allah's mercy be on him);
27. Shaykh Khawaja Hasan Afghan (Allah's mercy be on him);
28. Khawaja Ali (Allah's mercy be on him).

During the life span (566-661 A.H) of Hadrat Baha'udDin Zakariyya (Allah's mercy be on him) in Andalusiyah was the rule of Banu Nasr, in North Africa the rule of Muwahhidin, in Egypt the rule of Mamalik, in San'a the rule of A'immah Zaidiyyah, in Rum the rule of the Salajiqah, and in Faris the rule of the Atababkiyah Sulghariyah. Though it was a period of disorder and disintegration but in the same period renowned scholars and distinguished Sufiya were born and the humanity was blessed with the real satisfaction and peace of mind and soul by their blessing and missionary struggles in the moral field.

During this period the great Sufis like Shaykh Shihabuddin Suharwardi, Shaykh Auhadduddin Kirmani, Muhyuddin Ibn'Arabi Shaykh Sadruddin Qunawi, Shaykh Fariduddin'Attar, Maulana Jalauddin Rumi Shaykh Sa'di Shirazi, Shaykh Sa' duddin Hamawayh, and Khawajah Sayfuddin Bakharzi were the cause of splendour to Islamic horizon.

Politically it was the period of the rule of the slave dynasty in the Indian sub-continent. Thus Qutubddin Aibak, Nasiruddin Qabachah, Shamsuddin Altamash, Raziyah Sultanah, Nasiruddin Mahmud, Ghiyathuddin Balban, his son Sultan Muhammad, were the contemporaries of Shaykhul Islam Hadrat Baha-ud-din Zakariya (Allah's mercy base on him). At that time the empire of Delhi enjoyed full esteem and respect to the extent that the

is the founder of the *Suharwardiyyah*mystic order in the Indo-Pak sub-continent. During his period, the contemporary *Masha'ikh* in the subcontinent were Hadrat Baba Farid-uddin Ganj Shakar, his children, the *tariqat* fraternity of his Shaykh Khawaja Qutubuddin Bakhtiyar Kaki, the *Khulafa* of Baba Sahib and the *tariqat* fraternity, children and Khulafa of Shaykhul Islam himself. Some significant names are given below:

1. Shaykh Fakhruddin Iraqi (Allah's mercy be on him);
2. Shaykh Hamiduddin Sufi (Allah's mercy be on him);
3. Sultan Nuruddin Mubarik Ghaznawi (Allah's mercy be ohim);
4. Qadi Hamiduddin Nagori (Allah's mercy be on him);
5. Shaykh Nizamuddin Mu'ayyid (Allah's mercy be on him);
6. Shaykh Jalaluddin Tabrizi (Allah's mercy be on him);
7. Shaykh Barhanuddin Mahmud (Allah's mercy be on him);
8. Shaykh Ahmad Naharwa'i (Allah's mercy be on him);
9. Shaykh Muhammad Turk Narno'i (Allah's mercy be on him);
10. Shaykh Turk Biyaba'i (Allah's mercy be on him);
11. Shaykh Badaruddin Ghaznavi (Allah's mercy be on him);
12. Shaykh Jalaluddin Bukhari (Allah's mercy be on him);
13. Shaykh Najibuddin Mutawakkail (Allah's mercy be on him);
14. Shaykh Sadruddin Arif (Allah's mercy be on him);
15. Shaykh Badaruddin Ishaq (Allah's mercy be on him);
16. Shaykh Jamaluddin Hanswi (Allah's mercy be on him);
17. Shaykh Sabir Kalyar (Allah's mercy be on him);
18. Shaykh Arif (Allah's mercy be on him);
19. Shaykh Radiyuddin Mansur (Allah's mercy be on him);
20. Shaykh Kamaluddin Zahir (Allah's mercy be on him);
21. Shaykh Nuruddin Malik (Allah's mercy be on him);
22. Shaykh Zia'uddin Rumi (Allah's mercy be on him);

Baha-ud-Din Zakariyya Suhrawardi

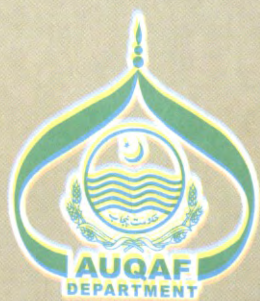
(Allah's mercy be upon him)

☆ *Justice(R) Dr. Munir Ahmad Mughal*

Political and religious background of the sub-continent and the Islamic countries

Islam entered in the Indo-Pak sub-continent along with Muhammad bin Qasim in the first century AH. This Muslim state remained established in Multan till the sixth century AH. Thereafter in the Ghaznavi period the northern area of the subcontinent was conquered and Lahore became the second center of Islam. Here along with the political rise of Islam its spiritual and moral victories owe to the missionary efforts of the sufiya (saints). In this piece of land where infidelity had full sway, the great personality who took the lead to invite people to the *Tauhid wa Risalat* and Sayyid Abul-Hasan 'Ali bin Uthman Hajwairi popularly known as Hadrat Data Ganj Bakhsh (Allah's mercy be on him). After him came Sayyid Tokhtah Tirmizi, Husayn Zanjani, Ya'qub Zanjani, Imam Ali al-Haq, and Khawaja Mu'inuddin Chishti Ajmeri (Allah's mercy be on all of them). After Hadrat Khawaja Mu'inuddin Chishti the two great saints who were in fact blessed to introduce the*Tariqat* (mystic-way discipline) were both from Punjab (Pakistan), one being Hadrat Baba Farid-uddin Mas'ud Ganj Shakar of Pakpattan and the other being Shaykhoul-Islam Hadrat Bahaud-din Zakariyya of Multan (Allah's mercy be on both of them). Shaykhul-Islam Hadrat Baha-ud-Din Zakariyya

☆ *Member(R), Islamic Ideological Council, Islamabad.*


حکومت پنجاب
AUQAF
DEPARTMENT